# ذکرِ ذاکرؒ

سوانح حیات حضرت مولانا محمد ذاکرؒ

مصنف: نصرت علی اثیر جیہ

# ذکرِ ذاکر

(سوانح حیات مولانا محمد ذاکرؒ)

نصرت علی اثیر جبّہ

مکتبۃ الرحمٰن جامعہ مجددیہ
نور آباد۔ فتح گڑھ سیالکوٹ

مولانا محمد ذاکرؒ اکیڈمی
جامعہ محمدی شریف (جھنگ)

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

پرنٹرز ------ المکتبۃ العربیہ لاہور
کمپوزرز ------ الحمد کمپوزرز، راج گڑھ روڈ لاہور
ٹائٹل ڈیزائن ------ ریاظ
سن اشاعت ------ جولائی 1997ء
قیمت ------ 200 روپے

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

# حروف تشکر و امتنان

رب رحمان و رحیم کی رحمت بے پایاں اور اس کے محبوب رسول جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نظر کرم کا صمیم قلب اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ اس ذات والا صفات نے اپنے ایک مقرب بندے اور گلشن انسانیت کے گل سر سبد حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے نقش ہائے رنگارنگ اور خوش بو ہائے عطر آفریں کو نوک قلم سے کتاب آراء کرنے کا شرف بخشا اور پھر مدحت صحابہ کے حدی خوان استاد محترم مولانا محمد نافع دام اقبالہ کی طرف سے ہر قدم پر راہنمائی کی سعادت بخشی۔ میاں مختار عمر' محمد شریف ارائیں اور ملک احمد علی ارشد کھوکھر کی ہر جوہر آب کی تلاش میں سفری مصاحبت سے نوازا اور پھر محترم و مکرم جناب ملک رمیض احمد صاحب کی مالی معاونت' حضرت مولانا شاہ محمد انیس کی مسودہ پر نظر ثانی اور جناب برادرم لیاقت علی کی طباعتی و اشاعتی تجربہ کاری سے اس کتاب "ذکر ذاکر" کو حضرت مولانا عبدالغفورؒ کے عرس مبارک بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۹۷ء بمطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ پر زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ کر کے عامتہ الناس کے لیے پیش کرنے کا اعزاز بخشا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور ایک بار پھر ملتجی ہوں کہ وہ احقر کی اس سعی کو اپنے کرم خاص سے قبول فرمائے اور ناچیز کے لیے توشہ آخرت اور عوام الناس کے لیے مولانا محمد ذاکرؒ کی عبدیت کے رنگ ہائے گوناگوں سے اپنی زندگی کو باکمال بنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم)

نیاز مند

نصرت علی اشیر چیمہ عفی عنہ

Marfat.com

# مشمولات


حرف جامع 13

تقریظ 17

باب اول

حصہ اول

## ضلع جھنگ

○ پس منظر و پیش منظر 20

* اہم قبائل 20

* قطب شاہی کھوکھر 21

باب اول

(حصہ دوم)

## ○ میاں امام الدین

* نام و نسب 24

* پیدائش 24

* تعلیم و تربیت 24

* کڑک محمدی کا قیام 25

* اولاد 26

باب دوم

(حصہ اول)

## مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ

○ پیدائش سے تعلیم و تربیت تک

(الف) میاں عبدالغفورؒ 28

(ب) پیدائش 32

(ج) تعلیم و تربیت 33


Marfat.com

باب دوم

(حصہ دوم) ✪ معاشرتی حالات اور سلگتے مسائل

* خاندانی حالات 46
* معاشرتی حالات 47
* دین سے دوری 48
* جہالت 49
* تجارت پر ہندوانہ تسلط 49
* جاگیردارانہ تسلط 51
* عمال حکومت کے مظالم 53
* مسلمانوں کی حالت زار 54

باب دوم

(حصہ سوم) ✪ تحریک خلافت

* پس منظر 58
* علاقائی بیداری اور منظم روابط 59
* گرفتاریاں 61

باب دوم

(حصہ چہارم) ✪ تحریک کشمیر

* پس منظر 70
* علاقائی بیداری اور منظم روابط 74
* گرفتاریاں 76

باب دوم

(حصہ پنجم) ✪ تحریک پاکستان

* پس منظر 82

Marfat.com

* مسلم لیگ کا قیام 84
* تنظیم مسلم لیگ اور مہاجرین کی آبادکاری 88
* استحکام پاکستان 88

باب دوم (حصہ ششم)

## ✪ تحریک جامعہ محمدی

* ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل 94
* دارالعلوم کا قیام 95
* تعمیرات 102
* جدید تعلیم اور پرائمری سکول کا قیام 103
* موتمر تعلیمات اسلامیہ اور آزادی اسلامی یونیورسٹی کے لیے مساعی 105
* دارالکتب 115
* دارالافتاء 116
* دارالحفاظ 117
* مدرسۃ البنات الصالحات 118
* دارالرحمت 118
* دارالتصنیف و الترجمہ 121
* انجمن طلبہ جامعہ محمدی 122
* تنظیم ابناء جامعہ 123

باب دوم (حصہ ہفتم)

## ✪ تحریک اتحاد کاشتکاران

* زراعت پیشہ مسلمان اور درپیش مسائل 126
* مولانا کی مساعی اور نتائج 127

Marfat.com

باب دوم
(حصہ ہشتم)

## تحریک اتحاد ملت اسلامیہ


* اتحاد سے افتراق تک 132
* مسلک اعتدال 134
* عالمی اسلامی مالیاتی اشتراک 137
* عالمی اسلامی فوجی اشتراک 139
* عالمی اسلامی تعلیمی نظام 141
* عالمی اسلامی تبلیغی روابط 143


باب دوم
(حصہ نہم)

## تحریک ختم نبوت


* قادیانی فتنہ 146
* مجلس عمل تحفظ ختم نبوت 151
* تحریک ہائے ختم نبوت 154
* مولانا مرحوم کی مساعی 158


باب دوم
(حصہ دہم)

## تحریک احیائے تبلیغ


* معاشرتی مسائل 170
* دارالتبلیغ اور اس کی مساعی 171
* شعبہ نشر و اشاعت اور ماہنامہ "الجامعہ" 174
* ادارہ تصنیف و تالیف کی اشاعتی خدمات 174
* پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ 175


باب سوم
(حصہ اول)

## با اصول سیاست دان


* جھنگ کا سیاسی جغرافیہ


Marfat.com

* قبائلی و جاگیرداری سیاست 188
* مذہبی تعصب 189
* حسو بلیل کی تحریک 190
* واقعہ صادق شاہ ننگ 191
* ضلعی سیاست اور جانبداریاں 191


## باب سوم
## (حصہ دوم) مذہبی قیادت سے سیاسی قیادت تک


* عوامی متحدہ محاذ 198
* 1951 کے صوبائی انتخابات 201
* 1970ء کے قومی انتخابات 209
* ضلعی سیاست اور تعمیری فکر 213


## باب سوم
## (حصہ سوم) حق قیادت


* عوامی امور میں دلچسپی 216
* تعصب سے بالاتری 216
* جرائم کی سرکوبی 217
* تعلیم کا فروغ 217
* بجلی کی فراہمی 218
* سوئی گیس کی فراہمی 218
* مواصلاتی روابط 219


## باب چہارم
## ذی شان صوفی


* سلسلہ بیعت 222
* آستانہ عالیہ سیال شریف


Marfat.com

| | |
|---|---|
| — * خواجہ شمس الدین سیالویؒ | 222 |
| — * خواجہ محمد الدین سیالویؒ | 225 |
| — * خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ | 226 |
| — * خواجہ قمرالدین سیالویؒ | 229 |
| * مرشد خانہ سے عقیدت | 231 |
| * دارالعلوم دیوبند میں دربار سیال شریف | 235 |
| * شریعت و طریقت | 237 |
| * وظائف و معمولات | 237 |


## باب پنجم

## راہی آخرت


| | |
|---|---|
| * بیماری سے وصال تک | 242 |
| * نقوش سیرت | 244 |
| * پیام سیرت | 253 |


## باب ششم

## در حدیث دیگراں


| | |
|---|---|
| * تبرکتی خطوط | 258 |
| * تاثرات | 268 |
| * اخبارات | 294 |
| * ہدیہ منظومات | 298 |


Marfat.com

# هوالجامع جل جلالہ

اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک نام مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کا نقطہ آغاز ہے۔ کیونکہ مولانا موصوف کی ساری زندگی اسی مبارک نام سے متحرک رہی۔ تحریک جامعہ محمدی جو کہ آپ کی ہمہ جہت کارگاہ حیات کا سرنام ہے' یہ مبارک اسم الٰہی اس کا سر آغاز رہا اور آج آپ کی سوانح حیات کا افتتاح بھی اسی مبارک اسم مبارک سے کیا جاتا ہے۔

مولانا موصوفؒ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ دنیائے زندگی کی شاہراہوں کا حسن دیکھنا ہو یا دنیائے آخرت کی چاہتوں اور امیدوں کا نکھار' وہ سب آپ کو مولانا موصوفؒ کی زندگی کے ہر واقعہ میں روشن نظر آئے گا۔ آپ کی سوانح حیات کا جمع کرنا ہماری بساط میں نہیں تھا۔ کیونکہ آپؒ کی ساری زندگی ایک جہاد مسلسل رہی۔ اس میں انفرادی زندگی اور خانگی تنگ دامانیوں کا دباؤ تھا تو دوسری طرف ماحول کے ہوش ربا اور روح فرسا صدمات کی بھی بھرمار تھی۔ ملت اسلامیہ کی ڈگمگاتی کشتی اور واقعات عالم کی ہولناک موجوں کا منظر بھی آپ کے سامنے تھا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور کرم فرمائیوں سے بھرپور سایہ فگن رحمت ایزدی کے بادل بھی آپ کے سمائے باطن کی بلندیوں میں رقصاں آپ کے سامنے تھے۔ ان سب امور کا احاطہ کرنا اور ایک ایک گوشہ دل کو نماں کرنا ہمارے بس کی بات نہ تھی۔ تاہم اپنی بساط کی حد تک صرف گنے چنے چند حالات و واقعات کی تصویر پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ ہماری اس حقیری کوشش کے پس پردہ نیک نیتی اور خلوص کا نذرانہ قبول فرمائے۔ (آمین)

کتاب کی ترتیب میں سب سے پہلے آپ کے آبائی علاقہ' ماحول اور گھریلو مشکلات کا پس منظر پیش کیا گیا ہے اور اس منظرنامے میں آپ کی پرعزم اور پرخلوص سعی کے رنگ پیش کیے گئے ہیں تاکہ مرحلہ وار آپ کی کارگاہ حیات کے مختلف گوشوں کے اوراق کو یک بیک دیکھ کر اپنی آنکھوں کو کردار کی روشنی سے اور اپنے دلوں کو آپ کی بصیرت بھری زندگی سے رخشاں ایمان کے نور سے ضوفشاں کر سکیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو آخرت کا توشہ اور ہمارے قارئین کو افزودنی ایمان کا یہ چراغ روشن مبارک فرمائے گا۔ (آمین بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم)

نصرت علی اثیر چیمہ

Marfat.com

بانیٔ جامعہ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ کے آخری ایام کی تصویر

Marfat.com

# افتتاحیہ اجلاس

مورخہ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ ہجری المقدسہ کو بعد از نماز ظہر مسجد محمدی میں آدمیوں کے اجتماع کی کوشش کی گئی۔ جس میں زیادہ تر طلباء کی تعداد تھی۔ مکتب اسلامیہ محمدی کے درجہ قرآن شریف میں پڑھنے والے طلباء شامل تھے۔ صدر مکتب حضرت صاحب (مولانا حافظ عبدالغفور صاحب) کی اجازت حاصل کر کے جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی۔ حسن اتفاق سے [illegible] تشریف لائے ہوئے تھے۔ جو صدر جلسہ تجویز کیے گئے۔

دو لڑکے (حافظ خادم حسین) (محمد [illegible]) نے [illegible] سے [illegible] کلام پاک [illegible] شریف [illegible] نے فارسی میں نعت شریف پڑھی جس کا ایک پسندیدہ شعر درج ذیل ہے۔

آں ذات بے مثال کہ پنہاں بہ پردہ بود

بے پردہ شد عیاں بمثال محمدی

ازاں بعد [illegible] صاحب نے حمد و [illegible] میں [illegible] مدرسہ محمدی میں تعلیمی و تبلیغی مرکز قائم کرنے کی غرض سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ محمدی کے افتتاح پر مختصر تقریر کی۔ پیر [illegible] اختتام سے افتتاحیہ دعا بالخیر ہوئی۔

ہمدردان ملت سے استدعا کی گئی کہ خاص توجہ سے مدرسہ کی کامیابی کیلئے دعا فرماتے رہیں۔

احقر العباد

[illegible]

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تقریظ

مولانا محمد ذاکر صاحب کی ذات گرامی سے میرا تعارف اپنے محترم عزیز مولوی شاہ محمد انیس (جو کہ جامعہ محمدی کے فارغ التحصیل ہیں اور اب گلبرگ کی ایک جامع مسجد کے خطیب ہیں) کی وساطت سے ہوا اور وہ بھی ایک دلنشیں واقعہ سے ہوا' جس کی یاد ذہن میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔

یہ ۱۹۵۱ء کے الیکشن کا واقعہ ہے۔ پاکستان کے پہلے الیکشن میں مسلم لیگ کی قیادت نے وعدہ کے باوجود مولانا صاحب کو صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے ٹکٹ نہ دیا اور تحصیل چنیوٹ کے ایک جاگیردار کو دے دیا۔ مولانا صاحب توکل علی اللہ کہتے ہوئے ایک آزاد امیدوار کی حیثیت سے کھڑے ہوگئے۔ سارے حلقے میں چھ دن ووٹ ڈالے گئے۔ پہلے دو دن کے نتائج سے معلوم ہوا کہ مسلم لیگ کا امیدوار ہار رہا ہے۔ چنانچہ گورنمنٹ کے امیدوار کو جتانے کی تگ و دو شروع ہوگئی۔ الیکشن قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک تھانیدار ووٹنگ کے کمرہ کے دروازے پر کھڑا ہوگیا اور ہر ووٹر کو سبز رنگ کی صندوقچی (جو کہ مسلم لیگی امیدوار کی تھی) میں پرچی ڈالنے کے لیے کہنے لگا لیکن بیشتر ووٹرز نے اس کی ہدایت کے برعکس ووٹ کی پرچی پیلی صندوقچی (جو آزاد امیدوار کی تھی) میں ڈالی۔ تھوڑی ہی دیر بعد تھانیدار صاحب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور ایک بوڑھے کو ڈانٹ کر پرچی سبز صندوقچی میں ڈالنے کے لیے کہا۔ بوڑھے ووٹر نے بڑی عقیدت کے ساتھ پرچی بمعہ ایک روپیہ پیلی صندوقچی میں ڈالی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کو کامیابی دے۔ حکومت کا کارندہ آپے سے باہر ہوگیا اور بوڑھے ووٹر کے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ مارا۔ بوڑھے آدمی کی پگڑی گر گئی اور منہ سے خون بہہ نکلا۔ بوڑھے آدمی نے روتے ہوئے کہا کہ "تھانیدارا بھانویں ماریں تے بھانویں کٹ' میں ووٹ مولوی نوں دینا اے" ووٹر کے اس جذبہ صادق سے حکومت کے کارندے پر رقت طاری ہوگئی۔ اس نے ایس پی کے حاضر ہو کر سارا واقعہ اور حالات سنائے اور الیکشن ڈیوٹی سے معذوری چاہی۔ اس کے بعد کسی نے حکومت کی طرف سے مداخلت نہیں کی اور مولانا صاحب بفضل ایزدی کامیاب ہوگئے۔

پہلی دفعہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک مرد درویش بھی سیاست کے میدان میں اترا ہے۔ وہ نہ جلسے جلوس کرتا ہے نہ روپیہ پیسہ خرچ کرتا ہے اور سب لوگ اس کے حق میں ووٹ دیتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد مولانا صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور یہ سلسلہ تادم زیست جاری رہا۔ ان کی نظر کرم ہمیشہ اور ہر جگہ بندہ گنہگار پر قائم رہی۔

Marfat.com

نصرت علی اثیر نے ایسے مرد درویش کی سوانح حیات لکھ کر ان کے عقیدت مندوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ مولانا صاحب ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ وہ میدان سیاست کے شہسوار، روحانیت کے تاجدار اور غریبوں کے غمگسار تھے۔ جھنگ کے غریب عوام کا معیار زندگی بلند کرنا ان کا اولین نصب العین تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ گوشہ نشینی کو چھوڑ کر سیاست کے میدان میں اترے۔ انہیں مکمل یقین تھا کہ جب تک لوگوں میں تعلیم عام نہ کی جائے، وہ پستی سے نہیں نکل سکتے۔ اس عالیشان منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے مسجد کے مدرسہ سے ابتدا کی۔ اسے وسعت دیتے ہوئے وہ سکول کے مراحل سے گزر کر ڈگری کالج تک پہنچ گئے۔ جامعہ محمدی میں وہ ایک مکمل یونیورسٹی بنانا چاہتے تھے۔ اگر زندگی وفا کرتی تو یہ مرد مجاہد یہ کام بھی کر گزرتا۔

نصرت علی اثیر کی کاوش قابل ستائش ہے۔ انہوں نے مولانا صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے بڑی جانفشانی سے مواد اکٹھا کیا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے اسے زیور کتابت سے آراستہ کیا ہے۔ مولانا صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا محمد نافع صاحب اور ان کے فرزند مولانا رحمت اللہ صاحب نے مواد اکٹھا کرنے میں بہت تعاون کیا ہے۔ ان کی رہنمائی اور سعی کے بغیر یہ کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کتاب کا مقصد مولانا محمد ذاکر صاحب کی عظیم شخصیت کو اجاگر کرنا ہے۔

دنیا داروں میں سے نواب کالا باغ آپ کے مداحوں میں سے تھے اور دینداروں میں سے مولانا احمد علی لاہوریؒ اور قدرت اللہ شہاب آپ کے معتقد تھے۔ موخر الذکر حضرات کے تاثرات کتاب میں مندرج ہیں۔ یہ مقصد میرے خیال میں بہت حد تک پورا ہو گیا ہے۔ مولانا صاحب جھنگ کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ ان کی ذات انفرادی نہیں تھی بلکہ اپنی طرز کا ایک ادارہ تھی۔ جو کوئی مولانا صاحب سے کسی بھی مقصد کے لیے ملا، وہ کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹا۔

ممکن ہے کہ اس کتاب میں کئی اہم واقعات تشنہ اظہار رہ گئے ہوں۔ اس لیے ہماری تگ و دو قائم رہے گی اور قاری حضرات سے بھی التماس ہے کہ وہ اس سلسلہ میں تعاون کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے گا۔

اس کتاب کے مسودہ کا پہلا کچھ حصہ میں نے حرف بحرف پڑھا ہے اور اپنی دانست کے مطابق کچھ کانٹ چھانٹ کی ہے اور کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے اور اثیر صاحب کی محنت ٹھکانے لگے۔

(آمین)

رمیض احمد ملک

Marfat.com

باب اول

حصہ اول

# ضلع جھنگ

- پس منظر و پیش منظر
- اہم قبائل
- قطب شاہی کھوکھر
- میاں امام الدین
- کڑک محمدی اور جغرافیائی صورت حال

Marfat.com

## پس منظر و پیش منظر

۱۴۶۲ء میں سیال قوم کے ایک سردار مل خان نے دریائے جہلم (ویت) اور دریائے چناب (چندر بھاگا) کے کنارے سے ایک کوس دور جنوب میں ایک آبادی قائم کی جو "جھنگ سیالاں" کے نام سے مشہور ہوئی۔ عام معنوں میں جھنگ سے مراد درختوں کا جھنڈ اور جھرمٹ لیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ کوئی بعید از قیاس نہیں ہے کہ آبادی درختوں کی کثرت کی وجہ سے جھنگ کے نام سے موسوم ہو گئی ہو۔ اس آبادی کے آثار موجودہ شہر جسے ۱۶۸۸ء میں اورنگ زیب کے دور میں ایک سنیاسی فقیر لال ناتھ نے آباد کیا تھا' کے مغرب میں نور شاہ کے مزار کے قریب نکلتے ہیں' جو سیلاب کی وجہ سے زمین بوس ہو گئی ۔ سیال قوم کو جب پورے علاقہ پر سیاسی برتری حاصل ہوئی تو یہ آبادی مرکزی حیثیت اختیار کر گئی۔ ۱۸۲۶ء میں سکھ دور حکومت میں اسے ضلع کا درجہ دیا گیا جس میں چنیوٹ' جھنگ' قادر پور اور اچ کے علاقے بطور تحصیل شامل کیے گئے۔ ۱۸۶۱ء میں انگریز دور حکومت میں اس کی حدود میں تبدیلی ہوئی اور قادر پور اچ اور کالووال کے علاقے علیحدہ کر کے دوسرے علاقوں میں شامل کر دیئے گئے اور تین تحصیلوں چنیوٹ' جھنگ اور شورکوٹ پر مشتمل یہ ضلع قرار دیا گیا۔ سمندری' لائل پور اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے علاقے بھی اس وقت اسی ضلع میں شامل تھے۔ جنہیں ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۰ء میں بالترتیب لائل پور' ٹوبہ ٹیک سنگھ اور سمندری کو باقاعدہ تحصیلوں کا درجہ دیا گیا اور اس طرح جھنگ کی چھ تحصیلیں بنا دی گئیں۔ کرانہ بار کا علاقہ اس دفعہ جھنگ سے نکال کر ضلع شاہ پور میں شامل کر دیا گیا۔ ۱۹۰۴ء میں لائل پور جس کا موجودہ نام فیصل آباد ہے' کو علیحدہ ضلع کا درجہ دیا گیا اور سمندری' لائل پور اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کو اس کی تین تحصیلیں بنایا گیا۔ ۱۹۸۲ء میں جب ٹوبہ ٹیک سنگھ کو علیحدہ ضلع بنایا گیا تو ضلع جھنگ جو اب صرف چنیوٹ' جھنگ اور شورکوٹ کی تین تحصیلوں پر مشتمل تھا' کو فیصل آباد ڈویژن میں شامل کر دیا گیا۔

## اہم قبائل

خطہ جھنگ مختلف قبائل کا مسکن ہے۔ یہاں قدیم آریائی' دراوڑی' یونانی اور عربی النسل قبائل آئے جن کی اولاد کئی ذیلی گوتوں کی صورت میں آج یہاں آباد ہے۔ یہاں کے جاٹ' گوجر' راجپوت' سید' ہرل' چدھڑ راجپوت' سیال راجپوت' کھوکھر راجپوت' چھچے راجپوت' نول' ارائیں' سپرا راجپوت' قاضی' خوجے' رجوکے' دیوکے' ڈب' جوتے' قریشی'

Marfat.com

جنجوعے، کھوکھر، لالی، نسو آنے، مڑہل، ترک، کاٹھے، بلوچ، گلوتر، نیکوکارے، بھنگو، مل، چوہل اور کھرل وغیرہ بڑے نامور اور مشہور و موثر قبائل ہیں۔

## قطب شاہی کھوکھر

قطب شاہی کھوکھر پنجاب کے بیشتر علاقوں میں آباد ہیں۔ دوسرے کھوکھروں میں کثرت اختلاط کی وجہ سے ان کا ممیز کرنا قدرے مشکل ہے۔ تاہم ان کی تاریخ انہی لوگوں کے حوالے سے قدیم تاریخی کتب کی راہنمائی میں اس جگہ پیش کی جائے گی۔ تاکہ قدیم کھوکھر راجپوت قبیلے اور اس عباسی علوی قطب شاہی کھوکھروں کی مابہ الامتیازی حیثیت کو واضح کیا جا سکے۔

## وجہ تسمیہ

محمود غزنوی کے ساتھ ایک مشہور صوفی بزرگ حضرت عون بن علی ہندوستان وارد ہوئے۔ یہ عباسی خلافت کا دور تھا۔ خوشاب کے علاقے میں حضرت عون بن علی نے منصب رشد و ہدایت کے فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ یہاں ان دنوں کھوکھر قبائل آباد تھے۔ یہ لامذہب سے لوگ تھے۔ لوٹ مار اور جنگ و جدل ان لوگوں کا وظیفہ روزگار تھا۔ حضرت عون بن علی کی کوششوں سے اسلام کی روشنی ان لوگوں میں پھیلنا شروع ہوئی۔

آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خلفاء میں سے تھے اور قطب ہند بنا کر اس علاقہ میں بھیجے گئے۔ اس وجہ سے آپ یہاں قطب شاہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ ایک کھوکھر رئیس نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی اور اپنی بیٹی آپ کے عقد میں دے دی جو زینب کھوکھر کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس کے بطن سے زمان علی اور مزمل علی کے نام سے دو بیٹے اور رقیہ نام کی ایک لڑکی متولد ہوئی۔ مزمل علی کی اولاد تو نہ ہوئی جبکہ زمان علی اپنی والدہ کی نسبت سے کھوکھر مشہور ہوا اور اس کی اولاد قطب شاہی کھوکھر پکاری گئی۔

## شجرۂ نسب

قطب شاہی کھوکھروں کا یہ سلسلہ نسب ان کے جد اعلیٰ حضرت عون بن علی المعروف قطب شاہ کے حوالہ سے بارہ واسطوں سے حضرت علی ابن ابی طالب سے جا ملتا ہے۔ جو کہ درج ذیل ہے:

Marfat.com

حضرت عون (قطب شاہ م ۵۵۶ھ) بن علی --- بن قاسم --- بن حمزہ --- بن طیار --- بن قاسم --- بن علی --- بن جعفر --- بن حمزہ --- بن حسن --- بن عبیداللہ --- بن عباس --- بن حضرت علیؓ

حضرت قطب شاہ قادری علوی ۴۱۹ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ وہیں پلے بڑھے اور اپنے دور کے معروف علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے براہ راست روحانی فیض حاصل کیا اور انہی کے فرمان پر ہندوستان وارد ہوئے۔ حضرت قطب شاہ ۵۵۶ھ میں فوت ہوئے تو آپ کی بعض اولاد ملک عرب چلی گئی اور بعض ایران جا بسی اور بعض اولاد ہندوستان میں ہی مقیم رہی۔ پاکستان کے قطب شاہی کھوکھر آپ کے بیٹے زمان علی کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ ابتدا میں تو خوشاب کے ہی علاقے میں اپنے ننھیال کے پاس آباد رہے۔ بعد میں جب اولاد پھیلی اور روزگار حیات تنگ ہونے شروع ہوئے تو مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہوئے۔ کڑک محری کے بانی حضرت امام الدین کے والد حافظ اللہ داد بھی اسی طرح موضع تنگی (خوشاب) سے آ کر جھنگ کے موضع ولہ میں بیٹھے اور قسمت نے یاوری کی تو یہاں دینی خدمت کا موقع مل گیا جس کا ذکر حضرت امام الدین کے باب میں بالتفصیل ہوگا۔ یہیں پر ان کی موضع کے سردار کی بیٹی سے شادی ہوئی اور زمین کا ایک بہت بڑا قطعہ بطور جاگیر ملا۔ وہ قطعہ زمین آج بھی کھوکھر حافظ اللہ داد کے نام سے موسوم ہے۔

Marfat.com

باب اول

(حصہ دوم)

# میاں امام الدین رحمۃ اللہ علیہ

- نام ونسب
- پیدائش
- تعلیم و تربیت
- کڑک محمدی کا قیام
- اولاد

Marfat.com

## نام و نسب

آپ کا اصل نام میاں امام الدین تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب قطب شاہی کھوکھروں سے جا ملتا ہے جو حضرت علی کی اولاد سے ہونے کی وجہ سے علوی کہلاتے ہیں۔

## پیدائش

حضرت میاں امام الدین گیارہویں صدی ہجری کے آخر میں حضرت حافظ اللہ داد کے گھر پیدا ہوئے۔ جو دریائے چناب پر واقع لالی قوم کی ایک بستی "ولہ" میں مسجد کی امامت و خطابت پر فائز تھے۔ حافظ اللہ داد اصل میں دریائے جہلم کے کنارے شاہ پور کی ایک بستی موضع تنگی والا کے تھے۔ ایک قافلہ میں تلاش روزی کے سلسلے میں پھرتے پھراتے شام کو نماز مغرب پڑھنے کے لیے ولہ کی مسجد میں آ گئے۔ اتفاق سے امام مسجد نہیں تھے۔ آپ ایک باریش بزرگ تھے۔ لوگوں نے آپ کو نماز کی امامت کے لیے مصلی پر کھڑا کر دیا۔ آپ نے جب قرات پڑھی تو لوگوں کو بڑی پسند آئی۔ چنانچہ نماز کے بعد نمازی حضرات نے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ آپ کو بے روزگار دیکھ کر سب لوگوں نے مسجد میں امامت و خطابت کے لیے مستقل قیام کرنے کی پیشکش کی اور بااصرار کہا۔ چنانچہ آپ مان گئے اور وہیں مستقل ٹھکانہ کر لیا۔ آپ کی خوش اخلاقی اور کردار کی پختگی نے تھوڑے ہی عرصہ میں ہر دلعزیز کر دیا۔ بستی کے سردار نے اپنی بیٹی کا رشتہ دے کر اپنا داماد بنا لیا اور جہیز میں بیٹی کو بہت ساری زمین اور جملہ کمین قوم کے خاندان دیئے۔ انہی خاندان کی اولاد بعد میں حضرت میاں امام الدین کی آباد کردہ بستی کڑک محمدی (کڑک میاں امام الدین) میں آ کر آباد ہوئی۔ حضرت میاں امام الدین کی تاریخ پیدائش کی مکمل تفصیل معلوم نہیں۔

## تعلیم و تربیت

حضرت میاں امام الدین نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حافظ اللہ داد سے حاصل کی جس میں قرآن مجید ناظرہ' حفظ پڑھنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی بنیادی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد دینی علوم کی اعلیٰ کتب پڑھنے کے لیے ملتان کی اس دور کی مشہور اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی قدیم قائم کردہ درس گاہ مدرسہ بہائیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ نے کمال عقیدت اور عاجزی کے ساتھ درگاہ کی خدمت کی۔ پیر طریقت کی طرف سے بتائے

Marfat.com

گئے وظائف کو حرز جان بنا کر بڑے اہتمام سے پورا کرتے رہے۔ پیر طریقت کو آپ کی عقیدت، پرخلوص عاجزی بڑی پسند آئی جس کی وجہ سے آپ کو خصوصی نگاہ میں رکھا اور اس طرح آپ کی کمال ریاضت رنگ لائی اور مرشد نے آپ کو باطنی علوم کے انوار سے سیر کر کے واپس وطن آنے کی اجازت بخش دی۔ آپ کو پیرو مرشد نے دریائے چناب کے کنارے کنارے سفر کرنے کی وصیت کی اور ایک شیشم کی لکڑی بخشی اور کہا کہ وضو کرتے وقت یہ لکڑی زمین میں گاڑ دینا۔ جہاں یہ لکڑی سرسبز ہو جائے، وہ تیرا مستقل ٹھکانہ ہوگا۔

مرشد کے حکم کے مطابق آپ کنارے کنارے چلتے رہے اور قیام کرتے آئے۔ بالاخر اس جگہ پہنچے، جہاں آج کل "محمدی شریف" کی مشہور بستی آباد ہے۔ رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ لکڑی سرسبز ہوگئی ہے۔ یہ جگہ سلطان نامی ایک کنگر کی جاگیر تھی اور یہیں اس کا ڈیرہ تھا۔ فقیر صاحب نے اسے سب ماجرا سنایا تو وہ کچھ مزاحم ہوا اور لکڑی کو اکھاڑنے کی کوشش کی لیکن بسیار زور آزمائی اور کوشش کے باوجود ناکام ہوا۔ فقیر صاحب نے اسے باز رکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو جاگیر کی ضرورت ہے تو میرے پیچھے پیچھے آ۔ جہاں تک تو کہے گا، وہ تیری ہوگی اور تیرے لیے وہ سکون کا باعث ہوگی۔ چنانچہ وہ تیار ہوگیا اور فقیر صاحب کے پیچھے چل کر حسب خواہش زمین کی نشاندہی کر دی اور وہ زمین فقیر صاحب کی خواہش کے مطابق خالی کر دی۔ آپ نے اسے دعائے خیر عطا فرمائی۔

## کڑک محمدی کا قیام

چودھری سلطان کنگر وقت گزرنے کے ساتھ آ کے روحانی فیوض و برکات سے بڑا متاثر ہوا اور اپنی سابقہ لیت و لعل پر بڑا شرمسار ہوا۔ چنانچہ فقیر صاحب کے قرب میں رہنے کی اجازت چاہی جو آپ نے بخوشی دے دی۔ چنانچہ اس نے تھوڑی دور اپنا ڈیرہ جمایا جو آج قلعہ کنگراں کے نام سے معروف ہے۔ اور وہ سابقہ ڈیرہ جو فقیر صاحب کے حوالے کیا۔ کڑک میاں امام الدین کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت میاں امام الدینؒ المعروف فقیر صاحب کا وصال ۱۲۰۷ھ کو اسی بستی محمدی شریف میں ہوا اور اسی بستی کے پاس ہی دفن ہوئے۔

دفتر مال کے قدیم کاغذات میں بھی یہی نام موضع کڑک میاں امام الدین ملتا ہے۔ لیکن لوگوں نے اس نام کو اختصار کا رنگ دیتے ہوئے کڑک مامدی مشہور کر دیا لہذا اس قصبہ کو میاں مامدی کہنا شروع کر دیا جو کہ غلط العام ہے۔ آج یہ بستی محمدی شریف کے نام

Marfat.com

سے معروف ہے۔

اولاد (بمطابق شجرہ میاں امام الدین صاحب)

میاں امام الدین--- حافظ شیخ سعداللہ--- میاں خیر محمد--- میاں کریم بخش--- میاں خدا یار--- میاں غلام محی الدین--- میاں عبدالرحمٰن--- میاں عبدالغفور--- حضرت مولانا محمد ذاکر--- صاحبزادہ مولانا محمد رحمت اللہ

Marfat.com

باب دوم

(حصہ اول)

# مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ

## پیدائش سے تعلیم و تربیت تک

- میاں عبدالغفورؒ
- پیدائش
- تعلیم و تربیت
- ابتدائی تعلیم
- درسگاہ چنیوٹ
- درسگاہ ملتان
- درس گاہ بہاولپور
- درسگاہ سیال شریف
- درسگاہ دیوبند

Marfat.com

## مولانا عبدالغفورؒ

آپ حضرت میاں امام الدین صاحبؒ کی پشت سے ساتویں درجے پر ہوئے۔ آپ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم میں حافظ محمد جویا صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا جن کا درس قرآن محمدی شریف کے قدیم مدارس میں بڑا ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے بعد فارسی درسیات حضرت استاذ سید اللہ جوایا شاہ صاحب سے پڑھیں۔ عربی تعلیم کے لیے مسجد کھوکھراں چنیوٹ کے مشہور درس میں مولانا سلطان محمود صاحب چنیوٹی کے سامنے زانوئے تلمیذ تہہ کیا۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کو آپ کی تعلیم کا بڑا خیال تھا۔ چنیوٹ میں آپ اپنے سر پر سامان خورد و نوش اٹھا کر پہنچاتے تھے۔ ان دنوں موجودہ تیز رفتار ذرائع نقل و حمل کا تصور بھی نہ تھا۔ شدید تکلیف دہ اور سنگلاخ جھاڑیوں سے اٹے پڑے راستے پر چلنا ایک بہت بڑا جانکاہ فیصلہ ہوتا۔ مولانا عبدالغفورؒ نے مشکوۃ شریف تک حدیث کی کتابیں پڑھیں، تعلیم کے لیے آپ ضلع ملتان میں گھوٹہ کے مشہور درس میں بھی تشریف لے گئے لیکن دیگر گھریلو مشاغل کے غلبہ کی وجہ سے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے اور واپس گھر آ گئے۔

آپ نے درسی تعلیم تو ختم کر دی لیکن مطالعہ ترک نہ کیا اور گھر پر متعدد کتابیں خرید کر ذاتی کتب خانہ بنایا۔ جس میں فتاویٰ عالمگیری، مبسوط، بحرالرائق، فتاویٰ شامی، تفسیر مواہب الرحمٰن، تفسیر خازن اور معالم التنزیل جیسی ضخیم کتب شامل کیں اور ان سے بعض اپنے زیر مطالعہ رکھیں۔

اپنے والد حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی ۱۳۳۰ھ میں وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نفلی عبادات کا بڑا التزام رکھتے۔ نماز تہجد پر دوام فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب راتیں طویل ہو جاتی ہیں تو تہجد خوان کے لیے گویا فصل پختہ ہو جانے کے دن آ جاتے ہیں۔ راتیں کم ہونے پر اس کو حسرتیں جکڑ لیتی ہیں کہ کاش کچھ وقت اور ملتا تو مزید نوافل ادا کر لیتا۔ اپنے بزرگان دین اور مشائخ کے اوراد و وظائف کا پورا اہتمام رکھتے۔ طلوع فجر سے پہلے سنت کے مطابق تھوڑا سا آرام کرتے۔ پھر اذان کے بعد حسب معمول بعد از طہارت فجر کی سنت ادا کرتے اور وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد دعائے خیر تک مسجد ہی میں مصروف ورد رہتے۔ دعا کے بعد مسجد سے متصل حجرہ میں تشریف لے جا کر مشائخ کے دستور کے مطابق اوراد و وظائف ادا کرتے۔ وظائف سے فراغت کے بعد بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے۔

Marfat.com

فراغت کے بعد حسب معمول وضو کر کے نوافل چاشت ادا کرتے۔ اس کے بعد آپ کتب کا مطالعہ فرماتے جس میں مثنوی شریف، مطالب رشیدی، آداب الطالبین، فتاویٰ عالمگیری اور غایت اوطار شرح درالمختار جیسی کتب آپ کے اکثر زیر مطالعہ رہتیں۔ ضروری ہوتا تو بعض مسائل کے لیے اپنے استاذ حضرت سید اللہ جوایا شاہ صاحب سے مشورہ کر لیتے یا دیگر کتب دیکھ لیتے۔ اگر پھر بھی تشفی نہ ہوتی تو چنیوٹ میں اپنے استاذ مولانا سلطان محمود صاحب کی طرف رجوع فرما لیتے۔ دوپہر کو ماحضر تناول فرمانے کے بعد طریقہ کے مطابق قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی اذان سے پہلے طہارت حاصل کر کے مسجد میں نوافل اور دیگر اوراد و وظائف ادا کرتے۔ اس کے بعد نماز باجماعت ادا کر کے حسب معمول باداموں پر ختم خواجگان پڑھتے، جس میں بعض نمازی اور طالب علم بھی شریک ہوتے۔ ختم مذکور کی دعائے خیر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ کبھی کبھی دلائل الخیرات کا وظیفہ بھی ادا کر لیتے۔ تلاوت کے بعد تفسیر حسینی یا تفسیر مواہب الرحمٰن کا مطالعہ فرماتے یا کسی دوسری کتاب کی طرف اگر حاجت ہوتی تو رجوع کرتے اور اس طرح عصر کی نماز تک آپ کا یہ معمول رہتا۔ نماز عصر باجماعت ادا کرنے کے بعد ضروری اوراد و مسبعات سے فراغت کے بعد قرآن کے طالب علموں کا خود سبق سنتے۔

اس مصروفیت سے فارغ ہو کر اپنے حجرہ میں ذکر خفی میں مشغول ہو جاتے۔ اس سے پہلے آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ عصر کے اوراد و وظائف کے بعد قبرستان میں اپنے اکابر کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے جاتے۔ بعد میں یہ معمول صبح کے اوراد کے بعد پورا کرتے۔

نماز مغرب کے بعد نوافل اوابین ادا کرتے اور دیگر وظائف ادا کرتے۔ اس مصروفیت کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد حاضرین میں کچھ دیر محو گفتگو رہتے۔ اس کے بعد عشاء کی اذان و جماعت ہوتی۔ اذان و جماعت کے درمیان حسب معمول ۴۹ اذانیں کہلواتے۔ جو سات آدمی کہتے۔ نماز عشاء کے بعد مسجد سے باہر آ کر اپنے حجرہ میں باقی نماز و نوافل ادا کرتے۔ آپ کے اوراد و وظائف اپنے اپنے اوقات میں کتاب مجموعہ وضائف ولائل الخیرات، ص ۱۲، تا ص ۱۶ مطبوعہ لاہور کے اندر فارسی عبارت میں مذکور ہیں۔ وہاں یہ تصریح بھی ہے کہ یہ اوراد و وظائف حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ سے منقول ہیں۔

آپ ماہ رمضان المبارک کا بڑا اہتمام فرماتے۔ عید الفطر کے بعد سے چھ روزے بھی حسب سنت رکھتے۔ اس کے علاوہ ہر ماہ کے ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵) کے تین روزے

Marfat.com

بھی رکھتے۔ ماہ شعبان میں تیرہ تاریخ سے روزے رکھنے شروع فرما دیتے۔ عیدالفطر کے سوا چھ چھ شوال تک برابر روزے رکھتے رہتے۔

آپ کا لباس موٹا دیسی کھدر سفید ہوتا۔ قمیص دیسی طرز پر گریبان والی سلواتے۔ موسم گرما میں ہلکے کپڑے کا سفید قمیص پہنتے۔ بٹن دیسی طریقہ کے مطابق گھنڈی کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ تہبند عموماً سفید ہوتا۔ اوپر اوڑھنے کے لیے نیلا کپڑا بنواتے اور بوقت ضرورت استعمال کرتے۔

سر پر عموماً سفید ٹوپی (چار کلی) ہوتی۔ سخت سردیوں میں بعض دفعہ گرم ٹوپی بھی استعمال فرما لیتے۔ جب کبھی نماز پڑھانا ہوتی تو اوپر والے ہلکے کپڑے کی دستار بنا کر نماز پڑھاتے۔ پگڑی کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ مولانا محمد نافع صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنی جوانی کے شوق میں پگڑی کو مایہ لگوایا اور طرہ دار بنوا کر باندھا۔ جیسا کہ شوقین لوگ اہتمام کرتے ہیں۔ اس پر والد صاحب نے اپنے پاس بلوا کر بڑے مشفقانہ انداز میں تنبیہہ فرمائی کہ جیسے تیرے بھائی محمد ذاکر اور محمد صالح سادہ پگڑی استعمال کرتے ہیں' اسی طرح تم بھی کیا کرو۔

آپ کے استعمال کی چارپائی نہایت سادہ ہوتی۔ جو بعض دفعہ ناڑی کے بان کی بنی ہوئی ہوتی۔ اسی طرح آپ کا بستر بھی بالکل سادہ اور معمولی قسم کا ہوتا۔ جس میں ایک گدہ' ایک لحاف اور ایک چھوٹا سا بالین ہوتا۔ ہمیشہ سادہ چٹائی پر بیٹھتے۔ نماز کے لیے حجرہ میں ایک دری کا سادہ سا مصلیٰ استعمال کرتے جبکہ مسجد میں کبھی اس کا اہتمام نہ کرتے۔

آپ کی خوراک انتہائی سادہ ہوتی۔ صبح ناشتے کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ حتیٰ کہ گرمیوں میں لسی بھی بطور ناشتہ نہیں فرماتے تھے۔ دوپہر کو روٹی کے ساتھ لسی کا استعمال کرتے۔ کوئی سالن وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔ رات کو موسم کے مطابق کبھی کبھی کوئی سالن ہو جاتا۔ جس کے بعد بقدر طلب دودھ استعمال کر لیتے۔ روٹی ہمیشہ مٹی کی تھالی میں رکھ کر تناول فرماتے اور پینے کے لیے بھی عموماً مٹی کا پیالہ استعمال کرتے۔ ہمیشہ رو بقبلہ ہو کر کھانا تناول فرماتے۔

آپ کو بچپن ہی میں آپ کے والد صاحبؒ نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ سے بیعت کرا دیا تھا۔ پھر شیخ موصوف کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ محمد الدین (ثانی صاحب) کے حضور حاضر ہو کر حسب دستور استفادہ کرتے رہے۔ اپنے والد محترم سے بھی متعدد اوراد و وظائف آپ کو حاصل ہوئے۔ والد صاحب کی رحلت کے بعد آپ کو حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب کی طرف سے سلسلہ چشتیہ کی نیابت و خلافت پر سرفراز

Marfat.com

فرمایا گیا۔ حضرت میاں امام الدین المعروف فقیر صاحب کے خاندان سے حسب روایت قدیمی بڑی مسجد میں مصلی نشینی پر بھی آپ کو جانشین بنایا گیا اور تا حین حیات اس منصب پر سرفراز رہے۔

فقیر صاحب کے دور سے درس دینی کا جو سلسلہ شروع تھا' وہ آپ کے دور میں بھی قائم تھا بلکہ اس دور میں کئی جگہوں پر مردوں اور خواتین کے لیے درس و تدریس کا اہتمام تھا۔ چاہ چکی والا قدیم تاریخی فقیر صاحب کے دور کا کنواں ہے۔ یہاں پر جویا صاحبان (حافظ غلام محمد صاحب اور حافظ جیون صاحب) جو آنکھوں سے نابینا تھے' کا درس تھا۔ اس درس سے ہی حضرت مولانا عبدالغفور صاحب نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں محمدی قائم مسجد جس کو اب عرف عام پکی مسجد کہا جاتا ہے' حافظ جویا صاحبان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد حافظ غلام محمد صاحب ولد میاں شیر محمد صاحب نے درس دینا شروع کیا۔

یہ حلقہ درس اب تک قائم ہے۔ حافظ غلام محمد صاحب کی دینی خدمات ہی ان کا سب سے بڑا ورثہ ہے۔ اس بندۂ خدا نے چالیس سال تک قرآن مجید اور دین کی بلا معاوضہ خدمت کی۔ اس کے علاوہ رمضان میں لوگوں کو جگانا' طلبہ' مسافروں اور معتکف حضرات کا کھانا لانا' حفاظ کا قرآن سننا اور ان کی تعلیمی نگرانی آپ کا وظیفہ زندگی رہا۔

خواتین کو قرآن کی تعلیم دینے اور ان کی دینی تربیت کا بھی فقیر صاحب کے دور سے اہتمام چلا آ رہا تھا۔ تین درس اس اعتبار سے بڑے معروف تھے۔ پہلا درس مسماۃ ست بھرائی زوجہ مولوی بہاول بخش کا تھا' جس میں آپ نے کافی مدت تک لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیٹی مسماۃ رحمت بی بی نے درس کو جاری رکھا۔

دوسرا درس مسماۃ اماں بختاور زوجہ حافظ عبدالکریم صاحب کا تھا۔ یہ حافظ غلام فرید صاحب کی والدہ تھیں۔ انہوں نے یہ سلسلہ درس اپنی ساری عمر چلایا جس سے بچیوں اور بچوں کی کثیر تعداد نے فائدہ اٹھایا۔

تیسرا درس مسماۃ فتح بی بی کا تھا جو ان کی ساری زندگی ان کا وظیفہ بنا رہا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بیٹی مسماۃ حیات بیگم صاحبہ نے یہ درس جاری رکھا اور ان کی زندگی تک یہ درس بھی جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو غریق رحمت فرمائے۔ (آمین بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم)

مولانا عبدالغفور صاحب کی زندگی ایک متوازن اور متعدل مزاج کی حامل تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کی صحت عام طور پر بہتر رہتی۔ تاہم موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کبھی کبھی نزلہ زکام کی شکایت ہو جاتی۔ ایک دن حجرہ میں ہی پانی منگوا کر وضو کا قصد کیا۔ میاں احمد

Marfat.com

کمہار، حافظ صالح محمد اور الٰہی بخش نے وضو کرانے کے لیے آمادہ تھے اور مولانا محمد شریف صاحب کو آپ نے جماعت کرانے کا حکم دیا۔ انہوں نے جماعت شروع کروا دی لیکن اسی دوران آپ کی طبیعت مختلف ہوگئی۔ پسینہ جاری ہوگیا۔ جس پر آپ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا اور اسی کے ساتھ ہی آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی (انا للہ و انا الیہ راجعون) اسی طرح عالم اجسام کا یہ سفر نماز کی جلدی میں وضو کی ابتدا پر اختتام پذیر ہوا۔ حدیث شریف کے مضمون کے موافق عالم آخرت میں اسی صورت پر حشر ہوگا (سبحان اللہ)

آپ نے جمعرات خمیس کے روز بتاریخ ۱۸ ربیع الاول ۵۶ ۱۳ھ بمطابق ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء وفات پائی۔ میاں احمد کمہار، حافظ احمد ولد تاج، حافظ صالح محمد اور میاں جلال الدین چدھڑ نے آپ کو غسل دیا۔ نماز مغرب کے بعد موصوف کا جنازہ اٹھایا گیا۔ ایک کثیر مخلوق جو کہیں سمائے نہیں آتی تھی، نے قبرستان کے مغرب میں خالی جگہ پر آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ مولانا نور محمد صاحب برخورداری نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ حضرت مولانا عبدالرحمٰن دوم کے مزار کے شرقی جانب دفن ہوئے۔

آپ نے تین بیٹے چھوڑے جن میں مولانا محمد ذاکرؒ سب سے بڑے، حافظ صالح محمد ان سے چھوٹے اور مولانا محمد نافع صاحب سب سے چھوٹے تھے۔ مولانا محمد ذاکر آپ کے بعد جانشین بنے۔ جن کی خدمات اور سوانح کا تفصیلی جائزہ ہمارا مقصود ہے۔

## پیدائش حضرت مولانا محمد ذاکرؒ

حضرت میاں عبدالغفور صاحب کی شادی خانہ آبادی میاں پیر محمد صاحب کی دختر نیک اختر مساۃ عائشہ بی بی سے ہوئی۔ یہ نہایت نیک طینت اور حلیم الطبع خاتون تھیں۔ موصوفہ کے بطن سے تین بیٹے اور ایک بیٹی متولد ہوئی۔ بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے مولانا محمد ذاکرؒ درمیانے حافظ صالح محمد اور سب سے چھوٹے مولانا محمد نافع ہوئے۔ مولانا محمد ذاکر کے بعد ایک بیٹی متولد مساۃ غلام فاطمہ بی بی ہوئی جس کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی میاں نصیر الدین صاحب ولد میاں عبدالرحیم صاحب سے ہوا۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی اور کچھ ہی مدت کے بعد ایک طویل عرصہ بیمار رہ کر رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ اپنے والد کی بہت پیاری اور لاڈلی بیٹی تھیں۔ اس لیے آپ کو قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ فقہ کی کتاب انواع بارک اللہ بھی پڑھائی گئی۔

مولانا محمد ذاکرؒ کی پیدائش کا صحیح پتہ نہیں چل سکا۔ مولانا کی اپنی خود نوشت ڈائری میں سن پیدائش ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰۳ء درج ہے۔ مولانا خود لکھتے ہیں:

Marfat.com

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۳۲۰ھ (تیرہ سو بیس) میں بندہ کی ولادت ہوئی۔ حسب ارشاد زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین اشرف الاولیاء سیدی و مرشدی حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ثانی سیال شریف نے "محمد ذاکر" نام رکھا گیا"۔

ایک معمر بزرگ ----- کی روایت کے مطابق مولانا محمد ذاکر صاحب کی جب پیدائش ہوئی اور اس کی اطلاع سیال شریف کی گئی تو اس وقت سرگودھا کے ایک زمیندار نواب میاں محمد حیات قریشی بھی موجود تھے۔ وہ بھی اسی خانوادہ کے نیازمند تھے۔ اس کے ہاں بھی بیٹے کی پیدائش ہوئی تھی۔ وہ بھی بیٹے کے نام کے رکھنے کے لیے حضرت سجادہ نشین ثانی کے حضور حاضر تھے۔ حضرت ثانی صاحب نے دونوں نووارد مہمانوں کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور دونوں کا نام محمد ذاکر رکھا۔ یہ دوسرے میاں محمد ذاکر قریشی بعد میں مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ کے سیکرٹری اور وزیر مذہبی امور رہے اور مولانا محمد ذاکر کے دست راست تھے۔ ان سے اس روایت کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے اپنے نام کے رکھے جانے کی روایت کو دہرایا اور کہا کہ اس بات کا تو مجھے اندازہ نہیں کہ مولانا محمد ذاکر سے دیگر تعلقات کے ساتھ اسے اس حوالے سے بھی بڑی نسبت ہے۔

"تحریک جامعہ محمدی" کے مصنف مولانا سید محمد متین ہاشمی نے آپ کا سن پیدائش ۱۹۰۴ء بتایا ہے۔ یہ کتاب خود مولانا محمد ذاکرؒ نے شائع کروائی اور اس طرح اس کتاب کی روایت کو بھی مولانا محمد ذاکر سے گویا سند صحت حاصل ہوگئی۔

## تعلیم و تربیت

مولانا محمد ذاکرؒ ایک علمی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اس لیے آپ کی تعلیم و تربیت خالص علمی و روحانی اقدار کے سائے میں ہوئی۔ آپ کی زندگی کے ابتدائی چار سال شیر خواری اور بچپن کی آزادی میں گزرے۔ خواجہ محمد دین ۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ حضرت ثانی صاحب پاکپتن تشریف لے جاتے ہوئے محمدی شریف میں رونق افروز ہوئے۔ یہ حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب کا دور تھا۔ حضرت میاں صاحب کی مساعی جمیلہ اور عنایات کریمانہ سے مولانا کی تعلیم کی رسم بسم اللہ حضرت ثانی صاحبؒ نے کی۔ اس طرح آپ کی تعلیم کا سلسلہ حضرت خواجہ محمد الدین صاحبؒ جیسے معروف روحانی پیشوا کی نظر کرم سے ہوا۔

Marfat.com

## ابتدائی تعلیم

رسم بسم اللہ کے بعد جناب حافظ غلام محمد صاحب سے قرآن مجید کو باقاعدہ طور پڑھنا شروع کیا۔ آپ کی تدریس قرآن پر مولانا عبدالرحمٰن صاحب بڑی توجہ دیتے۔ مولوی حافظ عبدالصمد صاحب سے بھی کچھ عرصہ آپ نے قرآن مجید پڑھا۔ ۱۳۲۹ھ میں جب میاں عبدالرحمٰن صاحب حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب کے ساتھ حج پر جانے لگے تو اس وقت آپ چوتھا پارہ حفظ کر رہے تھے۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۰ بمطابق ۱۹۱۱ء میں جب حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب سفرحج سے واپسی کے بعد رحلت فرما گئے تو مولانا محمد ذاکر نے قرآن مجید ناظرہ پڑھنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ معمولی اردو بھی لکھنا پڑھنا شروع کر دی۔ ایک سال ابتدائی لکھنا پڑھنا سیکھنے کے بعد حکیم سید اللہ جوایا شاہ صاحب سے فارسی پڑھنا شروع کی۔ کریمانہ سے لیکر سکندر نامہ وغیرہ تک کی ابتدائی کتب حکیم صاحب سے پڑھیں۔

تعلیم فارسی کی اس جماعت میں حافظ فضل الٰہی صاحب منشی محمد صالح صاحب مہر احمد دین عرف دولت جپہ آپ کے ہم سبق تھے۔ ۱۳۳۶ھ میں مولانا حکیم اللہ جوایا شاہ صاحب سے جب باب الصرف پڑھنا شروع کی تو جی چاہنے لگا کہ کہیں دوسرے مکتب جا کر تعلیم حاصل کریں۔ چنانچہ اپنے والد محترم میاں عبدالغفور کے حضور درخواستیں گزارنا شروع کر دیں۔ دارالعلوم ضیا شمس الاسلام سیال شریف انہی دنوں نیا نیا کھلا تھا۔ عرس پر حاضری کا موقع ملا۔ حضرت ثالث صاحب بہت مصروف تھے' اس لیے گفتگو نہ ہو سکی۔ بعد میں چند مخلص بزرگوں کے مشورہ سے یہاں داخلہ لینے سے رک گئے۔ چنانچہ واپس محمدی آ گئے اور اپنے والد محترم میاں عبدالغفور صاحب کے ارشاد کے مطابق حضرت مولانا سلطان محمد کھوکھر عربی معلم ایم بی ہائی سکول چنیوٹ کی خدمت میں حاضر ہو کر عربی تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔

## درس گاہ چنیوٹ

مولوی سلطان محمود صاحب اوقات ملازمت سکول کے علاوہ زائد وقت میں گھر پر تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ وہاں جا کر صرف و نحو کی باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی۔ پہلے پہل چنیوٹ میں مولانا موصوف کے ٹھہرنے اور کھانے پینے کا انتظام مولانا سلطان محمود صاحب کے ہی گھر تھا مگر بعد میں میاں الٰہی بخش اور میاں اللہ بخش بخش ووڑان چنیوٹ کے گھر کھانا پینا شروع ہوا۔ میاں عبدالغفور صاحب اپنے دور تعلیم میں انہی کے ہاں رہتے تھے۔ میاں

Marfat.com

صاحبان کے گھر آٹا گھی وغیرہ دے دیا جاتا۔ اور وہ بلا ناغہ بڑے شفقت سے آپ کو کھانا پکا کر دیتے رہے۔ مولانا اس دوران مسجد کھوکھراں کے ساتھ مشرقی جانب ایک مکان میں رہتے رہے۔ یہ مکان مولانا سلطان محمود کا تھا اور وہ سکول سے فراغت کے بعد یہیں تعلیم دیتے۔ اس طرح کتب صرف تھوڑے ہی عرصہ میں ختم کر لیں۔ ہدایت النحو' کافیہ بھی شروع کیا تھا کہ یہاں مولانا سید غلام قادر شاہ صاحب للیانی سہارنپوری جو اسی مسجد میں قیام پذیر تھے' سے راہ و رسم ہوگئے۔ وہ ھندو ھائی سکول چنیوٹ کے عربی معلم تھے۔ چنانچہ کافیہ ان سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس سے مولانا سلطان محمود صاحب کو خاصی ناراضگی ہوئی۔ لیکن شاہ صاحب کی دلکش تدریس و تعلیم کی وجہ سے ہٹ نہ سکے۔ چنانچہ الفیہ' شافعیہ' کافیہ' ختم کر دیں اور شرح جامی و کنز الدقائق کتب پڑھنا شروع کیں۔ چنیوٹ میں دو سال تک یہ سلسلہ تعلیم رہا۔ اس دوران محمدی شریف صرف چند ایک بار آئے۔ چنیوٹ سے سیر ہو جانے کی وجہ سے والد محترم سے ملتان جانے کی رخصت مانگی۔ والد محترم نے نیم دلی کے ساتھ اجازت دے دی۔

## درس گاہ ملتان

رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ جیسے ہی ختم ہوا ملتان کے لیے آپ نے رخت سفر باندھا۔ براستہ چنیوٹ چک جھمرہ گاڑی کے ذریعے صبح کو ملتان پہنچے۔ وہاں اپنے آباء و اجداد کے پیر حضرت مخدوم شیخ احمد کبیر صاحب خلف الصدق جناب مخدوم حسن بخش صاحب کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ صاحب بڑی بندہ نوازی سے پیش آئے۔ دوسرے دن مدرسہ نعمانیہ بیرون بوہڑ دروازہ پہنچے۔ حسب دستور درخواست داخلہ دی اور داخل مدرسہ ہوگئے۔ طعام و قیام مخدوم صاحب کے ہاں تھا۔ مدرسہ نعمانیہ میں ان دنوں مولانا محمد اشرف صاحب معلم اعلیٰ اور مولانا محمد یار صاحب نائب معلم اور مولانا کلیم اللہ صاحب معلم سوم تھے۔ اسباق صرف حضرت موخرالذکر کے پاس تھے۔ شرح جامی اور کنز الدقائق شروع کیں۔ پڑھائی قدرے اچھی تھی لیکن کوئی ڈھب کا ہم جماعت و ہم نشیں وہاں نہ ملا جس کے ساتھ مل کر تکرار اسباق کر لی جاتی۔ ایک دوست مولوی مہرداد خان صاحب متوطن تونسہ شریف تھے۔ نہایت خلیق' محنتی اور لائق تھے۔ آپ کے ہم عمر اور نہایت قابل طالب علم تھے لیکن باہم رہائش کی دوری کی وجہ سے تکرار اسباق نہ ہو سکتی تھی۔ دونوں دوست ایک دفعہ جب گھوٹہ گئے اور مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہاں کے تعلیمی درسی حالات سے آگاہی حاصل کر کے واپس اسی دن شام مدرسہ آ گئے۔

Marfat.com

واپس مدرسہ پہنچے تو طلبہ نے وظیفہ میں اضافہ کے مطالبہ کے ساتھ ہڑتال کر رکھی تھی۔ مہتمم اور دیگر اساتذہ مطالبہ ماننے سے انکاری تھے جبکہ طلبہ مطالبہ کے حق میں بضد تھے۔ تعلیم بھی خاصی گڑ بڑ کا شکار ہو گئی۔ چنانچہ اس وجہ سے کئی طلبہ گھروں سے واپس نہ آئے۔ مولانا موصوف بھی حالات سے بددل ہو کر بہاولپور جانے پر تیار ہو گئے۔ حضرت مخدوم صاحب سے جب اجازت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو یہاں جب کوئی تکلیف نہیں ہے تو پھر کیوں یہاں سے جاتے ہو۔ مخدوم صاحب چونکہ مولانا گھوٹوی صاحب کے طریق درس سے واقف نہیں تھے' اس لیے ان کا انکار جائز تھا۔ مولانا نے مخدوم صاحب کو پورے حالات شرح و بسط کے ساتھ پیش کیے تو مخدوم صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے اجازت بخش دی۔

## درسگاہ بہاول پور (مدرسہ صدر دینیات (جامعہ عباسیہ) بہاولپور

مخدوم صاحب کی اجازت سے مولانا بہاولپور آ گئے۔ جب مولانا اسٹیشن سے اتر کر متصل چوک جامع مسجد شیریں گئے اور وہاں سے مدرسہ صدر دینیات کھلا تھا اور تعلیم جاری تھی۔ حضرت مولانا محمد شاکر صاحب حقانی اعزازی معلم ایک کمرے میں درس دے رہے تھے۔ مولانا کو مدرسہ کے دیگر مدرسین سے ان کی پڑھائی بہت زیادہ دل لگی۔ مولانا صاحب کا رہائشی مکان اندرون موریہ دروازہ تھی۔ مولانا نے انہی کے ہاں رہائش فرمائی اور شاکر صاحب نے آپ کے حالات سن کر کامل مہربانی فرمائی۔ آپ نے اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر رکھا۔ آپ کی والدہ کمال شفقت سے پیش آئیں۔ مدرسہ صدر دینیات بہاولپور میں مولانا احمد دین صاحب سے کنز اور شرح جامی شروع کی۔ مولانا محمد شاکر صاحب کے پاس شرح تہذیب اور اصول شاشی شروع کر دی۔ مدرسہ کے معلم اعلیٰ مولانا فاروق احمد صاحب سہارنپوری تھے اور معلم ثانی مولانا سعید احمد ہزاروی تھے۔ مولانا محمد شاکر صاحب کی تعلیم برجستہ اور اعلیٰ ہونے کی وجہ سے مولانا کو بہت پسند تھی۔ اس لیے بعد میں جملہ اسباق آپ نے انہیں کے پاس پڑھنے شروع کر دیے۔ اس طرح ہوتے ہوتے آپ کی تعلیمی حالت بڑی بہتر ہو گئی۔ شرح جامی' کنز الدقائق وغیرہ ختم ہو گئیں اور ان کے بعد شرح وقایہ' قطبی' سبعہ معلقہ نور الانوار بھی ختم کر لیں۔

مولانا محمد ذاکر ایک محنتی اور کم گو طالب علم تھے۔ مولانا شاکر صاحب کی سرپرستی نے اس پر اور اضافہ کیا کہ مولانا نے مدرسہ صدر دینیات (جامعہ عباسیہ) کے سالانہ امتحان میں سو نمبروں میں سے پچانوے نمبر حاصل کیے۔ مولانا کو یہ ساری سعادت اساتذہ و علماء

Marfat.com

سے گہرے تعلق کی بنا پر تھی۔ ایک ملاقات میں آپ کے استاد مولانا محمد صادق نے فرمایا کہ مدت سے میں درس و تدریس کے شغل میں رہا ہوں۔ بہت خاندانی اور نیک طالب علم بھی زیر تعلیم رہے ہیں لیکن جس کے بچپن، لڑکپن اور جوانی کی معصومیت کی قسم کھائی جاسکتی ہے، وہ صرف محمد ذاکر دیکھا ہے۔

مولانا محمد ذاکر کو مدرسہ صدر دینیات میں دو سفر پیش آئے جو آپ کے علماء سے تعلق قلبی اور آپ کی بلند بختی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ مولانا نے اپنی ذاتی یادداشت میں ان سفروں کی تفصیل کچھ یوں رقم فرمائی ہے۔ اس میں سے بقدر ضرورت ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔

ماہ ذوالحجہ ۱۳۳۹ھ میں مخدومی حضرت استاد مولانا محمد شاکر صاحب حقانی اور ان کے برادر حقیقی مولانا محمد صادق صاحب نے عرس حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ پر جانے کا قصد فرمایا۔ مجھے بھی اہل چشت کا غلام ہونے سے خیال آیا کہ شرف زیارت حاصل کروں۔ وہاں آقا من قبلہ حضرت صاحب ثالث مدظلہ تشریف فرما تھے۔ اس سے پہلے قریباً چار سال کے عرصہ سے موقعہ حاضری آقا حاصل نہ ہوا تھا۔ صوفی اللہ داد ماچھی سے مل کر شرف قدم بوسی حاصل ہوا۔ آنحضور نے بہت مہربانی فرمائی۔ تعلیمی حالات سارے دریافت فرمائے۔ دو دن وہاں ٹھہرنے کے بعد حضرت صاحب قبلہ براستہ بہاولپور لاہور تشریف لے گئے اور میں تعلیم میں مشغول ہوگیا۔

دوسرا واقعہ کی تفصیل یوں ہے:

اسی سال کے اخیر میں منچن آباد کے مدرسہ عربیہ کا سالانہ جلسہ ہونے والا تھا۔ ہمارے استاد المعظم بھی مدعو تھے۔ اور خصوصاً چونکہ اجلاس کی صدارت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم دیوبندی نے فرمانی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت مولانا ممدوح جزیرہ مالٹا سے تازہ رہا ہو کر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ارادہ ہوا کہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ کی زیارت کرلیں۔ چنانچہ میرے استاد صاحب اور مولانا محمد صادق صاحب کو بھی شوق پیدا ہوا کہ چلو چلیں شیخ الہند کی زیارت کریں گے۔

بہاولپور سے منچن آباد پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند بوجہ علالت تشریف نہیں لاسکے۔ استاد صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمود الحسن کی زیارت ضرور کرنی ہے۔ اس لیے سب دیوبند چلیں۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ وہاں سے ریل گاڑی میں بیٹھ کر براستہ بھٹنڈہ جنکشن انبالہ وغیرہ رات کو سہارنپور اترے۔ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچے۔ وہاں دارالعلوم کی سیاحت کی۔ درسگاہیں، دارالاقامہ، کتب خانہ (عالیشان) کی سیر کی۔ دوسرے دن

Marfat.com

دیوبند چلے۔ وہاں پہنچ کر سید حضرت محمود الحسن کی قیام گاہ پر پہنچے۔ شرف زیارت حاصل ہوا۔ مولانا موصوف بہت ہی ضعیف العمر' بیمار اور لاغر تھے۔ آپ آہستہ آہستہ کلام فرماتے تھے۔ بڑے بڑے فاضل اور علامہ دست بستہ حلقہ بگوش تھے۔ ہر ایک اشارہ کے منتظر' لوٹا' چھڑی' مصلیٰ' رومال' غرض اپنی اپنی جگہ کوئی نہ کوئی چیز اپنی تحویل میں لیے ہوئے تھے۔ جناب ممدوح نے نہایت مہربانی سے تکلم فرمایا۔ حالات دریافت کیے اور بہت خوش ہوئے۔

مولانا محمد صادق نے اس سفر کی مزید تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا "ہم نے ایک دفعہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی زیارت کا پروگرام بنایا۔ مولوی محمد ذاکر کم سن بھی تھے اور ہمیں یہ بھی خیال تھا کہ ایسی ویسی بات نہ کر بیٹھے جس کو شیخ الہند سختی کے ساتھ منع فرمایا کرتے ہوں۔ ہم نے انہیں یہیں رک جانے کے لیے کہا مگر انہوں نے اصرار کیا اور وعدہ کیا کہ میں صرف زیارت کروں گا۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ چنانچہ جب حضرت کی خدمت میں پہنچے' ہم نے انہیں دانستہ طور پر سب سے پیچھے رکھا ہوا تھا۔ مگر یہ صاحب نہ جانے کس طرح ہمت کر کے آگے بڑھے' مصافحہ کیا اور منہ سے ایک بے ساختہ آواز نکلی۔ حضرت ممدوح کے جسم بوسی کی کوشش کی۔ ہم ڈر رہے تھے کہ اب شامت آئی مگر کیا دیکھتے ہیں کہ آپ نے محمد ذاکر کو دونوں ہاتھ سے تھاما' اپنے مسند پر قریب بٹھایا' تسلی دی اور کمال شفقت سے حالات دریافت فرمائے۔ مجلس برخاست ہونے تک اپنے پہلو میں یوں بٹھائے رکھا' جیسے کوئی شفیق باپ عزیز بیٹے کو گود میں لے لیتا ہے۔ اب تو ہم محمد ذاکر کی قسمت پر رشک کر رہے تھے۔ حضرت مولانا محمد ذاکر نے اپنے اس سفر دیوبند کی جھلکیاں کچھ قلم کی نذر کی ہیں جن سے ان کا دینی ذوق و مذہبی شوق کا پتہ چلتا ہے۔ ذیل میں وہ جھلکیاں بھی مولانا کے الفاظ میں ہی درج کی جاتی ہیں۔

"دوسرے دن دارالعلوم اسلامیہ دیوبند کی سیر کی۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب اور مولانا رسول خان (ہزاروی) مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی' مولانا مرتضیٰ حسن صاحب وغیرہم سے ملاقات ہوئی۔ دارالعلوم کا تعلیمی حصہ خاص طور پر قابل دید تھا۔ اس زمانہ میں غالباً چالیس پچاس اساتذہ ہوں گے اور چھ سو طلباء تھے۔ جن میں سرحدی' بنگالی' بعض بیرونی مصری عربی طلباء بھی تھے۔ اس وقت دارالحدیث نیا نیا تیار ہو چکا تھا۔ اس میں ابھی تعلیم شروع نہیں ہوئی تھی۔ جس کے لیے دوسرے دن خاصے اہتمام کے ساتھ حضرت شیخ الہند کو پالکی میں وہاں لایا گیا۔ اس ہال کمرہ میں تمام اساتذہ و طلبہ صفوف در صفوف بیٹھے۔ ہم بھی اس میں شریک ہوئے۔ اور حضرت مولانا مسند معلی پر رونق افروز ہوئے۔ مولانا سید انور شاہ صاحب (معلم اول مدرسہ دیوبند) نے بخاری شریف کی تلاوت کی اور

Marfat.com

سب نے شرف شاگردی تبرکاً" حاصل کیا اور دعائے خیر کے بعد اجلاس برخاست ہوا۔ اور ہم براستہ دہلی واپس عازم سفر ہوئے۔

اس تاریخی سفر کے بعد مولانا بہاولپور میں صرف ایک ماہ یا دو ماہ رہے۔ ۱۵ شعبان ۱۳۳۹ھ کو وہاں سے بڑی مشکل سے اجازت چاہی اور گھر کا راستہ لیا۔ بہاولپور کی صراحیاں اور پیالے ساتھ تھے جن کو لے کر پہلے سیال شریف حاضری دینے کا قصد تھا۔ اس لیے گھر پہنچتے ہی سر شام سیال شریف روانہ ہوگئے۔ دربار میں حاضری دی اور حضرت ثالث خواجہ ضیاء الدین صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ قبلہ حضرت بہت خوش ہوئے اور مہربان ہوئے۔

مولانا موصوف دوسرے دن اپنے مرشد خانہ حاضری دینے کے بعد واپس گھر پہنچے۔ آپ کا اب ارادہ مولوی فاضل کرنے کا تھا۔ چنانچہ آپ نے لاہور جا کر کتابیں خریدیں۔ خیر رمضان شریف گزر جانے کے بعد جب حضرت میاں صاحب سیال شریف گئے تو قبلہ حضرت ثالث مدظلہ نے آپ کے متعلق تاکید فرمائی کہ یہاں آکر پڑھے چنانچہ آپ کا مولوی فاضل لاہور میں پڑھنا موقوف رہا اور آپ ۲۰ شوال ۱۳۳۹ کو دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں پڑھنے کے لیے حاضر ہوگئے۔

## دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

مولانا نے پہلے بھی اس میں داخلہ لینے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر دوسرے مدارس سے فیض یاب ہونے کے شوق کی وجہ سے یہ فیصلہ ملتوی ہوتا رہا۔ اب جب حضرت ثالث ضیاء الدین صاحب نے حکماً" بلایا تو آپ سارے پروگرام چھوڑ چھاڑ کر سیال شریف جا پہنچے۔ دارالعلوم مذکور کے صدر مدرس حضرت علامہ مولانا محمد حسین صاحب شاہ پوری اجمیری اور نائب مدرس مولوی غلام محی الدین تھے۔ حکیم عطاء محمد صاحب اپنی یادداشتوں میں دارالعلوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پہلی دفعہ مولانا محمد ذاکر کی رفاقت کا شرف مجھے ۲۰-۱۹۱۹ء میں حاصل ہوا۔ جبکہ انھوں نے دارالعلوم سیال شریف میں داخلہ لیا۔ اس وقت وہ متوسط درجہ کے طلبہ میں سے تھے اور عنفوان شباب میں تھے۔ ہمارا مدرسہ پورے شباب پر تھا۔ اس مدرسہ کے صدر المدرسین مولانا محمد حسین صاحب تھے اور اس کے بانی و ناظم حضرت ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف تھے۔ بانی علیہ الرحمہ کی ساری توجہ مدرسہ کے ارتقا پر تھی اور صدر المدرسین کی خداداد ذہانت' تبحر علمی اور فصاحت بیانی کا

Marfat.com

شہرہ چار دانگ عالم میں ہوگیا۔ بلامبالغہ کہتا ہوں کہ ہند' سندھ' پنجاب' سرحد کے منتہی طلبہ کا ایک جم غفیر یہاں جمع تھا۔

یہ زمانہ معقول و منقول فاضل مدرسین کا ایک سنہری دور تھا۔ علم و فضل کی عظمتوں کے نام گنواؤں تو ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ صرف پنجاب کے چند فاضل اساتذہ کے اسمائے گرامی پر اکتفا کرتا ہوں۔ پنجاب کے مختلف حلقوں میں مولانا نصیر الدین' مولانا محمد دین' مولانا غلام حسین شاہ صاحب' مولانا غلام محمود پپلانواہا' مولانا غلام محمد گھوٹوی' مولانا غلام مرشد صاحب انگہ والے' مولانا محمد رفیق صاحب جھاوریاں والے' مولانا محمد اشرف صاحب ملتانی' مولانا غلام رسول صاحب انہی والے' مولانا ولی اللہ صاحب وغیرہ۔ یہ سب صاحبان بحرالعلوم اور بحر منقول و معقول کے غواص شمار ہوتے تھے۔ ان کے درس طلبہ سے بھرے ہوئے تھے اور یہ سب حضرات عمر کی کہولت (جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی عمر) میں تھے۔ ویسے پیر مہر علی شاہ صاحب' مولانا نور زمان صاحب اور احمد دین کانگوی بھی زندہ تھے مگر یہ بزرگ تدریسی مشاغل سے کنارہ کش ہو کر مسند شیخیت پر فائز ہو چکے تھے۔

اس زمانے میں مولانا محمد حسین صاحب سیال شریف تشریف لائے جو جوانی کی عمر میں تھے اور یکدم شہرت کے کمال پر پہنچے اور تشنگان علوم کے لیے چشمہ شیریں ثابت ہوئے۔ آپ مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف سے فارغ ہوئے۔ مولانا معین الدین اجمیر خیر آبادی سے سند فراغ حاصل کی اور دارالعلوم سیال شریف میں صدر المدرسین متعین ہوئے۔ دنوں ہی دنوں میں ان کی شہرت کا وہ چرچا ہوا کہ بڑے بڑے فضلاء کے مدرسوں سے طلبہ کھنچ کھنچ کر یہاں آ گئے۔ کئی تو اس نیت سے یہاں آئے تھے کہ دیکھیں تو خیر عالم معقول و منقول پر کیسے حاوی ہوگیا ہے۔ ہم اپنے سوالات سے اس کا ناطقہ بند کر دیں گے مگر یہاں پہنچتے تو یہیں کے ہو رہتے"۔

یہ تھا مولانا محمد ذاکر کے اس مکتب کا ہلکا سا خاکہ جس کے اندر مولانا کی زندگی کو ایک نئے رخ سے ڈھلنے کا موقع ملا۔ مولانا نے یہاں صحرائے سیاست میں قدم رکھا اور قوم کی حالت زار پر زندہ زبان بنے۔ تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت کی سرگرمیاں آگے ایک علیحدہ باب کی صورت میں پیش کی جائیں گی۔ یہاں صرف مولانا کی تعلیمی زندگی کا ہلکا سا خاکہ ہی پیش کیا جائے گا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولانا نے ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء میں ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں داخلہ لیا۔ اس وقت مولانا محمد حسین اجمیری جیسے مولانا معین الدین اجمیری کے مشاہیر تلامذہ میں سے ایک صدر مدرس تھے۔ مولانا نے یہاں مشکوۃ

Marfat.com

شریف' ملا حسن مختصر معانی' ہدیہ سعدیہ توضیح تلویح اور ارکان اربعہ وغیرہ وغیرہ پر مشتمل کتب پڑھیں۔ داخلہ کے ایک سال بعد تحریک خلافت شروع ہوگئی جس کی وجہ سے مدرسہ کی سرگرمیاں تعلیمی سے زیادہ سیاسی نوعیت کی ہوگئیں۔ مولانا ایک سرگرم اور انقلابی طبیعت کے مالک تھے۔ آپ نے وہاں ایک جمعیتہ الطلباء قائم کی' جس کا نام بعد میں جناب مولانا محمد حسین اجمیری صدر مدرس نے بدل کر جمعیتہ الاحرار رکھا۔ ہر جمعرات اس کے اجتماع ہوتے جس میں طلبہ کو تقاریر کرنے کا موقع دیا جاتا۔ تحریک خلافت کے شروع ہو جانے کی وجہ سے طلبہ کی طبیعت میں بھی تبدیلی آگئی۔ خود صدر مدرس کے استاد محترم جناب حضرت مولانا معین الدین اجمیری جب گرفتار ہوگئے تو ان کی تدریس میں اب علمی دلائل کی بجائے انگریز دشمن مواد زیادہ آگیا اور اس طرح طلبہ میں ایک تحریک اور تنظیم کا احساس ابھرا۔ مولانا اس کے روح رواں تھے۔ چنانچہ مولانا نے ایک رضاکاروں کی جمعیت قائم کی جس کے خود سالار مقرر ہوئے۔ آپ کی ان سرگرمیوں کی تفصیل تحریک خلافت کے باب میں آئے گی۔

مولانا کو انہی سرگرمیوں کی پاداش میں رجب ۱۳۴۰ھ میں ایک سال دس ماہ کی قید ہوگئی جو جہلم' لاہور اور روہتک کی جیلوں میں کاٹی۔ قید سے رہائی کے بعد ضیاء شمس الاسلام کے مدرسہ میں تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ جیل کے تجربات سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسلمان تعلیمی طور پر پسماندہ ہونے کی وجہ سے حکومتی حلقوں میں کوئی اثر نہیں رکھتے۔ جبکہ ہندو قوم اس لحاظ سے بہت آگے ہے۔ جیل سے واپسی کے بعد گھر آئے تو یہی ایک جنون تھا کہ کوئی مدرسہ بنا کر مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

۴ جنوری ۱۹۲۵ء کو محمدی شریف میں زمینداران کا اجلاس کیا' جس میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھنے پر اتفاق کیا گیا۔ اور یہ طے پایا کہ ہر گھر ایک روپیہ ماہوار مدرسہ کی خدمت کرے گا۔ اسی طرح کمیاں محمدی کا بھی علیحدہ اجلاس ہوا جس میں دو روپے سالانہ یا ششماہی چندہ ہر گھر کے لیے مقرر ہوا۔ چنانچہ پہلے سے جاری مدرسہ کو مزید منظم کیا۔ مسجد کی مرمت' پانی کے مناسب انتظام' اور امامت و اقامت کے مسائل پر اہل دیہہ کی توجہ دلائی۔

اپنی زمینوں کی آمد و خرچ کے مسائل سے نبٹتے رہے۔ اس طرح گھریلو پریشانیوں میں پھنس کر اور پریشان ہوئے اور اپنے آپ کو محدود دائرہ میں دیکھ کر بڑا دکھ محسوس کرتے۔ مسلمانان عالم کی حالت زار' ہندو چیرہ دستیوں اور انگریز سامراج کے مظالم دیکھ کر دل کڑھتا۔ اسی دوران آپ کی پہلی بیوی مسماۃ طالعہ بی بی ایک عرصہ بیمار رہ کر اللہ کو پیاری

Marfat.com

ہو گئیں جس سے دل اور پریشان ہوا۔ ان حالات میں اکثر آپ کا جی چاہتا کہ غلام ملک کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں۔ دل میں درد اٹھتا کہ افغانستان میں جا کر جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہوں۔

مدرسہ کی خواہش اپنوں کی عدم توجہ کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی۔ اس طرح اپنے علاقہ کے باسیوں سے اداس ہو گئے۔ اب دل یوں چھوڑ بیٹھے کہ انہیں تقریر کرنا تک گوارا نہ کرتے۔

آخر سوچا کہ ادھوری تعلیم کو مزید آگے بڑھاؤں۔ چنانچہ اپنے مرشد حضرت خواجہ ضیاء الدین مدظلہ کے حضور حاضری دی۔ وہاں ضیاء شمس الاسلام کی مجلس منتظمہ کا اجلاس ہوا جس میں آپ شریک ہوئے اور مولانا کو مدرسہ کے معاونین میں شامل کیا گیا۔ وہاں سے واپسی پر تہیہ کر لیا کہ دارالعلوم دیوبند جا کر اپنی تعلیم کی تکمیل کروں گا۔ مولانا کے ان دنوں کی ڈائریوں میں یہ مخصوص صفحات کسی صاحب کی چیرہ دستی کا شکار ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے آپ کی والد صاحب سے اجازت اور تیاری کے احوال نہیں لکھے جا سکے۔ آخر ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء کو آپ دس بجے صبح دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے۔

## دارالعلوم دیوبند

مولانا رسول خان صاحب سے ملاقات کی۔ انہوں نے نہایت شفقت فرمائی۔ اس کے بعد مہتمم صاحب کے حضور داخلہ کے لیے درخواست کی تو انہوں نے مولانا اعزاز علی صاحب' مولانا رسول خان صاحب اور مولانا غازی اخباری صاحب سے مشورہ کرنے کے لیے فرمایا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ میں خود بھی یہ فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ داخلہ دورہ حدیث میں لوں یا دیگر اسباق کو شروع کر دوں۔

چنانچہ آخر فیصلہ کیا کہ اگر امتحان سہ ماہی میں کامیاب ہو گیا تو دورہ میں داخلہ لے کر جلالین' ہدایہ وغیرہ کو مکمل کروں گا۔

۶ مئی ۱۹۲۶ء کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے مزارات پر حاضری دی اور یہ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے کہ مزارات ایک معمولی سی بالشت بھر اونچے خاک کے تودے تھے۔ بے اختیار زبان سے نکلا سبحان اللہ۔ واقعی مسنون طریقہ یہ ہے۔ اسی روز مولانا شبیر احمد عثمانی وفد خلافت ہند میں شامل ہو کر موتمر اسلامی حجاز روانہ ہوئے۔

۷ مئی کو جمعہ تھا۔ مولانا ساجد کا حسن انتظام دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ شہر کی

Marfat.com

تمام مساجد سے صرف جامع مسجد میں ہی نماز جمعہ پڑھی جاتی تھی۔

۸ مئی سے آپ کے باقاعدہ سبق شروع ہوئے۔ پہلا گھنٹہ ابوداؤد شریف کا تھا جس کو مولانا رسول جان صاحب پڑھاتے تھے۔ ان کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے یہ سبق نہ ہو سکا۔ ترمذی شریف بھی نہ پڑھی جا سکی۔ صرف بیضاوی شریف کا سبق ہوا۔

۱۱ مئی کو ترمذی شریف کا سبق ہوا۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری نے زبردست تقریر کی۔ ۱۵ مئی کو بعد نماز عشاء مدرسہ کی مسجد میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی تقریر ہوئی مولانا تقریر کے بارے میں فرماتے ہیں۔

> یہ ایک پر جوش مذہبی' تاریخی اور سیاسی تقریر تھی جس سے مارے جوش کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور دل میں آیا کہ ابھی تلوار ملے تو دشمنان اسلام کے سر قلم کر دوں۔ یہ تقریر تقریباً مولانا کے مطابق چار گھنٹے رہی جس میں قریباً پانچ ہزار نفوس کا مجمع لگا ہوا تھا"۔

۲۲ مئی کو مولانا کو باقاعدہ طور پر کمرہ رہائش کے لیے ملا۔ اس کمرہ میں آپ کے ساتھ مولانا محمد شفیع سیالکوٹی اور مولانا محبوب الٰہی صاحب منگوری رہائش پذیر تھے۔ اس سے قبل مولانا ادھر ادھر رہائش رکھتے آ رہے تھے۔

ابوداؤد شریف مولانا اصغر صاحب اور صحیح مسلم شریف کے اسباق مولانا محمد رسول خان صاحب نے پڑھانے شروع کیے۔ ۸ جون کو آپ کو اپنے مرشد حضرت رئیس الاحرار خواجہ محمد ضیاء الدین مدظلہ کی طرف سے نوازش نامہ ملا۔ جس میں کمال الطاف و عنایات کے ساتھ نصائح اور خاص کر اجازت باترغیب تعلیم دارالعلوم دیوبند تھی۔

۱۴ جون کو دیوان متنبی کا سبق شروع ہوا جسے مولانا اعزاز علی صاحب نے پڑھانا شروع کیا۔ مولانا اعزاز علی صاحب علم و ادب کو انگلیوں پر گنواتے تھے۔ اسی دوران ۲۸ جون کو ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا بدر عالم صاحب نے پڑھانا شروع کر دیا۔ صحیح بخاری شریف کا سبق حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری نے پڑھانا شروع کیا۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو مولانا مغیث صاحب کو حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب سیالوی کو دیوبند لانے کے لیے بھیجا گیا تو واپسی پر انہوں نے بتایا کہ حضرت صاحب بروز شنبہ ۲۴ ربیع الثانی تشریف لائیں گے۔ حضرت سید محمد انور شاہ کشمیری اور مہتمم صاحب دعوت کی منظوری پا کر بہت خوش تھے۔

۳۰ اکتوبر کو حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب سیالوی ۲ بجے تشریف لائے۔ حضرت مہتمم صاحب اور دیگر اساتذہ کے ساتھ طلبہ کی کثیر تعداد نے استقبال کیا۔ مولانا

Marfat.com

ظہور احمد بگوی حافظ نصیر الدین اور میاں اللہ داد خادم خاص ساتھ تھے۔ آپ کا اوپر کی درگاہ میں قیام ہوا۔ شام کو مولانا محمد ذاکر نے کمرہ نمبر ۱۴ میں قرنی اور شکرقندی کی دعوت غریبانہ پیش کی۔ شام کو حضرت صاحب آپ کی رہائش کے کمرہ میں تشریف لائے اور مولانا نے قرنی اور شکرقندی کی دعوت کو قبولیت بخشی۔ مولانا فرماتے ہیں یہ لمحہ میرے لیے نہایت سعید تھا۔

۳۱ر اکتوبر کو دارالعلوم میں عام چھٹی کر دی گئی اور حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب کے اعزاز میں ایک جلسہ استقبالیہ ہوا جس میں جناب حبیب الرحمٰن عثانی صاحب اور استاد سید انور شاہ کشمیری نے تصوف پر فاضلانہ تقاریر فرمائیں۔ مولانا ظہور احمد بگوی صاحب نے حضرت صاحب کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جس کا مفہوم یہ ہے ہم بھی اپنی جگہ حنفی ہیں لیکن صحیح اور اصلی حنفیت ہم نے یہاں آ کر دیکھی ہے۔ یکم نومبر کو آپ کلیر شریف روانہ ہوگئے۔ مولانا کو بھی آپ کے ساتھ شرف معیت حاصل ہوا۔ جب واپس ہوئے تو حضرت صاحب نے مولانا کو جناب شاہ صاحب اور مہتمم صاحب کی طرف سلام اور شکریہ کے لیے فرمایا' جو پہنچا دیے گئے۔ حضرت شاہ صاحب اور مہتمم صاحب حضرت صاحب کا سلام پا کر بہت محظوظ ہوئے۔

۳ر نومبر ۱۹۲۶ء سے ۸ر نومبر تک ششماہی امتحان ہوتے رہے' جن میں مولانا بڑی خوبی سے کامیاب ہوگئے۔

۱۹ر دسمبر کو طحاوی شریف مولانا عزیز الرحمان صاحب اور شمائل ترمذی و ابن ماجہ مولانا اعزاز علی صاحب کے ہاں پڑھنی شروع کر دی۔ ۲۴ر رجب کو مسلم شریف ختم ہو گئی تھی اور ۲۹ر رجب کو شمائل ترمذی ختم ہو گئی۔ ۸ر رجب کو ابو داؤد شریف ختم ہو گئی۔ ۱۰ر رجب کو ترمذی شریف ختم ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب نے دعائے ماثورہ فرمائی۔

یکم شعبان ۴۵ھ کو سالانہ امتحان ہوئے جو ۸ شعبان ۱۳۴۵ھ تک جاری رہا۔ آخر ۱۰ شعبان کو بفضلہ تعالیٰ مولانا سالانہ امتحان دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر محمدی شریف واپس آ گئے۔

Marfat.com

باب دوم

(حصہ دوم)

# معاشرتی حالات اور سلگتے مسائل

- خاندانی حالات
- معاشرتی حالات
- دین سے دوری
- جہالت
- تجارت پر ہندوانہ تسلط
- جاگیردارانہ تسلط
- عمال حکومت کے مظالم
- مسلمانوں کی حالت زار

Marfat.com

## خاندانی حالات

یکم مئی ۱۹۲۶ء کو مولانا موصوفؒ جب دارالعلوم دیوبند داخلہ کے لیے پہنچے اور داخلہ کے لیے دورہ حدیث اور فنون کی کتابوں کی تعلیم میں انتخاب کے مسئلہ پر پریشان ہو گئے تو اس جگہ اپنی ڈائری میں اصل پریشانی لکھ گئے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"آج یوم التشویش ہے۔ آج سارا دن اسی تذبذب اور تشویش میں گزرا کہ دورہ حدیث سے پہلے ایک دو اور کتابیں فنون کی پڑھ لوں تاکہ دورہ میں آسانی ہو اور مجھے اس کا احساس بلکہ اشتیاق ضرور ہے' مگر جب گھر والوں کی مجبوریوں کو مدنظر رکھتا ہوں تو پریشانی لاحق ہوتی ہے"۔

مولانا موصوف جناب میاں عبدالغفور صاحب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ میاں صاحب اب عمر کہولت میں قدم رکھ چکے تھے دوسرے بیٹے چھوٹے تھے جن کی تعلیم کا مسئلہ ابھی باقی تھا اور مولانا محمد ذاکر بھی ہنوز تعلیم کا سلسلہ ترک کرنے پر رضامند نہیں تھے۔ زمینداری کا تھوڑا سا سلسلہ تھا جس سے بہت کم آمدنی تھی۔ زمین زیادہ تر ریتلی اور پانی کی قلت کا شکار تھی۔ نیز ہندو بنیا کے مظالم کی وجہ سے آمدنی کا اکثر حصہ اس کی تجوری میں چلا جاتا۔

مولانا موصوف کا خاندان محمدی شریف کا سرکردہ روحانی مرکز تھا جہاں طالبان دین و دانش کی پیاس لے کر آتے تھے وہاں روحانی تسکین کے لیے مریدان باصفا کا بھی تانتا بندھا رہتا تھا۔ اس عالم میں دیکھا جائے تو مولانا موصوف گھر کے مسائل کے سلجھاؤ کے ذمہ دار تھے۔ آمد و خرچ کا توازن رکھنا' چھوٹے بہن بھائیوں کی تعلیم' مریدین کی تعلیم' طلباء کی دینی تعلیم' اہل وعیہ کی دینی تربیت اور اس طرح کی دیگر ذمہ داریاں جو پہلے آپ کے والد صاحب کے سر پر تھیں' اب آپ کے سر پر تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت مولانا عبدالغفور صاحب سے آپ کہیں تعلیم کی اجازت چاہتے یا مدرسہ کا نظام بڑھانے کی درخواست کرتے تو آپ اجازت نہ دیتے' جس پر آپ کو شدید کڑھن ہوتی۔ بیٹے اور باپ کی سوچ میں ایک بعد حائل تھا۔ باپ جب بیٹے کو گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لیے کہتے تو بیٹا شدید تکلیف وہ سوچوں میں پڑ جاتا ہے اور کہتا کہ ضمیر کی آزادی بڑی نعمت ہے۔ افسوس مجھے بھی آزادی ضمیر حاصل ہوتی۔ پھر آگے لکھتے ہیں:

"بدقسمتی سے ہمیشہ ہی پامالی جذبات ہوتی رہتی ہے لیکن خاص کر آج جذبات کا

Marfat.com

خون ہوا

"ہر گام پر چند آنکھیں نگراں
ہر گام ہر موڑ پہ ایک لائسنس طلب"

غرض اس طرح کی پریشانیاں حائل تھیں۔ مولانا ایک انقلابی ذہنیت کے حامل تھے۔ طبیعت شروع ہی سے قائدانہ صلاحیتوں کی حامل تھی۔ تحریک خلافت شروع ہوئی تو طبیعت کو کھل کھیلنے کا موقع ملا اور اپنے حلقہ کی تحریک کے دستے کے ایک سالار بن کر انگریز سرکار سے مسلمان قوم کی حسرتوں کے خون کا حساب مانگا۔ جیل گئے تو قیدیوں کی حسرتوں کے ترجمان بن گئے اور جیل حکام کے مظالم کے خلاف ایک للکار بن گئے۔ ایسے مزاج کے خون کو گھر کی تنگنائیوں میں بھلا آرام کیسے ملتا؟

والد صاحب یہ چاہتے تھے کہ جو سلسلہ شروع سے چلا آ رہا ہے' اسی کو ہی جاری رکھا جائے لیکن جواں کے جذبے اپنے کھل کھیلنے کے مزید محاذ کی وسعت چاہتے تھے آخر جواں جذبوں کی جیت ہوئی۔ تنگ نائیوں میں مدہوش ذہنیتوں کی آنکھ کھل گئی۔ اہل درد مند دل کے ساتھ دھڑکنے پر تیار ہوگئے۔ اڑوس پڑوس کے اہل جذب و کیف ساتھی بن گئے اور آخر والد ماجد نے بیٹے کے عزم و ولولے کو پہچان لیا اور خواب میں دیکھا کہ ویران و چٹیل عیدگاہ کے میدان میں پختہ عمارتوں کا ایک لمبا سلسلہ ہے جس پر کسی وسیع شہر کا گمان تھا۔ یہ وہی آواز تھی' جو مدت سے مولانا محمد ذاکر کے دل سے نکل کر خاموش ہو جاتی تھی۔ آخر والد صاحب نے بیٹے کی حسرتوں کے آنسو دیکھ کر مستقبل کی منزل کا اندازہ کر لیا اور پھر زمانے نے دیکھا کہ ایک نئی درس گاہ' ایک تحریک' ایک پرجوش جذبوں کی للکار کے لیے رسم افتتاح ہو رہی ہے۔

## معاشرتی حالات

مولانا موصوف نے جس ماحول میں آنکھ کھولی' وہ زیادہ تر غیر آباد' تعلیم سے نابلد اور قبائلی لڑائیوں کا مرکز تھا۔ دین کی تعلیم صرف ابتدائی سطح پر ہوتی۔ دریائے چناب کے کنارے آباد ہونے کی وجہ سے یہ سارا علاقہ زیادہ تر چراگاہ کا کام دیتا تھا۔ جس میں مویشیوں کی چوری' چراگاہوں پر قبضہ اور قتل و غارت کے واقعات روز کا معمول تھے۔

تجارتی سطح پر ہندو کھتریوں کا مکمل تسلط تھا۔ مسلمان کاروبار کرنا توہین سمجھتے تھے۔ چنیوٹ اور جھنگ سے قریب کہیں پر کوئی ہائی سکول سطح کا ادارہ موجود نہیں تھا۔ صرف چند

Marfat.com

جگہوں پر ابتدائی پرائمری سکول ز[illegible] انتظام تھا۔ جبکہ محمدی شریف اس سے بھی خالی تھا۔ غرض اس طرح کی تکلیف دہ موشرت میں پروان چڑھ کر مولانا موصوف کا ذہن اچھا خاصا الجھنوں کا شکار تھا۔ ذیل میں چند ایک حالات کا جائزہ مولانا موصوف کے تجربوں کی روشنی میں لیتے ہیں جس سے اس دور کی ناگفتہ بہ حالت کا صحیح اندازہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

## دین سے دوری

۱۸۷۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق جھنگ کی ۶۸٪ آبادی مسلمان تھی جبکہ ۲۴٪ آبادی ہندو اور ۷٪ آبادی سکھوں پر مشتمل تھی۔ اس کثرت سے مسلمانوں کی آبادی کے باوجود معیشت ساری ہندو بنئے کے ہاتھ میں تھی۔ اس معاشی تسلط کی وجہ سے مسلمان دینی اقدار پر عملی طور پر بانجھ ہوتے گئے۔ نام کی حد تک مسلمان کہلاتے لیکن اکثر رسم و رواج ہندو تہذیب کے مروج تھے۔ قرآن کریم کی تعلیم' آبادی کی شرح کے اعتبار سے بہت کم لوگوں کو تھی بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اکثر آبادی بنیادی رکن دین نماز کو بھی ادا نہیں کر سکتی تھی۔ اس طرح کی دین سے بے توجہی نے مسلمانوں کو معاشرے کا گمنام طبقہ بنا دیا۔ کیونکہ ان کی اصل اقدار جو ان کی پہچان تھیں' مٹ گئی تھیں اور جو رسومات ان میں در آئی تھیں' وہ سب کی سب ہندو تہذیب سے مستخرج تھیں۔

مسلمانوں کی دین سے بے حسی کی وجہ سے ہندوؤں کو اس دور میں کئی دل آزار حرکات کرنے کی جرات ہوئی۔ مثلاً ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء کی ڈائری میں مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ موضع ظفروال ضلع گورداسپور میں یہ جسارت کی گئی کہ کسی مسلمان کو اذان بلند کرنے نہ دی جائے۔ چنانچہ چند باغیرت مسلمانوں کی وجہ سے مسلمان امت کو غیرت دلائی گئی اور لوگ مختلف علاقوں سے دستے بن کر ظفروال پہنچے اور اپنی قوت کا مظاہرہ کیا۔ جس کے طفیل سکھوں نے گھٹنے ٹیکے اور مسلمان آزادانہ طور پر اذان دینے کے قابل ہوئے۔

۵ ستمبر ۱۹۳۰ء کے روز میں مولانا موصوف شادی بیاہ کی غلط رسوم پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "شادیوں میں "وڑھ" رسم کو ولیمہ مسنون اور "وٹھان" کی رسم کو مسنون عقیقہ کی صورت دی جانی چاہیے۔ چنانچہ اپنی جملہ کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ۳ اکتوبر کے روز میں لکھتے ہیں کہ ولیمہ سنت طریقہ سے شروع کرانے کے لیے بہت کوشش کی جا رہی ہے مگر لوگ ابھی تک ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

## جہالت

چوری چکاری کی کثرت' لوٹ مار' قتل و غارت اور بے دینی کا وجود جہالت کی کثرت کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس علاقہ میں یہ سب برائیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ جھنگ گزیٹر ۱۸۷۹ء میں یہ چیز خصوصیت کے ساتھ لکھی گئی ہے کہ یہاں کے لوگوں میں چوری اور لوٹ مار کی برائی کثرت سے پائی جاتی ہے اور زیادہ تر قتل و غارت کی بنیاد یہی تنازعے ہیں۔ اسی گزیٹر کی رپورٹ کے مطابق اس وقت جھنگ کے ضلع میں تعلیم کی شرح مردوں میں ۶.۳%' عورتوں میں ۰.۳% اور اس طرح مجموعی طور پر تعلیم کی شرح ۳.۶% تھی۔ دوسرے اضلاع میں تعلیم کے لحاظ سے یہ علاقہ اٹھائیسویں نمبر پر تھا۔ تحصیل جھنگ میں دیگر دو تحصیلوں کی نسبت تعلیم کی شرح قدرے زیادہ تھی۔

۱۹۰۱ تک تحصیل چنیوٹ میں کوئی ہائی سکول نہ تھا۔ ابتدائی پرائمری سکول تھے۔ باقی تحصیل میں موجود ۳۶۱ گاؤں میں بمشکل سکولوں کی شرح ۵% تھی۔ دریائے چناب کے یہ علاقے جس میں محمدی شریف کا موضع پڑتا تھا' ان بنیادی خصوصیات سے محروم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا کو دین کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھنے کے لیے چنیوٹ جانا پڑا جو کہ محمدی شریف سے اٹھارہ میل دور تھا۔ سکول کی تعلیم اس وقت تک اس علاقے میں مفقود تھی۔

مولانا موصوف نے اسی حالت کے پیش نظر مدرسہ ملیہ کے قیام کی ضرورت کا اہالیان دیہہ کو احساس دلایا لیکن سوائے مایوسی اور شرمساری کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ ابتدائی دینی کتابوں کی تدریس کا شغل جاری کیا تاکہ لوگ کسی قدر دینی علوم سے روشناس ہو جائیں اور ساتھ ساتھ اپنی مدرسہ ملیہ کی کوشش جاری رکھی۔ جو آخر رنگ لائیں اور اہل دیہہ کے ساتھ ساتھ والد محترم حضرت میاں عبدالغفور صاحب تیار ہوگئے کہ ایک مدرسہ ملیہ اسلامیہ قائم کیا جائے' جس سے علاقے میں علم کی روشنی پھیلائی جا سکے۔ یہ مدرسہ ملیہ اسلامیہ بعد میں ترقی کر کے مولانا کے دور میں ایک بہترین انٹر کالج کی صورت میں ظاہر ہوا اور بفضل تعالیٰ ہزاروں تشنگان علم کو اس مدرسہ سے فیض حاصل ہوا۔

## تجارت پر ہندوانہ تسلط

جیسا کہ پہلے اشارتاً عرض کیا جا چکا ہے کہ علاقے کی تجارت ہندو بنیا کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمان تجارت سے جی چراتے تھے۔ نتیجتاً مسلمان کسان ہوں یا ملازم' زمیندار ہوں یا غیر زمین دار' ہر وقت ہندو بیوپار یا ساہوکار کے سود در سود قرضوں تلے دبا رہتا۔ جو

Marfat.com

کچھ سالانہ یا ششماہی یا ماہانہ آمدنی ہوتی' وہ ہندو تجوری میں چلی جاتی۔ ضرب المثل مشہور تھا کہ "ہندو بنیا کے حساب کتاب کے رجسٹروں میں الائچی کو ڈاچی لکھ دیا جاتا تھا"۔ چنانچہ مولانا نے اپنے روزمرہ کے تجربات میں سے جو چند جھلکیاں اپنی ڈائریوں میں قلم بند کی ہیں' ان کو ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے' جس سے انشاء اللہ مسئلہ کی شدت کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔

مولانا موصوف کے یہ تجربات بے شک انفرادی ہیں لیکن اس اجتماعی صورت حال کے اشاریے ہیں' جو مجموعی طور پر مسلمانوں کو درپیش تھی۔ مولانا موصوف والد ماجد کی ہدایت پر ۳۱ جنوری کو روڈہ گئے تاکہ معاملہ سرکاری حسابات کپاس وغیرہ تمام کیا جائے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آج کالو رام پٹواری و دیگر صاحبان سے (کپاس) پنبہ کے متعلق حساب کیا۔ حساب میں گڑبڑ کی وجہ سے کل پر ملتوی کر دیا گیا۔ یکم فروری کو پھر حساب کیا گیا۔ مربع سالم سے کل کپاس ۱۷ من ۳۰ سیر ہوئی اور مربع نصف سے ۷ من ۹ سیر دو پاؤ ہوئی۔ ۲۱ سیر بقیہ از مربع نصف ابھی باقی ہے۔ اسی طرح ۱۷ سیر ۸ چھٹانک از جناب محمد موچی علیحدہ باقی ہے جو مشترکہ ہے۔

اس طرح کل کپاس' جو کالورام کے ذمہ ہے' وہ ۲۶ من ۲ سیر ۶ چھٹانک تک بحساب نرخ بھو آنہ طے ہوئی"۔

غرض یہ کالورام مولانا موصوف کی آمد و خرچ کا مالک تھا۔ جس سے فصل بفصل حساب نبٹایا جاتا۔ کالو رام کے روپے سے مسلمانان دمہ کی شکایت کا اندازہ ۲۹ مئی کے منعقدہ اجلاس سے ہوتا ہے۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"دو دن پہلے مجلس شوریٰ نے برائے نرخ گندم کالورام کو کہا کہ اگر تو چند مربعہ جات کی اجناس لے سکتا ہے تو پہلے چونکہ ہم نے ادھار لینا چھوڑ دیا ہے' آج رات کو تاکیدا کالو سے پھر کہا گیا۔ اس نے بھو آنہ بھاؤ تک ادائیگی کا معاملہ بغیر گڈھ چھوڑ قبول بھی کر لیا لیکن اس بدنیت ہندو بدمعاش نے کہا کہ اگر تو مسلمان بتمام شرائط اپنے ہاتھوں لکھنا چاہتے ہیں تو میں دستخط نہیں کروں گا۔ اس پر ہم مسلمانوں کو سخت غصہ آیا کہ ان بدمعاش ہندوؤں کے لکھنے پر ہم بلاتکلف دستخط وغیرہ کر دیں اور وہ ہمارے لکھنے پر دستخط نہیں کرنا چاہتے"۔

غرض اس طرح مسلم آبادی ہندو بنیا کے مظالم اور قرض کے جال سے نکلنے کے لیے بہت بے تاب تھی۔ تجارت پر شہر سے لے کر دیہات تک تمام ہندو قابض تھے۔

Marfat.com

مسلمانوں کی کوئی دکان نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کے اندر تجارت کی تحریک مولانا موصوف نے پیدا کرنا چاہی اور چند احباب کو کہہ کہلا کر دکانیں کھلوائیں۔ مولانا موصوف اس کی روداد لکھتے ہیں:

"۲۳ ستمبر ۱۹۳۰ء مسلم تجارتی کمپنی محمدی کا بروز سوموار ۹ بجے دن صبح یہاں اسلامی دکان کا خاص افتتاح ہوا۔ محمدی کے بہت سے مسلمان اور خاص کر حضرت میاں صاحب دکان پر تشریف لے آئے اور دعا فرمائی کہ اسلامی تجارت میں خیر و برکت ہو۔ بالفعل اس دکان کے مالک تین اشخاص ہوئے:

۱- میاں گل شیر احمد خان ۲- میراں بخش مخدومی ۳- محب علی خان چنیوٹی

اس تحریک کو سبوتاژ کیا گیا۔ ہندو بنیا چونکہ تجارتی سطح پر بڑا منظم تھا۔ چنانچہ اس نے ان دکانوں کو ناکام کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا جس کی وجہ سے کئی دکانیں بند ہوگئیں۔ کئی دکانداروں کے خلاف غلط مقدمات درج کرا دیئے۔ جس کی وجہ سے ان کی توجہ تجارت سے ہٹا دی گئی۔ چنیوٹ' لائل پور اور جھنگ کے تین بڑے شہر گندم اور کپاس جیسی اجناس کی مشہور مارکیٹیں تھیں لیکن تمام بڑی آڑھتیں ہندو بنیا کے قبضہ میں تھیں۔ جبکہ دیہاتوں میں بھی ہندو ہی چھوٹی چھوٹی دکانیں بنا کر بیٹھے تھے۔ مسلمان تجارت کرنا' ترازو پکڑنا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ ہندو بنیا کے مظالم اور تجارت میں لوٹ کھسوٹ دیکھ کر وہ اس پیشہ کو اپنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ دکانداری بغیر بے ایمانی اور دھوکہ دہی کے ممکن نہیں اور یہ اسلام کے خلاف ہے۔ اس طرح کے غلط تاثر کی وجہ سے مسلمان تجارت سے دور رہے اور ہندو بنیا کو تسلط حاصل ہوگیا اور اس طرح مسلمان معاشی طور پر ہندو تسلط کے زیربار ہوتا چلا گیا۔

## جاگیردارانہ تسلط

پنجاب گزیٹر ۱۸۷۹ء کے مطابق جھنگ ضلع کا نصف سے زیادہ رقبہ قریباً ۳۵۳۱ مربع میل حکومت کی ملکیت تھا اور باقی رقبہ پر چند مخصوص خاندانوں کا قبضہ تھا۔ حکومت نے یہ رقبہ بھی سیاسی نوازشات کے طور پر انہی خاندانوں کو جاگیر کے طور پر بانٹ دیا اور اس طرح چند مخصوص خاندانوں کو حکومت کا نمائندہ بنا کر ضلع کی کسان اور مزدور' غریب آبادی کو زیر تسلط کر لیا گیا۔ مزارعین جاگیردار کے رحم و کرم پر تھے۔ حکومت کے حلقوں میں ان کی کوئی شنوائی نہ ہوتی اور وہ غریب مالکان زمین' جن کے پاس تھوڑی زمین تھی'

Marfat.com

ان کو مالیہ اور لگان کی رقم نے مفلوج کر رکھا تھا۔ مولانا نے اس زیادتی کا جگہ جگہ اپنی ڈائریوں میں ذکر کیا ہے۔ آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"۲۹ نومبر ۱۹۳۰ء کو لکھتے ہیں کہ تخفیف محاصل اراضی کے لیے مساعی۔ زمیداران ضلع جھنگ اور اخبارات کو دعوت عمل کا ایک طویل پرزور مضمون لکھا گیا کہ ۱۰ دسمبر سے پہلے پہلے زمیندار و کاشتکار لوگ جلسے کر کے مندرجہ ذیل تجاویز پاس کر کے اپنے حلقہ کے تحصیلداروں اور ڈپٹی کمشنروں و کمشنروں کو روانہ کریں۔

"اقتصادی مشکلات سے ہمارا ناک میں دم آگیا ہے۔ سرکار از راہ عدل و انصاف موجودہ نرخ اجناس کے مطابق محاصل اراضی میں تخفیف کرے۔

حکومت کی زمین کو نیلام کرنے کی روش کے بارے میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

"سرکار برطانیہ کی خودغرض پالیسی' جہاں گورنمنٹ برطانیہ کے اور ظلم و ستم بے شمار ہیں' وہاں ایک نئی چال چلی ہے۔ زمین فروخت بلکہ نیلام کی جا رہی ہے۔ کم از کم پانچ چھ ہزار فی مربع سے لے کر بیس تیس ہزار تک بولی ختم ہوتی ہے۔ (معاذ اللہ) آج تک کسی حکومت ایشیا کی ہو یا مغربی کی' تاریخ میں یہ شہادت نہیں ملتی کہ بادشاہ زمین (بنجر قدیم) بطور نیلام فروخت کرے اور رعایا سے نہایت بے دردی سے پیسہ وصول کرے"۔

آگے مولانا عوام کے رجحان کو مورد تنقید بناتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نہ جانے لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اتنا بڑھ چڑھ کر اپنی ہی زمین پر بولیاں دے رہے ہیں اور حکومت انگلیشہ کی تجوریوں میں اپنی رقم اپنی ہی زمین کے بدلے میں بھر رہے ہیں"۔

حکومت کی ان پالیسیوں کی وجہ سے ایک خاص طبقاتی تقسیم معاشرے کے اندر وجود میں آگئی۔ سیال' بھروانے' سید' چدھڑ وغیرہ جاگیردار بن کر ابھرے۔ حکومت کی خوشامد کے صلہ میں ان لوگوں کو زمینوں کے بڑے بڑے رقبے الاٹ ہوگئے اور وہ لوگ جو انہی زمینوں پر کام کرتے تھے' وہ ان کے رحم و کرم پر ہوگئے۔ سارا دن اور سال بھر محنت وہ مزارعین کرتے اور آمد جب سال بعد سامنے آتی تو جاگیردار اور اس کے منشی اپنی تجوریوں کو جی بھر کے بھر لے جاتے اور مزارع بیچارے کو وہی تھوڑا سا حصہ گزر بسر کا ملتا جس پر چند ماہ وہ گزارا کر سکتا اور پھر دوران سال اپنے جاگیردار کی فرمائشوں پر جو قربانیاں دینی

Marfat.com

پڑتیں' وہ علیحدہ تھیں۔ یہ سلسلہ آج تک قائم ہے جس کو انگریز ظالم نے پیدا کیا تھا۔ ایک ہی خدا کی مخلوق میں زبردست زیردست کو ختم کرنے کے درپے اور حکومت جو خدا کی زمین پر انصاف قائم کرنے کے لیے وجود میں آتی' اسی ظالم زبردست کے مظالم کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔

آج بھی ضلع جھنگ جاگیرداری نظام کا بھرپور عکاس ہے۔ ناکار اور بے کار لوگوں کے نام زمین کی بڑی بڑی جائیدادیں الاٹ ہیں۔ محنت ان سے نہیں ہو سکتی اور ان کی بیشتر زمینیں بے کار پڑی ہیں۔ اس کے برعکس آبادی کا بیشتر حصہ مناسب زمین نہ ہونے کی وجہ سے در در ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔

اس جاگیرداری نظام کی برکت سے اہل ضلع میں شدید مذہبی' معاشرتی اور اخلاقی برائیوں نے جنم لے لیا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "غربت کفر کے قریب لے جاتی ہے" کے مصداق آج یہاں کا غریب کاشتکار اپنے جاگیردار کی خوشی کی خاطر اپنے ضمیر کو قتل کر کے ہر برے سے برے کام کرنے کو مجبور ہے۔ اپنے مذہبی عقائد جو کسی فرد کی بہت بڑی میراث ہوتے ہیں' جاگیردار کی دہلیز پر بھینٹ چڑھا رہا ہے۔

یہ سب ان لوگوں کے سامنے ہو رہا ہے' جو ارباب اقتدار ہیں اور ان کے کانوں تک جوں تک نہیں رینگتی۔ وہ بھی مجبور محض ہیں۔ اس لیے کہ ان کے وجود انہی جاگیرداروں کے اشارۂ ابرو پر قائم ہیں۔

## عمال حکومت کے مظالم

انگریز سرکار نے خطہ ہند پر قبضہ کیا اور جی بھر کے لوٹا۔ نتیجتاً وہ اشیاء جو مغل دور میں ۴ من فی روپیہ ملتی تھیں' تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انگریز سرکار نے ۸ سیر فی روپیہ کر دیں۔ یہ گرانی عوام کی نہیں حکومت کی پیدا کردہ تھی۔ ذیل میں چند ضروریات زندگی کے نرخوں کا تقابلی ذکر کیا جاتا ہے' جس سے مزید ظلم کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

| جنس | دور اکبری | دور جارج پنجم |
|---|---|---|
| گیہوں | ۴ من فی روپیہ | ۸ سیر فی روپیہ |
| چاول | ۱/۲ ۹ سیر فی روپیہ | ۴ سیر فی روپیہ |
| گھی | ۱۵ سیر فی روپیہ | ۸ چھٹانک فی روپیہ |

Marfat.com

اس گرانی کے علاوہ عمال حکومت اپنے نذرانے اور عطیات جو وصول کرتے تھے' وہ اس پر مستزاد تھے۔ پٹواری' نمبردار' تحصیل دار وغیرہ حکومت کے گماشتے تھے۔ پولیس امن عامہ کے نام پر ان حکومتی گماشتوں کے سیاہ کرتوتوں کو تحفظ دیتی تھی۔ اس بات سے اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ یہ تمام طبقات مذکورہ بالکل تھوڑی تھوڑی تنخواہوں پر ملازم ہوتے تھے۔ لیکن ان کے اختیارات اس قدر وسیع تھے کہ جس شریف آدمی کی چاہتے' پگڑی اچھال دیتے اور ان کی اس اندھی قوت پر کہیں چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی تھی۔

مالیہ حکومت کی آمدنی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ چونکہ ضلع جھنگ ایک زرعی علاقہ ہے' اس لیے یہاں مالیہ کی وصولی حکومت کا ایک اہم ٹیکس ہے۔ لیکن یہ ٹیکس جب ضرورت سے بڑھ کر ہو تو بہت بڑا ظلم ہوتا ہے۔ ایک کسان سارا سال محنت کر کے اور اپنی جیب سے خرچ کر کے اس دور میں فصل کاشت کرتا' جب کنوؤں اور دیسی ہلوں کی کاشتکاری تھی اور اس وقت جو آمدنی ہوتی اس پر حکومت کم از کم ۱۴۲ روپے فی مربع (۲۵ ایکڑ) پر مالیہ وصول کرتی اور یہ ۱۹۲۵ء کے روپے کی قیمت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بہت بڑا ظلم تھا۔ چنانچہ مولانا موصوف نے جمعیت کاشتکاراں کے ذریعے متعدد بار حکومتی حلقوں کی اس زیادتی کی طرف توجہ دلائی۔ کمشنر اور دیگر محاصل پر مقرر افسران کو وفود کی صورت میں ملے۔ لیجسلیٹو کونسلوں کے ممبران کو درخواست کی۔ ابلاغ عامہ میں شور مچایا لیکن ظالم حکومت نے کوئی توجہ نہ کی۔

## مسلمانوں کی حالت زار

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے انگریز اور ہندوستان پر مسلمانوں کے قبضہ سے ہندو سامراج مسلمان قوم کا مفت سے دشمن چلا آ رہا تھا۔ انگریز سامراج کو ہندوستان پر مسلط کرنے میں جہاں ہندوؤں نے کھل کر انگریز کا ساتھ دیا' وہاں ان کے دور حکومت میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ختم کرنے' تنگ کرنے اور معاشی طور پر مفلوج کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور انگریز حکومت نے ان کی پوری پوری سرپرستی کی۔ نتیجتاً مسلمان معاشرے میں ہر اعتبار سے پس ماندہ ہوتے گئے۔ تعلیم میں عیسائیت اور ہندو مذہب کی بالادستی قائم کر کے سرکاری سکولوں میں مسلمانوں کے داخلہ کو ناممکن بنا دیا اور جو کوئی جرات کر کے داخلہ لے لیتا تو اسے دوران تعلیم ایسا زچ کیا جاتا کہ تعلیم ادھوری چھوڑ جاتا اور اس طرح مسلمانوں میں تعلیم کی شرح بڑی کم ہوگئی جس کی وجہ معاشرے میں تعلیم کی کمی کی وجہ سے

Marfat.com

کوئی اہم منصب نہ حاصل کر سکے۔

سرکاری ملازمتوں میں ان کو کوئی حصہ نہ ملتا اور تعلیم کی کمی کی وجہ سے تجارت میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ جہاں ہندو بنیا اپنے شاطرانہ دماغ سے بری طرح قابض تھا۔

آخرکار مسلمانوں کے لیے ادنٰی فنی کاموں کے سوا اور کوئی روزی کا ذریعہ نہ رہا۔ یا پھر زراعت پیشہ تھا۔ اور اس طرح مسلمان معاشرے میں نہایت ذلیل طبقہ شمار ہونے لگا جس کی وجہ سے مذہب اسلام پر طرح طرح کے حملے کیے گئے۔ کبھی گاؤ کشی پر پابندی' کبھی اذان دینے پر پابندی' کبھی سیرت رسول پر نازیبا کتب کی چھپائی' کبھی شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں اور کبھی مساجد کی گئو شالاؤں اور مندروں میں تبدیل کرنے کی تحریکیں کھڑی کر کے مذہبی جذبات کو مشتعل کیا جاتا اور اس طرح جب مسلمان دفاع میں اٹھتے تو کچھ ہندو بدمعاش غنڈہ گردی سے مسلمانوں کا قتل عام کر دیتے اور کچھ حکومتی پولیس امن عامہ کے قائم کرنے کے لیے گولیاں چلا کر مسلمانوں کو بھون کر رکھ دیتی۔ انگریز دور حکومت کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ایسی تکلیف دہ صورت حال میں ایک مسلمان کیا سوچ سکتا' جب اس کے لیے معاشرے میں کہیں سے رحم کا کوئی لفظ نہ نکلتا۔ ہر طرف سے گالی گلوچ یا مار دھاڑ۔ بالاخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ مسلمانوں نے علیحدہ ملک کی تحریک شروع کی اور بڑی مالی و جانی قربانیوں کے بعد پاکستان حاصل کر لیا تاکہ اس میں امن کی زندگی گزار سکیں۔

Marfat.com

باب دوم

(حصہ دوم)

# تحریک خلافت

- پس منظر
- علاقائی بیداری
- منظم روابط
- گرفتاریاں پھر رہائی

Marfat.com

## پس منظر

۱۹۱۴ء کی پہلی عالمگیر جنگ میں ترکی' اٹلی اور جرمن ایک جانب اور برطانیہ' روس' فرانس' بیلجیم' آسٹریا اور امریکہ وغیرہ دوسری جانب تھے۔ ثانی الذکر اتحادی کہلائے۔ یہ دور وہ تھا' جب انگریز تسلط اس قدر وسیع تھا کہ اس میں کہیں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ہندوستان کا خطہ بھی انگریز سامراج کے زیر نگیں تھا' جہاں مسلمان قوم اس کی حریف اول شمار ہوتی ہے۔ اس جنگ میں اتحادیوں کو فتح ہوئی۔ لیکن دوران جنگ ہندوستان کے مسلمانوں سے یہی کہا جاتا رہا کہ ہماری اصل جنگ اٹلی اور جرمن سے ہے۔ اگر ہم جیت گئے تو ترکی سے ہم کوئی انتقام نہیں لیں گے۔ اس لیے کہ ترکی مسلمانوں کا ملک اور دارالخلافت تھا اور مسلمان یہ برداشت نہیں کرتے تھے کہ ترکی کے مسلمانوں پر کوئی آفت ٹوٹے یا ترکی کے مسلمانوں کے خلاف انگریز سامراج کی حمایت میں نبرد آزما ہوں۔ چنانچہ انگریزوں نے بار بار یاد دہانی اس لیے کرائی تاکہ فوج میں مسلمان لڑیں اور بغاوت نہ کریں۔ لیکن جب اتحادیوں کو فتح ہوگئی تو اتحادی تمام وعدے بھول گئے اور مقبوضہ علاقوں پر قیامت توڑ دی۔ علاقوں کی بندر بانٹ شروع ہوگئی جس سے ترکی نہ بچ سکا اور اس طرح مسلمانان ہندوستان اگرچہ محکوم و مقید تھے' اس ظلم کو برداشت نہ کر سکے اور سراپا احتجاج بن گئے۔ تحریک ترک موالات شروع ہوگئی۔ جگہ جگہ خلافت کمیٹیاں بن گئیں اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں انگریز کے ظلم کے خلاف آواز بلند ہوگئی۔

انگریز نے آواز کو دبانے کے لیے ہر طرح کی سختیاں کیں جس میں امرتسر میں جلیانوالہ باغ' مسجد کانپور اور لاہور کے مارشل لا کے واقعات بڑے ہی دردناک اور قیامت خیز ہیں لیکن انگریز نفرتوں کے اس طوفان کے سامنے بند نہ باندھ سکا۔ جیلیں بھر گئیں لیکن آزادی کے پروانوں کا سیلاب تھمنے میں نہ آتا تھا۔

مسلمانوں کے ہر علاقے سے ہر قسم کے لوگ اس تحریک کی روح رواں بن گئے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی' اجمیر سے مولانا معین الدین اجمیری' دہلی سے جمعیت علمائے ہند کے تمام اکابر اور مسیح الملک حکیم اجمل خان' رام پور سے علی برادران جناب مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی' کلکتہ بنگال سے مولانا ابوالکلام آزاد' پنجاب سے ڈاکٹر سیف الدین کچلو' مولانا ظفر علی خان' مولانا سید داؤد غزنوی' سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی جیسے اکابرین دین و دنیا اس تحریک کے روح رواں تھے۔

Marfat.com

ادھر ہندو گاندھی جی کی قیادت میں موقع پا کر آزادی ہند کا مطالبہ کرنے لگے اور تحریک خلافت کے اکابر سے ہندو مسلم اتحاد کا منصوبہ پیش کیا جو طرفین نے منظور کر لیا اور تحریک کا جوش مزید بڑھ گیا۔ دار و گیر کا بڑا وسیع سلسلہ شروع ہوا۔ جیل خانے بھر گئے۔ جلیانوالہ باغ امرتسر میں لارڈ اوڈوائر نے گولی چلانے کا حکم دے دیا اور باغ مسلمانوں اور ہندوستان کے سپوتوں کے خون سے بھر گیا لیکن ان تمام مظالم نے انگریز قوم کے خلاف نفرت اور تیز کر دی اور اس طرح ہندوستان کی نفرت نے اسے رخت سفر باندھنے پر مجبور کر دیا۔

## علاقائی بیداری اور منظم روابط

مولانا ان دنوں سرگودھا کی بستی سیال شریف کے دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں زیر تعلیم تھے۔ حضرت خواجہ محمد حسین اجمیری صاحب جیسے شعلہ نوا استاد کا دست شفقت آپ کے سر پر تھا جس کی وجہ سے اپنے مرشد کا جذبہ جہاد اور اپنے استاد کا علم و عرفان آپ پر حاوی تھا۔ جیسے ہی تحریک خلافت کا آوازہ لگا' آپ طالب علم برادری کے جذبوں کے امین بن کر ابھرے۔ مدرسہ کے طالب علموں اور گرد و نواح کے نوجوانوں پر مشتمل تحریک خلافت کے رضاکاروں کا ایک دستہ تیار کیا جس کا نام "جمعیتہ الاحرار" رکھا گیا۔ ہر جمعرات اس کا اجلاس ہوا کرتا جس میں حالات زمانہ حاضرہ' تحریک ترک موالات' حمایت تحریک خلافت اور ترکوں سے ہمدردی کے متعلق پرزور تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ یکم رجب ۱۳۴۰ھ کو حضرت خواجہ شمس العارفین کے عرس پر خلافت کانفرنس منعقد ہوئی' جس میں ہزاروں مریدان اور دیگر لوگوں نے شرکت کی۔ خلافت کانفرنس میں باوردی رضاکار انتظام پر معمور تھے۔ مجاہد ملت حضرت خواجہ ضیاء الدین بنفس نفیس صدر جلسہ تھے۔ جلسہ کا رنگ اثر اور شان و شوکت قابل دید تھی۔ مولانا اپنی ڈائری میں جلسہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رضاکاروں کی باوردی جماعت کے خاص موقعہ پر نعرہ تکبیر "اللہ اکبر" "نصر من اللہ فتح قریب" کی صدائیں آسمان گنجا دیتی تھیں اور ان آسمان شگاف صداؤں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس اب ہندوستان میں نئی زندگی' نئی روح آزادی پیدا ہو گئی ہے اور یہ آزاد ہو کر رہے گا۔

میں ان دنوں سرعسکر (چیف کپتان) جیش رضاکاران اسلام (ضلع شاہ پور سرگودھا)

Marfat.com

تھا اور سارا تقریباً نظم و نسق رضاکاران اور انتظام مجالس وغیرہ وغیرہ میرے سپرد تھا"

مولانا کے رفیق خاص حکیم علی محمد مختصر سابق فوجی تھے آپ حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب کے خاص حاشیہ نشینوں میں تھے تحریک خلافت کے رضاکاروں کے بانی مبانی تھے مولانا ان کے کہنے پر ان ذمہ داریوں کے سزاوار ہوئے مولانا اپنے استاذ محترم حضرت محمد حسین اجمیری کے ساتھ اور ان کے چند نامور دوست مولوی عبدالحق' مولوی عبدالعزیز اور مولوی عطا محمد جو بہت زیادہ قابل ذکر ہیں' عموماً ہر جمعہ کو علاقہ کے مختلف قصبوں میں جا کر نماز جمعہ پڑھاتے اور لوگوں کو ایمان و ایقان اور عقائد کے حوالہ سے اسلامی تاریخ کا درخشندہ ماضی یاد دلاتے

خلافت کانفرنس بڑی شان و شوکت سے اختتام پذیر ہوئی جس کے نتیجہ میں حضرت مولانا ظہور احمد بگوی اور جلسہ کے تمام دیگر مشہور منتظمین و مقررین کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے لیکن کارکنان نے یہ فیصلہ کیا کہ گرفتاری پیش کرنے سے پہلے ضلع بھر میں ایک تبلیغی دورہ مکمل کر لیا جائے جس کا پہلا مقام بھیرہ تھا حضرت خواجہ ضیاء الدین نے بھی جلسہ میں شرکت کی آمادگی ظاہر فرمائی جناب حکیم علی محمد مختصر اور مولانا مرحوم ایک دستہ رضاکاران کے ساتھ ساہیوال سے روانہ ہو کر سرگودھا دفتر خلافت سے گئے وہاں سے مرولہ شریف سے ہوتے ہوئے رضاکاروں کے لباس میں بھیرہ پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ ابھی تک حضرت خواجہ صاحب منودیس میں مقیم تھے جہاں امیر شاہ صائم الدہر کی املاک تھیں چنانچہ راتوں رات پانچ کوس پیدل چل کر منودیس پہنچے جہاں حضرت صاحب مقیم تھے مولانا فرماتے ہیں کہ جاتے ہی ہم نے ایک زور سے نعرہ تکبیر لگایا جس سے سوئے ہوئے لوگ جاگ اٹھے۔ حضرت صاحب بھی بیدار ہوئے اور اسی وقت جلسہ میں شرکت کے لیے تیار ہونے لگے لوگوں نے بسیار گرفتاری سے بچنے کے لیے حضرت صاحب کو روکنے کی کوشش کی حضرت صاحب جملہ طور پر تیار تھے لیکن حضرت صاحبزادہ عبداللہ صاحب اپنی پالیسی میں کامیاب ہوگئے اور حضرت صاحب کو کسی نہ کسی بہانہ سے شرکت جلسہ سے باز رکھنے میں کامیاب ہوگئے

مولانا محمد حسین صاحب کی معیت میں ایک کثیر تعداد میں لوگ جلسہ میں شرکت کے لیے روانہ ہوگئے بھیرہ سے ایک میل پیچھے ہی تھے کہ شہر سے ایک بہت بڑا ہجوم استقبال کے لیے نکل آیا باوردی رضاکار ان کے آگے آگے استقبالیہ نظمیں پڑھتے آرہے تھے نعروں کی صدا سے آسمان گونج رہا تھا حضرت مولانا گھوڑے پر سوار تھے جن کے

Marfat.com

آگے پیچھے، دائیں بائیں رضاکاروں اور لوگوں کا انبوہ کثیر چل رہا تھا۔ پولیس متحیر تھی کہ کیا سے کیا ہوگیا۔ جلوس بھیرہ کے مشرقی بازاروں سے ہوتا ہوا جامع مسجد پہنچا۔ راستے میں مولانا کو پولیس انسپکٹر نے گرفتاری کا خوف دلاتے ہوئے کئی بار جلسہ نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت مولانا نے دلیرانہ جواب دیا کہ جب گھر سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں تو پھر گرفتاری کا ہمیں کیا خوف ہے۔

## گرفتاریاں

جمعہ کا روز تھا۔ جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی گئی اور اس کے بعد نعروں اور رزمیہ نظموں کے ساتھ جلوس جلسہ گاہ (غلہ منڈی) کی طرف شان و شوکت سے روانہ ہوگیا۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب جب جلسہ گاہ پہنچے تو پولیس انسپکٹر نے مولانا کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تو مولانا محمد ذاکر نے بڑے جوش کے ساتھ سٹیج پر عوام الناس کو مخاطب ہو کر کہا کہ مولانا محمد حسین صاحب اس وقت گرفتار کر لیے گئے ہیں اور ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ مولانا کو بغیر تقریر کیے پولیس گرفتار کرے۔ اس پر پولیس مجبور ہوگئی اور مولانا محمد حسین صاحب نے بیس منٹ تک تقریر کی۔ جس کے بعد جلسہ ختم ہوگیا۔ مولانا اور ان کے رضاکاروں کو پولیس نے حوالات چلنے کا حکم دیا۔ سب لوگ ادھر چل پڑے۔

مولانا محمد ذاکر صاحب اس موقع کی مناسبت سے اپنی ڈائری میں شعر لکھتے ہیں:

قتل ہوتا بھی ہمارا قابل نظارہ تھا
غلغلہ ہر سو تھا مقتل میں مبارکباد کا
دھوم تھی زنداں میں کہتا ہے اسیر ملک و دین
شور زنجیریں مچاتی ہیں مبارکباد کا

بروز جمعہ بمطابق ۲۱ رجب ۱۳۴۰ھ موافق ۱۹ مارچ ۱۹۲۲ء بوقت عصر مولانا محمد حسین صاحب کے ساتھ دوسرے رضاکاروں میں حضرت مولانا محمد ذاکر تحریک خلافت کے جرم میں گرفتار کر لیے گئے۔ مولانا انگریز حکومت کی بے وقعتی کا یہ عالم لکھتے ہیں کہ خدا کی شان کہ ان دنوں حکومت برطانیہ کا رعب کچھ ایسا مفقود ہوگیا تھا۔ کہ پولیس کی ظاہری نمائش وغیرہ سے کسی کے دل پر کوئی ذرہ بھر اثر نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ مذاق اڑایا جاتا تھا اور خود انگریز مارے ڈر کے بیرکوں سے باہر قدم نہیں رکھتے تھے۔ مولانا محمد حسین صاحب اور ان کے رضاکاروں کی گرفتاری کے بعد سید محمد شاہ صاحب (مبلغ مجلس خلافت سرگودھا) نے

Marfat.com

واپس ہو کر جلسہ کیا اور زبردست تقریر کی جس سے وہی ہجوم جمع ہو گیا۔ اس پر پولیس نے پھر واپس آ کر شاہ صاحب کو گرفتار کیا تو ایک ہندو لیکچرار نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ جس سے جلسہ کا وہی عالم رہا۔ پولیس نے بے چین ہو کر واپسی پہ انہیں اور ان کے ساتھ چند رضاکاروں کو گرفتار کر لیا۔ اتنے میں سورج غروب ہو گیا۔ مگر لوگوں کا ہجوم تھمنے کو نہ آتا تھا۔ ایک طالب علم غلام نبی اسلامیہ ہائی سکول نے تقریر شروع کر دی جس پر پولیس بڑی سٹ پٹائی۔ چنانچہ پولیس نے انہیں گرفتار کر کے جلسہ گاہ کا جملہ سامان اٹھا کر لے گئی اور جلسہ منتشر کر دیا۔

حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب کو گرفتاریوں کا پتہ چلا تو انہیں بڑا صدمہ ہوا۔ رات گیارہ بجے تھانہ تشریف لائے۔ گرفتار احباب کے لیے کھانا بھی ساتھ اٹھوا لائے۔ حافظ نصیر الدین صاحب اور کئی زعما بھی آپ کے ساتھ تھے اور اس طرح آپ سے یہ پہلی ملاقات سلاخوں کے اندر ہوئی۔

مولانا محمد ذاکر مرحوم لکھتے ہیں کہ رات فرش پر سوئے اور صبح سویرے ۴ بجے کو گاڑی پر بٹھا کر ہمارا چالان کر دیا گیا۔ ہتھکڑیوں میں جکڑنا شروع کر دیا۔ حسن اتفاق کہ مولانا اجمیری کو بائیں ہاتھ میں اور مولانا محمد ذاکر کو دائیں ہاتھ میں اکٹھی ہتھکڑی لگائی گئی۔ باہر نکلے تو لوگوں کا ہجوم تھا۔ مرد' عورتیں ہندو مسلم اور بچے بوڑھے ہر قسم کے لوگ جمع تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا شہر امڈ آیا ہے۔ تعجب یہ تھا کہ سردی میں سحری کے وقت یہ لوگ کیسے جمع ہو گئے تھے۔ غرض شہر سے لے کر اسٹیشن تک آدمی ہی آدمی تھے۔ نظموں' نعروں کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ ایک طرف سے نعرہ لگتا تھا تو فلک شگاف آوازوں سے زلزلہ پیدا ہو جاتا تھا۔ جب گاڑی چلنے لگی تو درد انگیز نظموں نے عجیب کیفیت پیدا کر دی۔

خصوصاً ایک عورتوں کی جماعت کی درد انگیز الوداعی نظم بزبان پنجابی سن کر گریہ و زاری طاری ہو گئی۔ حضرت خواجہ صاحب بھی اسی گاڑی میں سوار تھے۔ ملکوال جنکشن پر پہنچے تو نماز کا وقت تھا۔ اتر کر نمازیں ادا کیں۔ چونکہ حضرت صاحب کو وہاں سے جدا ہونا تھا' اس لیے پلیٹ فارم پر ایک الوداعی جلسہ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ بھیرہ کے لوگ بھی ساتھ تھے۔ اور بہت سے مسافر لوگ بھی تھے۔ سید محمد شاہ صاحب' نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ ملک علی محمد صاحب مختصر اور باوردی رضاکاروں نے ایک مناجات بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی۔ الفاظ میں عجز و نیاز تھا اور لہجہ درد انگیز تھا۔ جس سے ماحول پر جذب و کیف کی عجیب صورت حال پیدا ہو گئی۔ حضرت خواجہ صاحب رو رہے تھے۔ آخر گاڑی کے

Marfat.com

چلنے کا وقت ہوگیا اور بڑے کرب کے ساتھ نیاز حاصل کر کے چل پڑے۔

۹ بجے دن کا وقت ہوا تو سرگودھا پہنچے جہاں پر عوام کی کثیر تعداد کے ساتھ ساتھ پولیس کی خاصی تعداد بھی مولانا اور ان کے رفقاء کے استقبال کو موجود تھی۔ اسٹیشن پرجوش نعروں سے گونج اٹھا۔ پھول برسائے گئے' چلتے چلتے عدالت تک پہنچے۔ عدالتی حوالات میں کچھ دیر رکھا گیا جس کو عوام نے ہر طرف سے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ پولیس کا نہایت وحشیانہ اور بے رحمانہ رویہ تھا۔ کسی دوست سے مصافحہ تک کرنے کی اجازت نہ تھی۔ پیشاب کرنے کی بڑی تکلیف تھی۔ یہاں تک کہ اس شکایت پر "بندے ماترم" لاہور میں احتجاج ہوا۔ اور ڈپٹی کمشنر سرگودھا نے ہتک عزت کا اخبار پر دعویٰ کیا' جو ڈگری ہوگیا۔

اسی روز بیس مارچ ۱۹۲۲ء کو بوقت عصر مولانا محمد ذاکرؒ اور ان کے رفقاء کی پیشی عدالت ہوئی۔ مجسٹریٹ نے مختلف تواریخ پیشی سنا کر جیل جانے کا حکم دے دیا اور اس طرح جامہ تلاشی لے کر دربان نے سب لوگوں کو داخل جیل کر دیا جہاں کئی خدام خلافت پہلے سے قیام پذیر تھے' جن میں حکیم چن پیر احمد صاحب خوشابی' مولوی ظہور احمد صاحب' ملک شیر محمد صاحب اوچھالوی وغیرہ نمایاں تھے۔

مولانا محمد ذاکر مرحوم اور ان کے رفقاء کی تیسرے روز پیشی تھی۔ عدالت لے چلے تو خلافتی کارکنوں نے پرجوش نعروں سے استقبال کیا۔ سماعت مقدمہ شروع ہوئی۔ سوائے پولیس کے کسی نے شہادت نہ دی۔ پولیس نے جرائم کا سفید جھوٹ جی بھر کر مجسٹریٹ کو لکھوایا۔ جب ملزمان سے مجسٹریٹ صاحب نے بیان طلب کیے تو حضرت مولانا موصوف نے فرمایا کہ ہم تحریری بیان دیں گے جس پر دوسرے روز کی تاریخ ڈال کر واپس جیل بھیج دیا گیا۔

جیل میں بھیرہ بھر سے پولیٹیکل قیدی ہندو مسلم سب بند تھے۔ کوٹھڑیاں ایک دوسرے کے روبرو تھیں جس کی وجہ سے راتیں باہم مشوروں اور کوٹھڑیوں میں بند رہ کر جلسوں کی سی صورت میں تقریروں میں گزرتیں۔ اس طرح سے رونق ہتی کہ جیل کے اندر ہونے کا احساس تک نہ رہتا۔

بھیرہ سے گرفتار ہونے والوں میں محمد حسین صاحب اجمیری' مولوی علی محمد صاحب مختصر' مولوی عبدالحق' مولوی عبدالعزیز (ڈیرہ غازی خاں) اور مولانا عطا محمد صاحب (میانوالی) بڑے نمایاں تھے۔ جبکہ ضلع بھر سے قید ہو کر آنے والوں کی تعداد اسی کے قریب تھی۔ دوسرے دن عدالت میں پیشی ہوئی۔ تحریر کردہ بیانات داخل عدالت کیے۔ مجسٹریٹ نے دیکھ

Marfat.com

کر بغیر کسی قیل و قال کے زیر دفعہ ۱۵۱ تعزیرات ہند یعنی مجالس لغویانہ بابت جلسہ بھیرہ مولانا محمد حسین اجمیری صاحب اور ملک علی محمد صاحب مختصر کو ۶ ماہ قید بامشقت اور زیر دفعہ نمبر ۱۷ تعزیرات ہند یعنی رضاکار بنانا اور تقریر کرنا مولانا محمد حسین صاحب کو دو سال دو ماہ اور علی محمد مختصر صاحب کو ڈیڑھ سال' مولانا محمد ذاکر صاحب کو زیر دفعہ ۱۵۱ تعزیرات ہند ۴ ماہ قید بامشقت اور زیر دفعہ ۱۷ کے ایک سال ۶ ماہ قید بامشقت' عبدالحق اور عبدالعزیز صاحب کو زیر دفعہ ۱۵۱ کے ۴ ماہ قید بامشقت اور مولوی عطا محمد صاحب کو ۳ ماہ قید بامشقت سنائی گئی۔ مولانا محمد ذاکر یہ سزا سن کر واپس جیل پہنچے۔ دوسرے دن انہیں جہلم جیل میں بھیج دیا گیا۔ جہلم اسٹیشن پر بھی خلافتی کارکنوں نے پرتپاک نعروں سے استقبال کیا۔ مولانا مرحوم جب جیل میں ضروری کارروائی کے بعد داخل ہوئے تو وہاں پر موجود پہلے قیدی میاں اللہ بخش سابقہ رضاکار ساہیوال نے دیگر قید رضاکاروں کے ساتھ زوردار نعروں سے استقبال کیا جس سے حکام جیل حواس باختہ ہوگئے۔ آپ کا ڈاکٹری ''حظہ ہوا۔ صحت ماشاء اللہ ٹھیک ٹھاک تھی۔ وزن ایک سو بارہ پونڈ اور قد پانچ فٹ پانچ انچ تھا۔ ۴ بجے شام قیدیوں کا لباس پہنا دیا گیا۔ جو ایک قیص' ٹوپی اور پاجامہ پر مشتمل تھا۔ قیص کا گریبان چاک' عرض تنگ اور بمشکل لمبائی میں ناف تک پہنچتی اور اسی طرح پاجامہ تنگ اور بمشکل پنڈلی تک پہنچتا۔ اس کے ساتھ ٹوپی بھورے کھدر کی ملی۔

جیل کے سپرنٹنڈنٹ مرزا اصغر علی لاہوری تھا۔ مولانا اجمیری کا بڑا احترام کرتا تھا۔ لیکن بہت ڈرپوک تھا۔ تمام قیدیوں کا دن بان بٹنے اور راتیں انقلابی تقریروں' نعروں اور خوش گپیوں میں گزرتیں۔ جیل میں چکی پیسنا' کولہو چلانا' کنواں چلانا' گھوٹہ (کاغذ صاف کرنا) مونج کوٹنا' بان بٹنا' گھراس چلانا' لکڑی چیرنا' کاغذ کوٹنا' چک بنانا' کپڑے سینا' جلد بندی' وردی بنانا' کاپی نویسی' سوت کاتنا اور پیسہ بنانا جیسی محنت طلب اور جانکاہ مشقتیں لی جاتیں۔ اخلاقی اور سیاسی قیدیوں کی کوئی تفریق روا نہیں تھی۔ ہر قیدی کو ڈیڑھ پاؤ چنے کی روٹی' ایک وقت مسور کی دال' دوسرے وقت ساگ وغیرہ جیسی کوئی سبزی ملتی۔ صبح کو آدھ پاؤ ابلے ہوئے چنے یا چنے کی روٹی دی جاتی۔ چنے کی روٹی میں کم از کم چھٹا حصہ مٹی' اور وہ بھی کچی ہوتی۔ لنگر کا آٹا جمعدار اپنے کام میں لاتے اور کمی کو خاکہ سے پورا کر لیتے۔ اسی طرح لکڑی بھی ذاتی مصرف میں زیادہ لگتی اور لنگر میں کم دی جاتی۔ جس کی وجہ سے روٹیاں نہ پکتیں۔ دال یا ترکاری نام کی ہوتی۔ دال صرف چھلکے پر مشتمل خوردہ ہوتی اور اس میں بھی کیڑے موجود ہوتے۔ ترکاری میں طرح طرح کے اجزا ملے ہوتے۔ غالباً کچھ چکوندر یا ساگ

Marfat.com

یا گوبھی اور کپاس کے پتے وغیرہ ابال کر دیئے جاتے۔ اس عالم پر خلافتی کارکنوں نے شور مچایا اور مطالبات میں اپنی طرف سے منیجر مقرر کیے گئے جو لنگر کے کام کی نگرانی کرتے اور اس طرح صورت حال کافی بہتر ہوگئی۔ لالہ مہند داس حافظ اور ملک علی محمد صاحب مختصر ہونے والے منیجروں میں دو بڑے نمایاں آدمی تھے۔

مولانا نے اپنی خودنوشت سوانح میں جیل کے حالات پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ جس کا دہرانا بے فائدہ ہے۔ مولانا مرحوم اور ان کے رفقاء نے اپنے احباب کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ جیل کے قیدیوں کی تربیت کے لیے قرآن و حدیث کی تعلیم کا خصوصی انتظام کیا۔ اس طرح تفریح طبع کے ساتھ ساتھ انقلابی روح کو زندہ رکھنے کے لیے جیل کے اندر ہی "بزم اسیران جہلم" بنائی جس میں شعر و شاعری کا انتظام کیا جاتا۔

مولانا مرحوم کے ایام اسیری میں جب پہلا رمضان شریف آیا تو خاصا تکلیف دہ ثابت ہوا۔ کمروں کی حبس و تپش' خراب کھانا اور پھر اس پر جیل کی مشقت' غرضیکہ یہ ایک نوجوان طالب علم کی جان کے لیے بہت آزمائش تھے۔ خوشاب کے دو سرگرم رضاکار بھائی' حافظ غلام مصطفیٰ اور حافظ غلام مرتضیٰ نے دونوں بیرکوں میں تراویح پڑھائیں۔ سحری کے لیے کھانا عصر کے وقت سے ہی رکھ لیا جاتا۔

ہر بارک میں قیدی کثیر تعداد میں ٹھونسے جاتے اور اسی بارک میں ٹٹی پاخانہ کے لیے جگہ ہوتی اور وہ اکثر بے پردہ ہوتے۔ یہ چیز اور زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اس قدر کثیر تعداد کی ضرورت و حاجت کے لیے صرف ایک ٹٹی ہوتی۔ جو سراپا تعفن اور بدبودار ہو کر پوری بیرک کے لیے زہر مشام ہوتی۔ اسی طرح استنجا کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس کی شکایت کی گئی تو ٹٹیوں کے گرد پردے بنوا دیے گئے اور اس طرح خدام خلافت نے جیلوں میں جا کر اپنی تنظیم اور بے خوف قیادت کے بل پر جیلوں میں بڑی حد تک اصلاح کر دی۔ جس سے اخلاقی مجرموں کے دن بھی پھر گئے۔

سیکڑوں مظلوم قیدیوں کو بے جا جبر و تشدد سے بچایا۔ بے شمار رشوت دہندوں کو رشوت ستانی سے روکا۔ ہر کردہ و ناکردہ گناہ کو خلاف انسانیت مار پیٹ سے بچایا۔ رسد و خوراک کھانے پکوانے میں اصلاح کروائی اور تمام معمولی سے معمولی ناجائز سختی سے فلاح دلائی۔ ان کے عزم و ثبات اور جانگسل طبیعت سے جیل حکام یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ "تم کل کے جاتے آج جاؤ اور ہماری جان چھوڑو"۔

۹ دسمبر ۱۹۲۲ء کو حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ جہلم جیل میں ملاقات کے

Marfat.com

لیے تشریف لائے' جس سے عقیدت مند قیدیوں کے چہروں پر فخر و انبساط کی لہریں دوڑ گئیں اور سابقہ تمام کلفتوں اور مصیبتوں کے دن بھول گئے۔

مولانا مرحوم کو سنٹرل جیل جہلم میں ایک سال ہو چلا تھا کہ ان کے چالان سنٹرل جیل لاہور کر دیئے گئے۔ ان کے ساتھ مولوی عبدالغفور نعمان جہلمی تھے اور اس طرح مولانا ظہور احمد صاحب بگوی جیسے شفیق اور محسن احباب سے جدائی ہو گئی۔ ۱۳ فروری کو نماز مغرب سب نے مل کر پڑھی جو قاری خان محمد صاحب نے پڑھائی۔ شہریوں نے پرتپاک نعروں اور کھانے پینے کی پر تکلف چیزوں کے تحائف سے آپ کو رخصت کیا۔

صبح ٦ بجے لاہور پہنچے۔ یہاں کی جیل میں وہ تمام صعوبتیں موجود تھیں جو سنٹرل جیل جہلم میں بسیار کوشش سے ختم کروائی گئی تھیں۔ پہلے دن ہی داروغہ اور جمعدار سے جھڑپ ہو گئی۔

یہاں چکی پیسنے کی مشقت پر لگایا گیا۔ پہلے دن بسیار کوشش سے ایک سیر گندم پیسی۔ دوسرے دن بمشکل تین سیر دانے پسے جس پر حکام جیل بڑے برافروختہ ہوئے۔ اور ۱۸ فروری ۱۹۲۳ کو صبح نو بجے سپرنٹنڈنٹ جیل کے سامنے پیشی ہوئی۔ وہ ایک یورپی فوجی پنشنر تھا۔ داروغہ جیل آپ کے خلاف تھا اور سپرنٹنڈنٹ کے ہاں داروغہ کی بڑی چلتی تھی۔ لیکن مولانا کی کمزوری دیکھ کر اس نے تنبیہہ پر اکتفا کیا۔ جس پر داروغہ کو بڑا رنج ہوا۔ ایک ہفتہ چکی پیسنے کے بعد آپ کی مشقت لکڑی چرائی میں بدل دی گئی جو بڑی مشکل مشقت تھی۔ پہلے دن دوسرے قیدیوں نے بڑا تعاون کیا اور اس طرح چار پانچ روز میں گنو چیرنے کی قدرے مشق ہو گئی۔ لیکن جلد ہی ۲ مارچ ۱۹۲۳ء کو اس جیل سے روہتک جیل کی طرف چالان ہو گیا۔ روانگی کے وقت اسٹیشن پر احباب نے پر تکلف کھانے کھلائے۔

۳ مارچ ۱۹۲۳ء کو یہاں پہنچے۔ اس جیل میں زیادہ تر سیاسی قیدی رکھے جاتے۔ یہاں زیادہ تر اپنے احباب قید تھے۔ یہ جیل سنٹرل جیل لاہور سے ہزارہا درجہ بہتر تھی۔ حکام جیل شریف انسان تھے۔ سیاسی قیدیوں کی مشقتیں یہاں کوئی زیادہ تکلیف دہ نہ تھیں۔ اخلاقی کتب کے مطالعہ کی اجازت تھی۔ مطبخ علیحدہ تھا جس میں صاف ستھرے کھانے پکتے۔ کھانوں کی نگرانی کے لیے ہر ماہ نئے مینیجر کا انتخاب قیدیوں میں سے کیا جاتا۔ جن میں مسلمانوں کے نمایاں منیجر مولانا محمد داؤد غزنوی صاحب' ملک علی محمد مختصر' مولوی عبدالحمید صاحب لکھنوی اور مولوی عبدالعزیز صاحب عزیز ہوئے۔ کھانے کی تقسیم اور کھلانے کا بہت عمدہ انتظام تھا۔ صفائی کو بہت حد تک ملحوظ رکھا جاتا۔ کسی قسم کی مذہبی منافقت یا

Marfat.com

چھوت چھات نہ تھی۔

جیل کی زندگی میں سیاسی معلومات اور تجربات میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ کئی ناخواندہ مسلمانوں نے قرآن پڑھا۔ بعضوں نے ملکی و غیر ملکی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ بعض مسلمانوں نے جیل میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مثلاً حضرت مولانا محمد حسین اجمیری صاحب رئیس المعلمین سیال شریف نے جیل میں قرآن مجید حفظ کیا۔ شیخ محمد حسین ساہیوالی اور ملک شیر محمد نے ناظرہ قرآن شریف پڑھا۔ مولوی خان محمد صاحب، حکیم خیر احمد صاحب اور مولانا محمد ذاکر نے حدیث شریف اور اصول فقہ حضرت اجمیری صاحب سے پڑھیں۔

محترم مولانا سید حبیب صاحب مالک روزنامہ سیاست لاہور نے مکرم مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی سے تعلیم عربی اور غالباً ترجمہ کلام اللہ جیل ہی میں پڑھا اور مولانا موصوف سے جناب سید حبیب صاحب سے کافی حد تک تعلیم انگریزی حاصل کی۔

سید حبیب صاحب نے گر مکھی اور بھاشائیں پڑھیں جس کے بعد انہوں نے سکھوں کی مقدس کتاب "جپ جی" کا اردو منظم ترجمہ جیل میں کیا جو اب شائع ہو چکا ہے۔

لالہ لبھا رام نے بڑے اصرار کے ساتھ جیل میں بغیر مسلمان ہوئے وضو کر کے نماز باجماعت پڑھی۔ نماز سے فراغت کے بعد جب مسلمانوں نے کلمہ شہادت کا ورد کیا تو وہ اوم اوم چیخنے لگا۔

مولانا محمد ذاکرؒ نے جیل میں نصابی کتب کے علاوہ جیل میں سیرۃ النبی از علامہ شبلی نعمانی، رحمتہ للعالمین مصنفہ سلیمان منصور پوری، مکمل تاریخ اسلام از فصیح امرتسری، مکمل تاریخ اسلام از سید امیر علی اور ہسٹری آف واشنگٹن پڑھیں۔

روہتک جیل میں مولانا مرحوم سے ملاقات کرنے والوں میں حافظ حکیم فضل الٰہی صاحب فضل، جناب حافظ غلام محمد صاحب، آپ کے بھائی حافظ صالح محمد صاحب، مہر احمد دین جپہ، میاں اللہ داد صوفی اور میاں احمد ہیر بڑے قابل ذکر ہیں۔ (یہ احباب یہاں محمدی شریف سے روہتک جیل میں صرف ملاقات کے لیے طویل سفر کر کے گئے تھے)

۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ (بمطابق ۱۹۲۷ء) بوقت ۹ بجے دن روہتک جیل سے آپ کی رہائی ہوئی۔

Marfat.com

باب دوم

(حصہ چہارم)

# تحریک کشمیر

- پس منظر
- علاقائی بیداری اور منظم روابط
- گرفتاریاں اور رہائی

Marfat.com

## پس منظر

ریاست کشمیر پانچ ہزار سال قبل مسیح سے آباد ایک قدیم علاقہ ہے۔ جہاں تقریباً چھ سو سال سے دیا کرن اور اس کے پچاس ورثاء حکومت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۲۵۰ قبل مسیح میں اشوک نے اسے فتح کیا اور بدھ مت کو رواج دیا۔ ان کی حکومت نو سو سال تک رہی' لیکن بدھ مت یہاں زیادہ رواج نہ پا سکا۔ اسلام کی منظم اور موثر تبلیغ چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں شروع ہوئی۔ انفرادی طور پر تو بعض مسلمان اس سے قبل بھی ریاست میں آتے رہے تھے۔ راجہ ہرش (۱۰۸۹ء۔۱۱۰۱ء) کے عہد حکومت میں بعض مسلمان کشمیری افراد کا فوج میں ملازم ہونے کا پتہ چلتا ہے' کشمیر میں اسلام کی سب سے پہلی کامیاب تبلیغ حضرت شرف الدین المعروف بلبل شاہ کے ہاتھوں ہوئی جب اس نے حاکم کشمیر ونجن شاہ سے ملاقات کر کے اسے بے حد متاثر کیا۔ جس پر وہ آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد اس کے اہل خانہ اور کئی امراء نے بھی اسلام قبول کر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں مسلمانوں کی تعداد دس ہزار ہوگئی۔ حضرت بلبل شاہ کی وفات کے بعد سلطان صدر الدین اور اور ونجن شاہ کی حکومت اختلافات کا شکار ہوگئی۔ آخر سلطان شمس الدین نے ۱۳۲۳ء میں تاج و تخت سنبھالا اور ریاست میں امن و امان قائم کیا۔ سلطان شمس الدین کا خاندان وہاں سو سال تک حکمران رہا۔

اس صدی کے اواخر میں ایران سے سید علی ہمدانی سات سو سیدوں کے ہمراہ کشمیر میں تبلیغ اسلام کی غرض سے آئے اور ان کی کوششوں سے کئی مکتب' شفا خانے اور صنعتوں کی بنیادیں پڑیں۔ جس سے درس و تدریس اور دعوت و ارشاد کا وسیع سلسلہ قائم ہوا۔ ۱۵۵۴ء میں چک حکمران برسراقتدار آئے اور ان کی حکومت ۱۵۸۸ء تک رہی۔ یہ سارا عرصہ باہمی جنگ وجدل تک محدود رہا۔ ۱۷۵۰ء میں احمد شاہ ابدالی نے کشمیر فتح کیا اور اس طرح ۱۸۱۹ء تک پٹھانوں کی حکومت رہی۔ ۱۸۱۹ء میں رنجیت سنگھ نے حملہ کر کے سکھ حکومت بنائی جو تیس سال تک رہی اور اس دور کو جبرو استبداد کا تاریک ترین دور کہا جا سکتا ہے۔ اس عہد تک کشمیر کی ایک واضح آبادی کی اکثریت اسلام قبول کر چکی تھی۔ سکھوں نے مسلمانوں پر خوب مظالم ڈھائے۔ لارڈ برڈوڈ کے مطابق سکھ حکومت مسلمانوں کے خلاف فرقہ وارانہ انتقام کی آگ میں بھڑک رہی تھی اور مسلمانوں کا برسرعام قتل ہوتا تھا۔ آخر انگریزوں کی ساز باز سے ۱۸۴۶ء میں یہاں ڈوگرہ حکومت قائم ہوئی۔ انگریزوں نے

Marfat.com

۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو معاہدہ امرتسر کے تحت ۷ لاکھ کشمیریوں پر مشتمل یہ ریاست ۷۵ لاکھ روپے نانک شاہی (موجودہ پچاس لاکھ روپیہ) کے عوض دریائے سندھ کے مشرق اور دریائے راوی کے مغرب کے تمام علاقے گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیے۔

ڈوگرا دور حکومت مسلمانوں کے سیاسی' معاشی اور تعلیمی استحصال کا بدترین دور ثابت ہوا مسلمان ایک عرصہ تک ڈوگرا راج کے جبر و استبداد کو برداشت کرتے رہے۔ جنگ عظیم اول کے بعد آزادی اور حرمت عصمت جو مسلمان قوم کی فطرت ہے' شعلہ برق بن کر بھڑک اٹھی۔ اور اس طرح تحریک آزادی کشمیر کا ایک نیا باب عالمی تاریخ میں شروع ہوگیا۔ ریشم خانہ سری نگر سے لے کر ۱۹۳۱ء کی تحریک تک کا دور مسلمانان کشمیر کی قربانیوں کا دور ہے

وادی کشمیر میں سیاسی آزادی انگریز دور حکومت کی طرح نہ تھی۔ اس لیے یہاں سیاسی تربیت کی ابتداء کے لیے ایک بے ضرر "فتح کرل ریڈنگ روم پارٹی" کا سہارا لیا گیا۔ ریڈنگ روم میں سری نگر کے مسلمان نوجوان اکٹھے ہوتے اور درپیش مسائل پر باہم سوچ بچار کرتے۔ ان نوجوانوں کو منظم کرنے کا کام شیخ محمد عبداللہ نے کیا۔ اس طرح جموں میں چودھری غلام عباس کی سربراہی میں "ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن" قائم کی ہوئی تھی اس کے مقاصد میں مسلمانان ریاست کی سیاسی بیداری تھااور تنظیم نے بڑا اہم رول ادا کیا۔ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ دونوں تنظیموں کو ایک دوسرے کے وجود کا تعارف ہوا۔ چنانچہ شیخ محمد عبداللہ جموں آئے اور چودھری غلام عباس سے ملاقات کر کے سری نگر میں ایسوسی ایشن کی شاخ قائم کرنے کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔ چنانچہ شیخ محمد عبداللہ نے سری نگر میں ایسوسی ایشن کی شاخ قائم کر کے زور شور سے کام شروع کر دیا۔ خوش قسمتی سے انہیں سری نگر میں میرواعظوں کے گھرانے کی حمایت حاصل ہو گئی جن کا مسلمانان کشمیر پر بڑا گہرا اثر و رسوخ حاصل تھا۔ اسی دوران چند ایک ایسے واقعات پیش آ گئے جن نے ایسوسی ایشن کی خاموش' پرسکون' پر امن' اور محتاط سرگرمیوں کو ریاست گیر تحریک آزادی کی شکل دے دی۔

۱۹۳۱ء کے تاریخی عہد کا موقع تھا اور امام خطبہ عید میں فرعون و موسیٰ کی کشمکش کا حال بیان کر رہے تھے کہ ایک سب انسپکٹر پولیس نے بغاوت کا الزام لگا کر خطبہ بند کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان دین کے امور میں اس مداخلت کو برداشت نہ کر سکے اور سراپا احتجاج بن گئے۔ چنانچہ جلوس نکلے اور اس اقدام کی پرزور مذمت کر کے مسلمانان کشمیر میں سیاسی قوت

Marfat.com

کا احساس اجاگر کیا گیا۔ جموں کے مسلمانوں نے سب انسپکٹر کے خلاف مقامی عدالت میں توہین مذہب کا مقدمہ دائر کیا جس کو ہندو مجسٹریٹ نے خطبہ کو نماز عید کا جزو نہ مان کر خارج کر دیا جس سے مسلمانوں کے جذبات اور مشتعل ہو گئے اور حکومت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور خود حکومت نے مقامی کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف نگرانی کی درخواست کی۔ جس پر ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ خطبہ نماز عید کا جزو ہے۔ چنانچہ اس سب انسپکٹر کو معطل کر کے مسلمانوں کے مشتعل ہجوم کو قابو میں کرنے کی کوشش کی گئی اور یہ مسلمانان کشمیر کی پہلی سیاسی فتح تھی۔

بندش خطبہ کا یہ واقعہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ جموں سنٹرل جیل میں ایک ڈوگرہ انسپکٹر لبھو رام نے قرآن پاک کی بے حرمتی کر دی جس سے مسلمانوں کے جذبات اور بھی مشتعل ہو گئے اور یہ جذبات کی آگ جنگل کی آگ طرح پوری ریاست کی حدود میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے پوسٹروں' جلوسوں اور اشتہارات میں کانسٹیبل لبھو رام کو توہین قرآن پر سزا دینے کے علاوہ مذہبی شعائر کے احترام کی ضمانت اور مستقل نوعیت کے کئی دیگر سیاسی مطالبات کیے۔ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن اس تحریک کی پیروکار بنی حکومت کے مہاراجہ ہری سنگھ نے ایسوسی ایشن کے نمائندوں سے مل کر اس صورتحال پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن اسی دوران ۱۳ر جولائی ۱۹۳۱ء کو وہ واقعہ پیش آ گیا جس نے تحریک آزادی کو ایک نئی صورت دے دی۔

۱۳ر جولائی ۱۹۳۱ء سنٹرل جیل میں عبدالقدیر کے خلاف بغاوت کے جرم کا دن تھا عبدالقدیر ایک پٹھان نوجوان تھا جو ایک انگریز سیاح کے ساتھ آیا تھا۔ ۲۵ر جون کو جمعہ کے روز جب خانقاہ معلیٰ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام میں شیخ محمد عبداللہ' میرواعظ اور دیگر مقامی لیڈروں نے تقریریں کیں تو یہ نوجوان سٹیج پر رونما ہوا اور مہاراجہ کی حکومت کے خلاف ایک نہایت سخت قسم کی زہر آلود اور اشتعال انگیز تقریر کی اور ریاستی مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ ظالم ڈوگرہ حکمران کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں۔ جلسے کے فوراً بعد عبدالقدیر کو گرفتار کر لیا گیا۔ مقدمے کی سماعت بند کمرے میں ہو رہی تھی جس پر سنٹرل جیل کے دروازے پر جمع مسلمانوں نے احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ مقدمے کی سماعت کھلے عام کی جائے تاکہ مسلمان عوام اپنے ہیرو اور محسن کو دیکھ سکیں۔ مجسٹریٹ نے پولیس کے کہنے پر مطالبہ کو مسترد کر دیا اور مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ انتہائی ذلت آمیز سلوک کیا۔ جس پر مسلمان مشتعل ہو گئے۔ اور پولیس کا پہرہ توڑ کر عدالت کی طرف بڑھنے لگے جس پر

Marfat.com

پولیس نے گولی چلا دی۔ ۲۲ آدمی موقع پر ہی شہید ہوگئے اور زخمی ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ شہر میں یہ خبر جب پہنچی تو پورا شہر سراپا احتجاج بن گیا جس پر حکومت نے شہر کو فوج کے سپرد کر کے مارشل لاء نافذ کر دیا اور شہر میں نقل و حرکت پر پابندی لگا دی۔ ہر گلی اور ہر سڑک پر فوج متعین کر دی گئی اور اسے یہ حکم دے دیا گیا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان نظر آئے اسے گولی سے اڑا دو۔ سارا دن اندھا دھند فائرنگ ہوتی رہی اور بے کس نہتے مسلمانوں کے خون سے سری نگر کی سرزمین لالہ زار ہوتی رہی۔ ڈوگرہ فوجیوں نے لوگوں کو ان کے گھروں کے اندر سے نکال کر ان کو اذیت ناک سزائیں دیں۔ ان کے مال و اسباب لوٹے اور نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری کی۔

رات کو چودھری غلام عباس، سردار گوہر الرحمان، مستری یعقوب علی، شیخ عبداللہ، مولوی عبدالرحیم اور غلام نبی گلکار کو گرفتار کر کے قلعہ ہری پربت میں بند کر دیا گیا۔ فائرنگ اور گرفتاریوں کے بعد بغاوت کی یہ آگ ساری ریاست میں بھڑک اٹھی۔ جگہ جگہ جلسے جلوسوں اور ہڑتالوں کے ذریعہ حکومت کے ان اقدامات کی مذمت کی جانے لگی۔ سری نگر میں پورے ایک ماہ ہڑتال رہی اور مسلمانوں نے اپنے کاروبار اور روزگار معطل کر کے اس تحریک کو زندہ رکھا۔ کئی بے گناہ مسلمان جیلوں میں بند کر دیے گئے جس پر ہر علاقے سے ریاستی مظالم کے خلاف آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں اور حالات ریاستی حکمرانوں کے قابو سے باہر ہوگئے اور برطانوی فوج کی مدد طلب کر لی گئی۔

کشمیر کی اس تحریک آزادی کی حمایت میں شمالی ہند کے مسلمانوں نے دو مختلف تحریکوں کا آغاز کیا۔ ایک تحریک انقلابی نوعیت کی تھی جو مجلس احرار کے زیر اہتمام اور سرگردگی میں شروع ہوئی۔ دوسری تحریک آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی تھی۔ یہ دستوری و آئینی نوعیت کی تحریک تھی۔ اس کی باگ ڈور جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس تحریک کا مقصد کشمیری مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا ہاتھ بڑھا کر اپنے مخصوص مقاصد و مفادات کا حصول تھا۔ مجلس احرار کی عاملہ نے ۱۸ر اگست ۱۹۳۱ء کو اپنے ورکنگ کمیٹی کے اجلاس لاہور میں اس امر کا فیصلہ کیا کہ وہ کشمیری مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلوانے کے لیے کسی بڑے سے بڑے اقدام سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ ابتداء میں مولانا مظہر علی اظہر کی راہنمائی میں وزیراعظم کشمیر کے پاس ایک وفد بھیجا گیا۔ لیکن گفت و شنید بے نتیجہ رہی۔ اس پر امن گفت و شنید کی ناکامی کے بعد احرار نے ایک عظیم الشان تحریک کا آغاز کیا اور حکومت کے امتناعی احکامات کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں رضا کاروں کو

Marfat.com

ریاست کی طرف روانہ کیا۔ جو رضا کار ریاست میں داخل ہوتے تھے انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا جاتا۔ جب مہاراجہ کی حکومت نے حالات قابو سے باہر ہوتے دیکھے تو اس نے حکومت پنجاب سے درخواست کی کہ احراری رضا کاروں کو ریاست کی حدود میں داخل ہونے سے قبل ہی گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے احراری جتھوں کو اپنی سرحد پر ہی روکنا شروع کر دیا۔

## علاقائی بیداری اور منظم روابط

کشمیر میں ڈھائی جانے والی قیامت مسلمانان پنجاب کے لیے تڑپا دینے والی تھی۔ ہر مسلمان بے چین اور ملول تھا۔ مولانا مرحوم نے محمدی شریف کے پس ماندہ علاقہ میں جذبات کی بیداری اور اسلامی شعور کے احیاء کی تحریک کا کام اپنے ذمہ لیا۔ مولانا ایک حساس اور تڑپنے والا دل رکھتے تھے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی اور درماندگی پر تڑپ کر رہ جاتے۔ یکم جنوری ۱۹۳۱ء کو اپنی ڈائری میں جذبات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

تو ہی تھا جس نے دیا درس حیات اقوام کو
آہ مسلم آج تیری زندگی ہے نام کو
چھوڑ دے بغض و عداوت چھوڑ دے
زندہ رہنا ہے اگر طوق غلامی توڑ دے

پھر اسی طرح ۱۸ر جنوری کو اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

بدلے گا جس سے نقشہ دنیا وہ لے گی کروٹ
آقا بنیں گے خادم وہ انقلاب ہوگا
تعمیر ہم کریں گے وہ قوم کی عمارت
اینٹیں سروں کی ہوں گی خون اپنا آب ہوگا

چنانچہ انہی جذبات کے ہاتھوں مجبور تھے کہ جہاں جاتے ملت اسلامیہ کا غم لیے وعظ و نصیحت شروع کر دیتے اور خوابیدہ مسلم کو حالت کی تلخی پر بیداری کا شعور دیتے۔ ۷ر جولائی ۱۹۳۱ء کو کشمیر کے حالات پر بے حد رنجیدہ ہوئے اور اپنی یادداشت میں زبان شعر سے اس طرح جذبات کا اظہار کیا

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر
ہے مرگ عاشقانہ نشان عروج تخت

Marfat.com

کشمیر میں وہ حال ہوا ہے ہائے ہائے
سینہ فگار ہے تو جگر آج لخت لخت
گھبرا نہ جانا ساقی کوثر کے جاں نثار
آج تیرے پیش نظر امتحان سخت

۳ر نومبر ۱۹۳۱ء کو صبح جناب گل شیر خان کی زبانی یہ حال معلوم ہوا کہ کشمیر کا معاملہ تلخ صورت اختیار کر گیا ہے اور چنیوٹ کے رضا کاران مجلس احرار اسلام پھر بھنڈر پر چلے گئے ہیں۔ اور ان کا تار آیا ہے کہ کپتان شیخ الٰہی بخش شہید ہوگئے ہیں اس لیے آپ نے بھی جہاد پر جانے کی تیاری شروع کر دی۔

شیخ الٰہی بخش چنیوٹ کے تاجر شیخ کریم بخش کے فرزند تھے۔ جو کیم جولائی ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ درمیانے قد، گٹھیلا جسم اور گندمی رنگ کے خوبصورت جوان تھے۔ چہرے پر سیاہ داڑھی اور زیادہ خوبصورت لگتی تھی۔ آپ کیم نومبر ۱۹۳۱ء کو چنیوٹ سے تمیں رضا کاروں کو لے کر جہلم پہنچے تاکہ دریا پار کر کے میرپور کشمیر جاتے۔ حسب معمول نماز ظہر کے بعد چنیوٹ کا یہ قافلہ سینکڑوں لوگوں کے ہجوم سے جہلم شہر میں محاذ پر روانہ ہوا۔ کچھ لوگ پیدل، کچھ تانگوں اور لاریوں کے ذریعے پتن تک قافلے کے ساتھ گئے۔ دریا اپنے پورے بہاؤ پر تھا۔ پتھروں سے سر پٹکتا ہوا پانی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ آج دشمن کے ارادے نیک نہیں۔ ڈوگرہ شاہی کی سنگینیں مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہیں۔ ہندو سامراج فرزندان اسلام سے آج اپنا انتقام لے گا، لیکن دریا کی یہ رمز گوئی کفن بردوش رضا کاروں کی آنکھوں سے شہادت کے نشہ کی ترشی کو کم نہ کر سکی۔

قافلہ کے پہنچنے سے قبل ہی پولیس اور مجسٹریٹ پتن پر جمع تھے۔ ان کی ہدایت پر کنارے سے تمام کشتیاں ہٹا دی گئیں، لیکن رضا کاروں کے عزم شہادت نے دریائے جہلم کی طغیانی کو شکست دینے کے لیے بے خطر دریا میں چھلانگیں لگا دیں سرکاری حکام حیرت میں پڑ گئے۔ عوام نے جرات کے پیکروں کو جذباتی نعروں اور تشکر آمیز آنسوؤں سے داد دی۔ کنارے پہنچ کر شیخ الٰہی بخش نے بھیگے ہوئے سرخ کپڑوں کے باوجود تمام رضاکاروں کو ازسرنو منظم کیا۔ قافلہ کشمیر ہاؤس سے گزر کر جب کشمیر کی حدود میں داخل ہوا تو ایک چھوٹی سی خشک نہر کا پل عبور کرنے کو بڑھا ہی تھا کہ ریاستی پولیس کے ایک دستے نے جس کی کمان پنڈت وشوامتر کورٹ انسپکٹر کے ہاتھ میں تھی، آگے بڑھ کر اور خود انسپکٹر مذکور نے

Marfat.com

اچانک ایک جھاڑی سے نکل کر شیخ الٰہی بخش پر اپنی سنگین کا ایسا مہلک وار کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے جام شہادت نوش کر گئے۔ غیر کشمیری مسلمان کا کشمیر کی سرزمین پر یہ پہلا خون تھا۔ سالار قافلہ کی شہادت کے باوجود قافلہ حافظ دوست محمد جو چنیوٹ سے قافلے کے ساتھ آئے تھے کی قیادت میں اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور آخر وہاں ریاستی گماشتوں اور سکھ غنڈوں کے مظالم کے خلاف آواز حق بن کر گرفتار ہوئے۔

۴ر نومبر ۱۹۳۱ء کو جناب الٰہی بخش شہید کی نعش چنیوٹ پہنچی۔ میرپور، لاہور جڑانوالہ اور جہلم وغیرہ میں اس شہید کے اٹھارہ جنازے ہوئے۔ مولانا بھی چنیوٹ میں جنازہ میں شریک ہوئے اور اپنا ارادہ پختہ کر لیا کہ وہ بھی بغیر دیر کیے مسلمانان کشمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ڈوگرہ راج کے خلاف جا کر لڑیں گے۔

۲۵ر نومبر کو مجلس احرار الاسلام کے صدر اور ناظم چنیوٹ سے آپ کی دعوت پر محمدی شریف پہنچے۔ بعد از نماز مغرب منادی کرائی گئی۔ پرجوش جلسہ ہوا۔ الٰہی بخش شہید کے حالات شہادت سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا۔ اور دین حق کے لیے کوشاں اس تحریک کے لیے دامے درمے سخنے لوگوں سے مدد کی درخواست کی گئی۔ لوگوں نے مبلغ ایک سو ستتر روپیہ مجلس کو چندہ دیا۔

## گرفتاریاں

۳۰ر نومبر تک مجلس احرار کی آواز پر اٹھارہ ہزار رضا کار جیل جا چکے تھے۔ ۳ر دسمبر کو جہاد پر روانگی کا پروگرام طے پایا۔ تھانہ بھوآنہ سے آئی ہوئی پولیس نے رضا کاروں کو روکنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن پھر بھی ۴ بجے شام یہ قافلہ روانہ ہوگیا۔ اس قافلہ میں مولوی محمد شریف، متعلم مولا بخش، میاں کامل دین خلف میاں اللہ یار مرحوم، گل شیر احمد خان افغانی، غلام قادر سیال، چودھری نور محمد ہلٹر کا اور مولانا محمد ذاکرؒ شامل تھے۔

دس بجے رات یہ قافلہ چنیوٹ پہنچا۔ دوسرے دن شاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ اور اس کے بعد جلوس کی صورت میں مسجد گڑھا والی گئے۔ جہاں پر گل شیر نے ایک لاری پر [illegible] آواز میں نظم پڑھی۔ چنیوٹ سے نذیر حسین، فضل الٰہی، محمد اسلم، محمد دین، [illegible] اور محمد [illegible] شامل ہوئے۔

سات [illegible] بجے یہ قافلہ جھنگ مگھیانہ پہنچا، حکیم جلال الدین اور عوام الناس نے پرجوش استقبال کیا۔ اس طرح جلوس کی صورت میں مختلف بازاروں سے ہوتے ہوئے یہ

Marfat.com

جانثاران اسلام جھنگ سے نکل کر گاڑی کے ذریعہ وزیر آباد پہنچے۔ اسٹیشن پر باوردی پولیس موجود تھی چونکہ رضا کار منتشر تھے اس لیے کوئی گرفتاری نہ ہو سکی۔ رات مجلس کے دفتر میں قیام ہوا۔ مسلمانان وزیر آباد نے قافلہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بعداز نماز ظہر عظیم الشان جلوس نکلا۔ اور اس طرح ۶ بجے شام سیالکوٹ جانے والی سڑک پر محاذ کو جاتے ہوئے گرفتار ہوگئے۔ چند دنوں کے بعد مولانا عطا محمد صاحب (میانوالی) جو مولانا کے پرانے رفیق تھے کی قیادت میں ایک قافلہ فروکہ (ضلع سرگودھا) سے لے کر پیدل سلانوالی اور لالیاں کے راستے سے ہوتے ہوئے دریا کو کشتیوں سے پار کر کے چنیوٹ پہنچے تمام راستے میں ان کا بہت پرجوش استقبال ہوا۔ اس کے علاوہ ان سے پہلے اور بعد میں بھی کئی قافلے یہاں پہنچے۔ جو آگے جا کر گوجرانوالہ' حافظ آباد اور وزیر آباد کے شہروں میں گرفتار کر لیے جاتے رہے۔ مولانا عطا محمد صاحب کے قافلے کو بھی وزیر آباد میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور انہیں تین تین ماہ قید سنائی گئی۔

مولانا محمد ذاکر اور ان کے رفقاء کو ۶ر دسمبر کو وزیر آباد میں گرفتار کر لیا گیا دوسرے دن صبح جیل ہی میں سید اعجاز حسین سپیشل مجسٹریٹ نے دو دو ماہ قید بامشقت سنائی اور اس کے بعد ۱۱ بجے لاری میں بٹھا کر گوجرانوالہ جیل بھجوا دیا گیا یہاں پہلے سے ہی کثیر تعداد رضا کاروں کی گرفتار تھی۔ جن میں مولانا کے قریبی دوست مولانا عبدالعزیز صاحب گل کوٹی بھی موجود تھے۔ ۷ر دسمبر کو مولانا کا ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ سے سپیشل بورسٹل جیل لاہور چالان کر دیا گیا۔ بورسٹل جیل لاہور کے ایک خاص احاطہ میں پانچ سو کوٹھیاں آمنے سامنے تھیں جن میں مولانا اور ان کے ڈیڑھ سو رفقاء کو بند کر دیا گیا۔ لباس بدلوا دیے گئے۔ اور تین دن بعد ہر قیدی کو ان کی مشقت سنا دی گئی۔ کسی کو بان اور کسی کو نوار کا کام لگایا گیا' لیکن یہاں مولانا ایک ماہ رہے مگر کوئی مشقت نہ کی۔

بورسٹل جیل میں احرار کے بڑے بڑے قائدین بند تھے۔ جن کے ساتھ مہاراجہ کشمیر کی صلح کے لیے گفت و شنید چل رہی تھی۔ مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری اپنے رضا کاروں کا خاص خیال رکھتے۔ ایک دن موصوف مولانا کے احاطہ میں تشریف لائے اور وہاں پر موجود پانچ سو رضا کاروں کو اکٹھا کر کے ایک مختصر سی ناصحانہ تقریر فرمائی۔ اور جیل کے واقعات و تجربات سنائے۔ ۸ر جنوری ۱۹۳۲ء کو مولانا اور ان کے بعض رفقاء کو کیمپ جیل فیروز پور بھیج دیا گیا یہاں پر مولوی حکیم عطا محمد قریشی اور ان کے کئی ساتھی پہلے سے قید تھے۔ اس جیل میں احراری رضا کاروں پر بڑے مظالم ڈھائے گئے' خوراک و طعام کا نہایت

Marfat.com

ناقص انتظام تھا۔ نماز تک کے لیے پانی ملنا مشکل تھا۔ چوبیس چوبیس گھنٹے متواتر بند رکھا جاتا' کیونکہ مولانا مرحوم اور ان کے بعض رضا کاروں کو چکی کوٹھڑی میں بند کرنے کے خلاف مولوی عبدالغنی گل کوئی' مسٹر عبدالمجید' اور ماسٹر محمد عظیم صاحب سیالکوٹی نے بھوک ہڑتال کر دی۔ اس جیل میں ہندو سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی جیلر پرتاب سنگھ ڈوگرہ صرف اس لیے متعین کیے گئے تھے کہ لوگوں پر سختی کر کے ان کو معافی مانگنے پر تیار کیا جائے۔ ۸ر جنوری ۱۹۳۲ء کو بھوک ہڑتال کرنے والوں میں محمد اعظم کی حالت بڑی نازک ہوگئی نبض ۸۵ تک کمزور ہوگئی لیکن وہ اپنے مطالبہ سے نہ ہٹے۔ آخر کار انہوں نے بقیہ قیدی کیمپ جیل بھیج دیے۔ جس پر ہڑتال ختم کر دی گئی۔ اور محمد اعظم صاحب کو کمزوری کی وجہ سے رہا کر دیا گیا۔ انہی دنوں رمضان شریف شروع ہوگیا۔ تمام احراری رضاکاروں کو اذان اور نماز کی آزادی تھی۔ طویل صفیں نماز کی روح پرور نظارہ ہوتیں۔

جیل کے اندر ایک دن پرتاب سنگھ ڈوگرہ مشقت. دیکھنے کے لیے آیا تو اسے چھینک آگئی۔ اتفاق سے دو قیدیوں کو بھی اس وقت چھینک آگئی۔ ڈپٹی جیلر نے اسے خفت سمجھتے ہوئے چھینکنے والے قیدیوں کو مکے اور ٹھڈے لگائے اور انہیں کوٹھڑی بند کر دیا۔ اسی روز شام کو جب پھر آیا تو مولانا نے اس پر اس سے احتجاج کیا جس پر مولانا کو بھی ان کے ساتھ کوٹھی بند کر دیا گیا۔

مولانا کے کوٹھی بند ہونے پر دوسروں نے جب رہائی کا مطالبہ کیا تو ۳۵ مزید قیدیوں کو بھی کوٹھی بند کر دیا گیا۔ اور انہیں بیڑیاں پہنا دی گئیں اور اس طرح انسانی و جماعتی ہمدردی کی یہ سزا دی گئی۔ اور چنیوٹی وفد نے بھوک ہڑتال کر دی جن میں گل شیر احمد افغانی' میاں کامل دین' مولابخش' غلام قادر سیال' نور محمد بلھیڑ کا اور شمس دین چنیوٹی شامل تھے یہ لوگ مولانا کے ساتھ ہی قید ہوئے تھے۔ ان کی بھوک ہڑتال پر آخر حکام جیل شکست کھا گئے اور انہوں نے ۱۲ قیدی جو انہیں زیادہ خطرناک لگے لائل پور جیل میں بھیج دیے ان میں مولانا محمد ذاکر' مولانا عبدالعزیز گل کوئی' مسٹر عبدالمجید اور مولوی محمد طیب کشمیری قابل ذکر ہیں۔

یہاں کا جیلر عبدالسلام ایک مسلمان تھا۔ اس نے ان کے آتے ہی تنبیہ کی کہ نعرے بازی اور تخریب سے گریز کرنا ورنہ سب کا برا حشر کرے گا۔

ادھر کیمپ جیل فیروزپور میں ہڑتال پانچ دن جاری رہی۔ بارہ قیدیوں کے بھیج دینے کے بعد انہوں نے اپنے مطالبات میں ترمیم کرلی۔ نئے مطالبات یہ بنائے کہ بلند آواز سے

Marfat.com

اذان دینے سے نہ روکا جائے۔

پرتاب سنگھ ڈوگرہ سے اختیارات ان قیدیوں کے بارے میں واپس لے لیے جائیں اور وہ ان کے سامنے بالکل نہ آئے۔

پانچ دن بعد ڈاکٹر نے بصد منت سماجت انہیں کھانا کھلایا اور تمام مطالبات منظور کر لیے گئے۔ لائل پور جیل میں سات سال سے بارہ سال تک کے نوجوان رضا کار بن کر قید ہوئے اور ان کا جوش قید ہونے کے باوجود تازہ تھا۔

فروری ۱۹۳۲ء کو مولانا کو ان کے رفقاء نے رہائی کی مبارک باد دی' لیکن مولانا نے اس عارضی رہائی پر خوشی کرنے کی بجائے مسلمانوں کی مکمل آزادی کی حسرت ظاہر کی۔

Marfat.com

باب دوم

(حصہ پنجم)

# تحریک پاکستان

- پس منظر
- مسلم لیگ کا قیام
- تنظیم مسلم لیگ اور مہاجرین کی آبادکاری
- استحکام پاکستان

Marfat.com

## پس منظر

انسانی معاشرہ کو امن و سکون کے ساتھ ساتھ بہتر اخلاقی اقدار یا احیاء ہر دور میں ایک ضرورت بنی رہی ہے۔ اس ضرورت کے پورا کرنے کے لیے ہر خطہ ارض میں امن و آشتی' اخوت و مودت اور بہتر خصائل و اطوار کے احیاء کی پرچار ہستیاں آتی رہیں جنہیں مختلف خطوں میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی ضروریات کے لیے دیگر نعمتیں دینے کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی ترقی و ترویج کے لیے انہی نیک ہستیوں سے عالم انسانیت کی ہدایت کا کام لیا۔ حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں اللہ کی وحدانیت کا شعور دے کر انہیں اعلیٰ انسانی اقدار کا درس دیا۔ ہندوستان میں بھی مہاتما بدھ' جین مت اور ہندو مت کے کئی پروہت اخلاقی تعلیم کے داعی بنے لیکن ان کی تعلیم حوادث زمانہ کا شکار ہو کر خود غرض حکمرانوں اور جاہل عوام کی مفاد پسندی کی وجہ سے اپنا اصل کھو بیٹھی اور اس طرح ہندوستان کے عوام جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پڑ کر پتھروں کے صنم خدا بنا بیٹھے۔

اسلام کی ہندوستان میں ضوفشانی مالا بار اور جنوبی ہند کے گوشوں سے نکل کر سندھ پر مسلمانوں کے حملہ سے بہت قبل سندھی عوام تک پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایران اور عرب میں جنگ ہو رہی تھی تو اس دور میں ہندوستانی جاٹ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے جا رہے تھے۔ -بعض جاٹوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ہندوستان چھوڑ کر عراق میں بودوباش اختیار کر لی تھی اور یہی لوگ "زط" کہلائے۔ اس کا ایک اور ثبوت یوں ملتا ہے کہ محمد بن قاسم کے حملہ سے پہلے ہندوستان میں جابجا نہایت شاندار مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔ جن میں کالی کٹ کولم ہیلی' سری کندا پورم' درمہ پٹن' پندارانی' بد ٹین' چالیات' برکور' منگور' کلنجر کوٹ اور کارو منڈل جیسے علاقوں کی مساجد بڑی مشہور ہیں اور اسی دور میں اسلام کو اس علاقے میں خوب پھیلنے کا موقع ملا۔ ذات باری تعالیٰ کا تصور اپنے حقیقی معنوں میں عوام تک پہنچا جس سے یہاں کے مذہب معاشرہ اور زبان و بیان پر بڑے دور رس اثرات مرتب ہوئے اور یہ تبدیلی ہندوستان میں پاکستان کے قیام کی پہلی سیڑھی ثابت ہوئی۔

اس طویل مدت میں زیادہ تر حکومتیں بنتی اور بگڑتی رہیں۔ لیکن حکومت مجموعی طور

Marfat.com

پر مسلمانوں کے ہی ہاتھ رہی۔ حکمران بدلتے رہے۔ اور ان کا دائرہ حکومت بھی گھٹتا بڑھتا رہا' لیکن اس دوران دہلی کی ایک مرکزی حکومت کی بنیاد ضرور پڑ گئی۔ اس حکومت سے ہٹ کر جونپور' بنگال' کشمیر' مالوہ' گجرات' اور خاندیش کی خود مختار حکومتیں بھی قائم رہیں۔ ان کے علاوہ بھی خود مختار حکومتیں ہیں۔ ان حکومتوں میں دین کی بڑی تبلیغ ہوئی۔ کئی مدارس اور مساجد تعمیر کی گئیں۔ اور ان حکومتوں کی اپنی کوششوں سے یہاں کی اکثریتی آبادی مسلمان ہوگئی۔

ہندوستان میں اسلام اور اسلامی اقدار کی اشاعت میں سب سے زیادہ موثر صوفیاء کا گروہ تھا جن کی روحانی تعلیمات' اعلیٰ کردار اور عمدہ اخلاق کی وجہ سے لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے۔ قبائل کے قبائل بزرگان دین کے ہاتھوں مشرف با اسلام ہوئے اور اس طرح ہندوستان پر ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک حکمرانی کرنے اور مال و دولت کی فراوانی کے مالک ہونے کے باوجود وہ کچھ حکمران نہ کر سکے جو ان فقر و غنا کی دولت کے حامل خرقہ پوشوں نے کر دکھایا۔

مسلمانوں کی حکمرانی ختم ہونے کے بعد انگریز سرکار نے جی بھر کے انتقام مسلمانوں سے لیا۔ اور انہیں زندگی کے ہر معاملے میں تباہ و برباد کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ سکھ اور ہندو قوم جو کہ مسلمانون کے زیر سایہ ایک ہزار سال تک محکوم رہی۔ انگریزوں نے اس کو مسلمانوں کا حریف بنا کر بھرپور اکسایا اور مسلمانوں سے آگے نکلنے میں ہر ممکن سہولت فراہم کی۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان قوم کے عروج کا ستارہ بھوک و ننگ پریشان حالی' جہالت' کسمپرسی اور معاشی و سیاسی استحصال کے کڑے سیاہ بادلوں میں بالکل چھپ گیا۔ ایک یاس و قنوطیت کی کیفیت پیدا ہونے لگی کہ اسی دور میں خانوادہ ولی اللٰہی کی علمی تحریک اور تحریک ریشمی رومال کی مساعی سے حقوق کی بازیابی کا سلسلہ جہاد شروع ہوا جس میں سروں کی کھیتیاں دین حق کے عروج کے شوق میں کاٹی جاتی رہیں' لیکن مجموعی طور پر مسلمان ملت کے سپوتوں میں جوش آزادی کی شمع کی لے برابر جلتی رہی۔ مجاہدین آزادی کی یہ قربانیاں نظریہ پاکستان کے احیاء کا سبب بنیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اس دور کا روشن باب ہے۔ مسلمانوں کے معاشی استحصال اور سیاسی زوال کے بڑھتے ہوئے مہیب بادلوں کو دیکھ کر سرسید احمد خان نے تعلیمی تحریک کا سلسلہ شروع کیا۔

دارالعلوم دیوبند' دارالعلوم سہارنپور' ندوۃ العلماء' انجمن حمایت اسلام' دارالعلوم نعمانیہ' علی گڑھ یونیورسٹی اور مجزن اور فیل کالج مسلمان قوم میں تعلیم کے احیاء کا سبب

Marfat.com

بنے۔ زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر مسلمانوں کو سیاسی استحصال کا شعور پیدا ہوا۔ تحریک خلافت' تحریک کشمیر' تحریک ریشمی رومال مسجد شہید گنج' جلیانوالہ باغ کے مظالم' مسجد کانپور کے واقعات اور اس طرح کے کئی دیگر مظاہر مسلمانوں کو انگریز اور ہندو قوم کی ذہنیت کو سمجھنے اور اپنے وجود کی بقا کی صحیح راہ کی نشاندہی میں بڑے مدد معاون ثابت ہوئے۔ ہندوؤں کی ذہنیت کو شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں سے سمجھنے کا موقع ملا انگریز سے آزادی ہند کے لیے ہندو قوم کے ساتھ کانگریس کی بھی بنیادیں ڈالیں اور مسلمان انکے دست و بازو بنے لیکن ہندو کی عیاریت اور ناپاک عزائم نے بلاخر مسلمانان ہند کو اپنی علیحدہ قومیت کا احساس دلایا۔ ہندو کے ساتھ مل کر کام کرنے کا جذبہ ہندو کی فریب کاریوں' چالبازیوں' اور آئے دن کی ستم طرازیوں کی وجہ سے ختم ہوگیا اور آخر تنگ آ کر کانگریس جو سراسر ہندو مفاد کی ترجمان بن گئی تھی سے علیحدہ ہو کر مسلمانوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر مسلمانان ہند کے مفادات کے تحفظ پر کام کرنا شروع کر دیا۔

## مسلم لیگ کا قیام

۲۸ر دسمبر ۱۸۸۵ء کو بمبئی میں کلکتہ یونیورسٹی کے گریجوایٹس کو بلا کر ایک انگریز مسٹر ہیوم نے انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھی جس کا مقصد انگریز حکومت کے زیر سایہ اہل ہندوستان کی بے چینی کا مداوا کرنا تھا۔ جب تعلیم یافتہ ہندوؤں کو پتہ چلا کہ انگریز اس جماعت کی سرپرست ہیں تو وہ جوق در جوق اس میں شامل ہوگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کانگریس ہندوؤں کی جماعت بن گئی۔ کانگریس کی ابتدائی بیس سالہ تاریخ انگریز حکومت کی وفاداری کا دم بھرنے اور قصیدہ پڑھنے سے مرتب ہے۔ انگریز اس تنظیم سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے جذبات کو جانچنے اور ان کو حکومت وقت کا وفادار رکھنے کا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور اس تنظیم کا دوسرا بڑا مقصد مسلمانوں کا استحصال تھا۔ کیونکہ وہ ناخواندہ تھے اور پڑھے لکھے طبقہ کو ہی کانگریس کا پلیٹ فارم ملتا تھا۔ اس لیے مسلمان کانگریس کے لیے کوئی نمایاں کارکن نہیں بن سکتے تھے جو اس کی پالیسیوں پر اثر انداز ہو سکتے۔

سرسید احمد خان جو کہ پہلے ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے' کانگریس کی جانب دارانہ کاروائیوں اور ہندووانہ تعصب کو دیکھ کر مسلمانوں کی ایک علیحدہ تنظیم کی ضرورت محسوس کرنے لگے۔ آخر حالات کا رخ دیکھ کر ۲۱' ۲۲ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو لکھنؤ میں مسلم اکابر کا اجلاس جناب حامد علی خان بیرسٹر کے دولت کدے پر ہوا جس میں مسلمانوں کی سماجی' سیاسی اور

Marfat.com

معاشی حالت کو بدلنے اور انہیں مناسب تحفظ فراہم کرنے کے لیے نئی پولیٹیکل تنظیم کے قیام کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔ اسی دوران بنگال کو مسلمانوں اکابر کے مشورہ پر ۱۹۰۵ء میں دو صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ جس پر انڈین نیشنل کانگریس اور ہندو پریس نے زبردست شور مچایا اور مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ کیونکہ اس طرح مشرقی بنگال جہاں مسلمان قوم واضح اکثریت میں آباد ہیں ہندوؤں کی بالا دستی سے آزاد ہو کر اپنے اقتصادی، تعلیمی، اور سماجی حالات کو بہتر کر لیں گے۔ ان احتجاجات کے نتیجہ میں ملک میں شدید ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ ہندوؤں کی یہ متعصبانہ روش دیکھ کر جملہ مسلم اکابر کا اجلاس ہوا جس میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ حق نیابت حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اجتماع میں مختلف صوبوں کے مسلمان اکابر جمع ہوئے اس اجتماع کے تین ماہ بعد علی گڑھ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں ہوا جس میں نواب سلیم اللہ خان (ڈھاکہ) اور سید نواب علی چوہدری نے ہز ہائی نس سر آغا خان اور نواب وقار الملک کے مشورہ سے قوم کی سیاسی تنظیم کا خاکہ پیش کرنے کا پروگرام تیار کیا گیا۔ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ کے اندر اجلاس منعقد ہوا جس میں نواب سلیم اللہ خان کا مرتب کردہ خاکہ پیش ہوا دوسرے اجلاس میں مناسب ترامیم پیش کیں گئیں اور آخر ایک تجویز کے ساتھ یہ طے کر لیا گیا کہ مسلم لیگ کے نام سے تنظیم قائم کی جائے جو مسلمانان ہند کے سیاسی حقوق و فوائد پر نگاہ رکھے اور ان کی ضروریات و خواہشات کو احسن طریقے سے گورنمنٹ تک پہنچائے۔ وقار الملک نے آخر میں خطبہ صدارت پیش کیا۔

۱۹۰۶ء سے لے کر ۱۹۱۱ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کا آئین تیار ہوا اور بڑے بڑے شہروں میں تنظیم کے تعارف کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی کے لیے کوششیں ہوتی رہیں۔

۱ - ۱۹۰۷ء کے اجلاس علی گڑھ میں اغراض و مقاصد کا تعین کیا گیا۔

۲ - ۱۹۰۸ء کے اجلاس امرتسر میں مسلمانون کے حقوق کے تحفظ اور ان کی آبادی کے حساب سے ملازمتوں میں حصہ کا مطالبہ کیا گیا۔

۳ - ۱۹۱۰ء میں دہلی کے تیسرے سالانہ اجلاس میں میں آبادی کے تناسب سے مسلمانوں کی ملازمت کے حصول کا مطالبہ کیا گیا۔

۴ - ۱۹۱۰ء کے آخر میں مسلم لیگ کا پانچواں اجلاس ہوا جس میں صدر جلسہ بیرسٹر سید نبی اسد بیگ نے حکومت کی جنگی پالیسی پر کڑی نکتہ چینی کی۔

Marfat.com

۱۹۱۱ء میں جب جارج پنجم نے تقسیم بنگال کی تنسیخ کا اعلان کیا تو قائداعظم محمد علی جناح نے مولانا محمد علی جوہر اور سید وزیر حسن کی دعوت پر مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اس سے پہلے قائداعظم کانگریس کے رکن تھے۔ ۱۹۰۶ء اور ۱۹۱۱ء کے اجلاسوں میں قائداعظم کو مدعو کیا گیا۔ پھر ۱۹۱۲ء کے اجلاس میں بھی مدعو کیا گیا جو سر آغا خان کی زیر صدارت ہوا اور آپ اجلاس میں شامل ہوئے۔ ۱۹۱۳ء کے اجلاس لکھنؤ میں انہی کی تجویز سے مسلم لیگ کا یہ نصب العین تیار کیا گیا کہ ایسے آئینی طریقے اختیار کیے جائیں کہ تاج برطانیہ کے زیر سایہ اہل ہند کو حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائے اور انہی کی تجویز پر اجلاس میں ہندو مسلم اتحاد کی ایک مزید کوشش کرنے کا تہیہ کیا گیا۔

۱۹۱۵ء کے سالانہ اجلاس میں قابل ذکر غیر مسلم راہنما بھی شریک ہوئے جن میں مدن موہن موسوی' سر سریندر ناتھ' مسٹر گاندھی' مسز سروجنی نائیڈو وغیرہ وغیرہ۔ اجلاس میں بعض کانگریس مفاد لوگوں نے ان کی شرکت پر شور مچایا جس کی وجہ سے یہ اجلاس ملتوی ہو کر تاج محل ہوٹل میں ہوا جہاں جناح نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلم لیگ اور کانگریس مل کر ایسی سکیم تیار کریں جس میں مسلمانوں کی ضروریات و تحفظ کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہو۔ اس تجویز کو مولوی فضل الحق اور مولانا ابو الکلام آزاد نے تسلیم کیا اور تائید کی۔

۱۹۱۶ء کو لکھنؤ میں مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت محمد علی جناح نے کی۔ اس اجلاس میں وہ اسکیم منظور ہوئی جسے میثاق لکھنؤ کا نام دیا گیا۔ کانگریس نے اس کی توثیق اپنے اجلاس ۲۶ر دسمبر ۱۹۱۶ء میں کی۔ اس اجلاس میں مسلمانوں کے لیے تجویز کردہ نشستیں اکثریتی علاقوں میں اگرچہ کم رکھی گئیں تھیں تاہم اقلیتی علاقوں میں تناسب سے زیادہ رکھی گئیں اور محمد علی جناح کا یہ منوالینا ان کی پہلی سیاسی فتح تھی۔

تحریک خلافت جب ۱۹۲۰ء میں شروع ہوئی تو گاندھی نے اس کو تحریک ترک موالات کا رنگ دیا تو قائداعظم نے اسے مسلمانوں کی تباہی کا سامان سمجھا اور اس بنا پر تحریک سے الگ ہوگئے اس کا اعتراف بعد میں مولانا محمد علی نے ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۰ء میں پشاور کے جلسہ عام میں کیا۔

سوامی شردھانند نے اسی دوران شدھی اور سنگٹھن کی تحریک چلائی جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا اور ہندوؤں کو عسکری تربیت دینا تھا۔ آخر اس دریدہ دہن سوامی کو ایک غیرت مند مسلمان غازی عبدالرشید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے پر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

Marfat.com

۱۹۲۵ء میں مہاسبھائی لیڈر پنڈت مدن موہن مولویہ نے گئو کشی کے انسداد کی تحریک چلا کر ملک گیر فسادات کو جنم دیا۔ مسلمانوں کی آبادیوں پر حملے ہوئے' ریاست حیدر آباد تک ان حملوں سے محفوظ نہ رہی جہاں مسلمان حکمران تھے۔ کروڑوں روپے کی املاک اس کی نظر کر دی گئیں۔ ۱۹۲۶ء میں عین نماز کے دوران کلکتہ میں نمازیوں پر ہندو غنڈوں نے حملہ کر دیا جس سے ہزاروں افراد زخمی اور سو سے زیادہ ہلاک ہوئے اور یہ سلسلہ ۱۹۲۹ء تک جاری رہا۔

اس طرح لاہور کے ایک آریہ پروفیسر نے "رنگیلا رسول" کے عنوان سے ایک نہایت دل آزار کتاب لکھ کر مسلمانوں کے جوش ایمانی کو تڑپا کر رکھ دیا جس پر غازی علم الدین شہید نے اس خبیث الفطرت کو موت سے ہمکنار کر دیا۔ اس واقعہ سے بھی شدید فرقہ وارانہ فسادات نے جنم لیا۔

غرض اس طرح کے واقعات نے مسلمانوں اور ہندوؤں میں اختلافات کی ایک انمٹ خلیج حائل کر دی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی مساعی ایک نئے دور میں داخل ہوگئیں مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد جماعت بن کر ان کے حقوق کے لیے لڑنے لگی۔

مولانا محمد ذاکر مرحوم جو اس سے پہلے تحریک خلافت کی تحریک میں ہندو مسلم اتحاد کے بڑے معترف تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر مسلم لیگ کی اہمیت کے معترف ہوگئے۔ چنانچہ اپنے علاقے میں مسلم لیگ کے لیے کھل کر کام کرنا شروع کر دیا۔

مسلمان علمائے کرام اس سے پہلے مجلس احرار' جمعیت العلمائے ہند اور کانگریس کے پلیٹ فارموں پر آزادی ہند کے ساتھ ساتھ مسلمانان ہند کے حقوق کی جنگ لڑ رہے تھے۔ لیکن جب کانگریس اور انگریز سرکار کی اسلام سے دشمنی اور متعصبانہ روش کھل کر سامنے آگئی تو مسلمانان ہند نے مسلم لیگ کو کھل کر منظم کرنا شروع کر دیا۔ مشائخ ہند کی ایک کثیر جماعت مسلم لیگ سے ساتھ ہوگئی۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کا شہر قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں پھیل گیا۔ ہر مسلمان مسلم لیگ کو اپنا ترجمان سمجھنے لگا اور اس کی کامیابی کے لیے دامے درمے سخنے لڑنے لگا۔ اور اس طرح علیحدہ مملکت خداداد پاکستان کے وجود کو مسلمانوں نے اپنی بھاری قربانیوں سے انگریز و ہندو سامراج سے انتخابات میں

Marfat.com

جیت کر منوا لیا۔

## تنظیم مسلم لیگ اور مہاجرین کی آباد کاری

مولانا مرحوم ۱۹۴۴ء میں مسلم لیگ کے باقاعدہ عہدہ دار بنے جس سے دیہی و علاقائی بیداری میں مولانا کی کوششیں اور بڑھ گئیں۔ مولانا محمد ذاکر نے جبکہ اس سے قبل ہی اسلام کی آفاقیت کو عام کرنے کے لیے جامعہ محمدی جیسے ایک عظیم دارالعلوم کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ چنانچہ آپ کی توجہ کا مرکز جامعہ کی ترقی کے پردے میں پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو تقویت دینا ہوتا تھا۔ مولانا مرحوم جس وقت مسلم لیگ میں شامل ہوئے اس وقت ضلع جھنگ کے وڈیرے اور زمیندار مسلم لیگ میں شامل ہو کر انگریز سرکار کا عتاب لینے پر تیار نہیں تھے۔ رائے سلطان بھٹی جنہیں خان بہادر کا خطاب بھی ملا ہوا تھا ۱۹۴۴ء میں مسلم لیگ جھنگ کے صدر بنے اور مولانا مرحوم نائب صدر ہوئے۔ مہر غلام فرید کپلانہ کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔ ۱۹۴۶ء کے انتخاب میں جب مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئی تو پھر رائے محمد عارف راجبانہ صدر اور شیخ محمد سعید جنرل سیکرٹری بنے۔ مولانا کو اس وقت مجلس عاملہ کا رکن بنایا گیا۔

کرنل عابد حسین اور میاں حبیب سلطان کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر بنایا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بن گیا تو اکابرین شیعہ ضلع جھنگ نے ضلع میں کثرت تعداد میں شیعہ مہاجرین آباد کر کے اسے اکثریتی شیعہ علاقہ بنانے کا پروگرام بنایا۔ اس پر مولانا مرحوم بڑے پریشان ہوئے کہ شیعی تعصب کس حد تک بڑھا ہوا ہے چنانچہ اخبارات میں انہوں نے اس سازش پر کڑی تنقید کی۔ جس پر ان کی کوششوں میں کسی حد تک رکاوٹیں آئیں۔ ضلع جھنگ کی سیاست میں شیعہ اکابرین نے اپنے رویہ سے فرقہ وارانہ سیاست کا بیج بو دیا۔ بعد میں جب مسلم لیگ خود کثرت بدنظمی کا شکار ہوگئی اور ساتھ ہی وڈیرے زمین دار اس کی بساط پر چھا گئے تو مولانا مسلم لیگ سے ایک حد تک علیحدہ ہو کر اپنے ادارہ کی تنظیم و ترقی میں مصروف ہوگئے۔

## استحکام پاکستان

تحریک خلافت اور تحریک کشمیر میں مولانا کی جدوجہد اور قید و بند کے تجربات نے ان کے دل میں یہ بات راسخ کر دی کہ مسلمانان ہند کے زوال کے اسباب میں تعلیم سے دوری کا بڑا حصہ ہے۔ جیسا کہ ان کے پرانے طالب علم دوست اور ساتھی مولانا حکیم عطا

Marfat.com

محمد قریشی صاحب اپنی یادداشتوں میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہم دونوں کو جیل میں یہ تاثر ملا تھا کہ کانگریس کے چند آدمی جیلوں میں تھے تو ان کی دھاک تھی مگر ہمارے سینکڑوں کو جیل والے خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ وجہ یہ کہ کانگریس والے تعلیم یافتہ تھے اور ہمارا قافلہ علم سے بے بہرہ تھا۔ قوم کو علم کی طرف راغب کرنا اہم سمجھا۔ مولانا محمد ذاکر نے اپنے مدرسہ کو بڑھایا"۔

مولانا مرحوم خود اپنی ڈائری برائے سال ۱۹۵۷ء میں ان جذبات کا اظہار بروز عید یکم شوال ۲ر مئی کو یوں کرتے ہیں۔

"خدا کرے تکمیل جامعہ یعنی تکمیل نظریہ پاکستان کی جلد عید مبارک ہو"۔

غرض اس طرح مولانا صاحبؒ نے تعلیم کو اولیت دی اور ضلع جھنگ جہاں کی شرح تعلیم انتہائی کم تھی "مدرسہ عربیہ محمدیہ" قائم کیا۔ جو قیام پاکستان کے بعد ترقی کر کے دارالعلوم بن گیا۔ اور اسی کے ساتھ ہی قائم کیا گیا پرائمری سکول ترقی کر کے لوئر مڈل اور لوئر مڈل سے ہائی سکول اور ہائی سکول سے انٹر کالج بن گیا۔ ان دنوں کالج کی تعلیم تو کجا ہائی سکول کی تعلیم بھی اس علاقہ کے افراد کے لیے چنیوٹ اور جھنگ سے قریب کہیں ممکن نہ تھی۔ مولانا نے پہلے دن ہی سے جدید و قدیم تعلیم کو یکساں بنیادوں پر اولیت دی اور اس کے لیے باقاعدہ نصاب تشکیل دیا۔

استحکام پاکستان کے سلسلہ میں مولانا صاحبؒ نے دوسرا بڑا قدم عوام الناس کے دلوں میں نظریہ پاکستان کے شعور کی بیداری و احیاء کے لیے تبلیغی مساعی کے لیے دارا لتبلیغ کا قیام عمل میں لایا جو کہ علاقہ میں جلسے کر کے انہیں پاکستان اور اسلام کی ضرورت و اہمیت سے آگاہ کرتا تھا۔ اس ادارہ نے بڑے بڑے علماء کو دعوت دے کر علاقے کی تعلیمی و شعوری ضرورتوں کو پورا کرنے کا اہتمام کیا۔ ماہنامہ الجامعہ جاری کیا' جس کے ذریعے لوگوں کو دین اور ملک کے مسائل و افکار کے بارے میں تازہ بہ تازہ مضامین کے ذریعہ مسلسل آگہی کا انتظام کیا۔

استحکام پاکستان کے لیے مولانا صاحبؒ کا تیسرا بڑا قدم تحریک اتحاد عالم اسلام کا فروغ ہے جس کے لیے مولانا صاحبؒ نے موتمر تعلیمات اسلامیہ قائم کی اور اس میں ملک کی جید علماء کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک کے علماء کو کام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اسلامی ممالک اس ملک پاکستان کے لیے دنیائے عالم میں سب سے بڑے اور سب سے پہلے دفاعی

Marfat.com

مرکز اور جاں نثار دوست ہیں۔ چنانچہ مولانا صاحبؒ نے اس تحریک کے تحت ملک اور ملک سے باہر تمام اہم شخصیتوں کو اپنی خط و کتابت' باہمی ملاقاتوں' پریس و اخبار اور مختلف علمی کانفرنسوں کے ذریعے اپنا ہمنوا بنایا اور انہیں باہمی مل بیٹھنے اور عالمی اسلامی مسائل پر مل بیٹھ کر سوچنے کا شعور بخشا۔

استحام پاکستان کے لیے مولانا صاحبؒ کا چوتھا بڑا قدم "مسلک اعتدال" کی تحریک ہے۔ مولانا صاحبؒ نے انگریز و ہندو سامراج کی مسلمان ملت کے اندر رخنہ اندازی اور فرقہ وارانہ تعصب کے فروغ کی جو بنیادیں کھڑی کی تھیں' ان کو پہچان لیا تھا۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے باہمی رواداری' باہمی عقائد کا احساس اور احترام پر مبنی حقائق کا شعور دے کر علمائے امت اور عوام الناس کو فرقہ واریت سے بچانے کی کوشش کی۔ مولانا صاحبؒ اس سلسلہ میں کہاں تک کامیاب ہوئے اس کا تجزیہ آئندہ کے صفحات میں کیا جائے گا۔

استحکام پاکستان کے لیے مولانا صاحبؒ نے سیاسی محاذ پر گراں قدر خدمات انجام دیں۔ عوام کو ان کے جمہوری حق کی صحیح قدر و قیمت اور سیاستدانوں کو ان کے منصب و مقام کے مطابق اعلیٰ روایات کی پاسداری کی ترغیب دی۔ اسمبلی میں جا کر یا اسمبلی سے باہر ہمیشہ رواداری' باہمی گفت و شنید' حوصلہ مندی اور باہمی عزت و تکریم کی ضرورت کا احساس دلاتے رہے یہی وجہ ہے کہ مولانا صاحبؒ کو آج بھی تمام بڑے بڑے سیاستدان حریف یا حلیف ہمیشہ عزت و تکریم کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

شعائر اسلام کو ہمیشہ پاکستان کی عظمت کا نشان سمجھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے قادیانیت کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم الرتبت اور صحابہ کرام کے بارے میں کسی ہرزہ رسائی پر کبھی معاف نہیں کیا۔ ان کی تمام رواداری اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب کوئی دشنام طراز کسی وقت بھی اسلام یا اسلام کے کسی اکابر پر انگلی اٹھانے کی جسارت کرتا۔ مولانا ہمیشہ استحکام پاکستان کے لیے یہ ضروری قرار دیتے کہ پاکستان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام اہل بیت عظام' صوفیائے کرام' علمائے امت' سجادہ نشین' مشائخ کرام اور تاریخ پاکستان کو اپنے خون سے رقم کرنے والے مجاہدوں کی عظمت کو کوئی تنقید کا نشانہ بنانے کی جرات نہ کرے۔ کیونکہ ان کی قیادت و سیادت پر کسی کا انگلی اٹھانا پاکستان کی بیخ کنی کرنے کے مترادف ہے۔

چنانچہ اس کے لیے مولانا صاحبؒ نے سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی پر مبنی تحقیقی کام کی حوصلہ افزائی کی۔

Marfat.com

نامور مسلمان سپوتوں کے حالات زندگی پر لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے مجالس منعقد کروائیں۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک عظمت صحابہ مولانا کی کوششوں کا ایک روشن باب ہیں۔ تحریک پاکستان کے لیے جامعہ میں ہمیشہ اردگرد و نواح میں وقتاً فوقتاً خصوصی نشستوں کا اہتمام کیا جاتا جس میں پر اثر خطباء اور علماء کے خصوصی لیکچر کروائے جاتے۔

مولانا مرحوم پاکستان کی بقاء اور ترقی کے لیے ایک جہد مسلسل تھے۔ آپ ہر وقت بیٹھتے، اٹھتے اور چلتے پھرتے ہمیشہ پاکستان میں مذہب و سیاست، معیشت و معاشرت، تعلیم و تعلم اور انتظامیہ سے متعلق درپیش مسائل پر محو گفتگو محو فکر اور محو تحریر ہوتے۔ آپ کی حب الوطنی کسی شک و شبہ سے بالا تر تھی۔ آپ ایک روشن دماغ، عالی فکر اور وسیع النظر عالم تھے۔ جن کی جملہ توانائیاں تحریک پاکستان سے لے کر تعمیر پاکستان تک وقف رہیں۔

Marfat.com

باب دوم

(حصہ ششم)

# تحریک جامعہ محمدی

- ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل
- دارالعلوم کا قیام
- پرائمری سکول
- موتمر تعلیمات اسلامیہ اور آزاد اسلامی عربی یونیورسٹی کے لیے مساعی
- دارالکتب
- دارالافتاء
- دارالحفاظ
- مدرسۃ البنات الصالحات
- دارالرحمت
- دارالتصنیف والترجمہ
- انجمن طلبہ جامعہ محمدی
- تنظیم ابناء جامعہ

Marfat.com

# ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل

اٹھارہویں صدی عیسوی میں ملت اسلامیہ اپنوں کی ناعاقبت اندیشی اور غیروں کی سازشوں کے جال میں پھنس کر انتشار و افتراق کا شکا ہو گئی تھی۔ خانہ جنگی اور بغاوت کا زور اسلامی سلطنتوں کو کمزور سے کمزور تر کر رہا تھا۔ اور اس طرح مجموعی طور پر قوم داخلی انتشار کی وجہ سے کسی ترقی کا قیاس بھی نہ کر سکتی تھی۔ تعلیمی سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ مدارس مناظرہ گاہیں اور اشاعت خانے باہمی تکفیر میں مصروف تھے۔ ترک سلطنت جو خلافت عثمانیہ کی صورت میں نشانی کے ایک مرکز کے طور پر نظر آ رہی تھی۔ ۱۹۱۸ء میں اسے بھی توڑ کر رکھ دیا گیا اور اس طرح اب کسی آزاد اسلامی ریاست کا وجود باقی نہ رہا تھا۔ انگریز سامراج پوری طرح اپنی چال میں کامیاب ہو کر اب بیشتر علاقوں پر قابض ہو گیا تھا۔ اور اس نے یہ پوری کوشش کر رکھی تھی کہ مسلمان (جو کل تک علم و حکمت کے امام اور سیاست و حکومت کے اہل مانے جاتے تھے) کو ہر میدان میں پوری طرح بے بس کر دیا جائے تاکہ کل کو سر نہ اٹھا سکے۔ چنانچہ معاشی طور پر بھاری ٹیکس عائد کر کے اسے کنگال کر کے فنی پیشوں سے ہٹا دیا گیا۔ اعلیٰ ملازمت کے حصول پر آئینی پابندی لگا دی گئی۔ اور اس طرح مسلمان معاشرے کا ایک نہایت کمزور، بے بس اور حقیر شہری بن کر رہ گیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی صورت میں انگریز سامراج کے مظالم کے خلاف ہندوستان میں پہلی منظم بغاوت ہوئی۔ جس میں انگریز حکمرانوں نے ابھرتی اور سنبھلتی قوم کو دیکھ لیا۔ چنانچہ اس نے اپنے مظالم اور بڑھا دیے۔ سرسید نے مسلمانوں اور انگریز حکمرانوں میں حائل نفرتوں کی خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی اور اپنی کتاب "اسباب بغاوت ہند" میں مسلمانوں کی مجبوری کو بیان کر کے نام نہاد بغاوت کے زہریلے پروپیگنڈے کو کم کرنے کی کوشش کی۔ سرسید احمد خان نے اپنے دورہ یورپ کے بعد اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کو حکومت سے ٹکرانے کی بجائے اپنے آپ کو تعلیمی اور سماجی اعتبار سے اعلیٰ قدروں کی طرف لے جانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی کی صورت میں تعلیمی تحریک شروع کی۔ لیکن یہ تحریک انگریز سامراج سے مرعوبیت کے پیش نظر کافی حد تک جدیدیت کی طرف چلی گئی۔ جب کہ دارالعلوم دیوبند جیسے اعلیٰ دینی مدارس مکمل طور پر قدیم درس نظامی کے حامل اسلامی علوم تک محدود رہے اور انہوں نے انگریزی زبان کا سیکھنا غیر ضروری سمجھا۔ ان دو انتہاؤں میں ۱۹۱۳ء میں مولانا سید فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نے

Marfat.com

لکھنؤ کے اندر (ندوہ العلماء) کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے کا مقصد دین و دنیوی علوم کے درمیان ڈالی گئی ثنویت کو ختم کرنا تھا۔ لیکن ۱۹۱۳ء میں ندوہ کے کارکنوں کے اندر باہمی اختلافات بڑھ جانے کی وجہ سے ادارہ انتشار کا شکار ہوگیا۔ جس کی وجہ سے کوئی قابل قدر کام نہ کر سکا۔ ندوہ کا دعویٰ تھا کہ یہ قدیم اور جدید کا مجموعہ ہوگا۔ لیکن ندوہ قدیم و جدید دونوں کی مخالفت کرتے رہنے کی وجہ کوئی مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔ ندوہ کا مقصد صحیح تھا لیکن اس کا نظام کار باہمی اختلافات کی وجہ سے غلط چل نکلا اور اس طرح ایک بہت بڑی کوشش ناکام ہوگئی۔

مولانا محمد ذاکر مرحوم نے حالات کا بغور مطالعہ کیا اور ان امراض کو بھانپ لیا جن کی وجہ سے امت مسلمہ تباہی کی راہ پر جا رہی تھی چنانچہ انہوں نے نامساعد حالات میں اپنی کوششیں شروع کیں۔ مقصود یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمان کو جدید و قدیم کے افتراق ' مذہبی انتشار اور معاشی پسماندگی کے چنگل سے نکالیں تاکہ یہ قوم اپنی بقا کی جنگ لڑ کر اپنی دعوت کا کام کر سکے۔ جو مدت سے باہمی افتراق کی وجہ سے ختم ہوگیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے تحریک جامعہ محمدی کی بنیاد رکھی۔

## دارالعلوم کا قیام

تحریک جامعہ محمدی کا آغاز تعلیم کے فروغ سے شروع ہوا۔ مولانا محمد ذاکر مرحوم جھنگ کی ایک پس ماندہ بستی کڑک محمدی کے باسی تھے۔ جس کے گرد و نواح میں کوئی قابل ذکر مدرسہ دور دور تک نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے ۲ر جنوری ۱۹۲۵ء کی رات کو تمام اعزہ و اقرباء اور اہالیان دیہہ کو مسجد میں بلا کر تعلیم کا احساس دلایا۔ جس کو لوگوں نے سراہا۔ چنانچہ اس دن سے مدرسہ ملیہ اسلامیہ کے لیے آپ کی مساعی شروع ہوگئیں۔ جس کے لیے آپ نے مولانا ظہور احمد بگوی معتمد مجلس خدمت ضلع شاہ پور سرگودھا اور مولوی احمد دین صاحب مدرس قومی مدرسہ زندہ شاہ کو ابتدائی خطوط لکھے جن میں ایک استاد کی ضرورت کا ذکر کیا گیا۔ مدرسہ کے لیے مجلس عاملہ چنی گئی اور یہ طے کیا گیا کہ ہر فصل ربیع کی برداشت پر اہل دیہہ مدرسہ کے لیے اپنا حصہ دیں گے۔

۱۳ر جون ۱۹۲۵ء سے آپ نے اس کے ساتھ ساتھ مسجد میں بعد نماز فجر قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کا بھی سلسلہ شروع کیا۔ تاکہ طالب علموں کے ساتھ ساتھ دیگر بالغ مسلمان بھی دینی علوم سے روشناس ہوتے رہیں۔

Marfat.com

بستی میں چونکہ ابتدائی دینی تعلیم کا سلسلہ پہلے سے آ رہا تھا اور آپ کے والد اسی سلسلہ کو جاری رکھنے پر زور دیتے تھے لیکن آپ کے خوابوں میں دیہات سے بڑھ کر ایک قوم کی اصلاح کا کام تھا اس لیے آپ اور آپ کے والد میاں عبدالغفور صاحب میں مدرسہ کی حیثیت میں اختلاف رہتا۔ چنانچہ اسی اختلاف کی وجہ سے آپ گریزاں گریزاں رہتے۔ آپ کی یادداشتوں میں ملتا ہے کہ ۲ر اکتوبر کو آپ کے والد صاحب نے آپ کو درس و تدریس کے لیے دل جمعی سے کام کرنے پر زور دیا جس کے بعد آپ نے علم الدین نامی طالب علم کے ساتھ اور لڑکوں کو باقاعدہ طور پر عربی کتب پڑھانے کا کام شروع کر دیا۔ لیکن اپنی تعلیم کی کمی کا احساس برابر دامنگیر رہا۔ آخر ۳۰ر اپریل ۱۹۲۹ء کو دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم حدیث کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس تشریف لائے تو ملکی حالات سے اپنے علاقہ کے لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے جابجا جلسوں میں معروف ہوگئے۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں کاشتکاروں کی بدحالی اور کسمپرسی کو دیکھ کر ان کو منظم کرنے میں لگ گئے اور اس طرح تعلیمی تحریک دب کر رہ گئی۔ اور یہ ایام زیادہ تر مجلس خلافت محمدی ضلع جھنگ کے تحت علاقہ اور ملت کو درپیش مسائل کے لیے منظم مساعی میں گزرتے رہے جب کہ تعلیم کا کام مقامی طلبہ کے لیے اسی روایتی سلسلہ ترجمہ قرآن شریف' تاریخ الخلفاء' کنزالدقائق' کتاب الصرف و النحو' علم الصیغ' شرح مأۃ عامل' مرقات العربیہ' گلستان اور سیرت خاتم الانبیا جیسی کتابوں کی تدریس تک محدود رہا۔

۲۰ر فروری ۱۹۳۱ء کو جب عید کا دن ہوا تو آپ نے تین کاموں کے لیے خصوصی عزائم کا اعادہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے ان میں کامیابی کی دعا کی۔ (۱) عید گاہ پختہ بنانے (۲) درس حفظ قرآن (۳) مدرسہ ملیہ اسلامیہ۔ چنانچہ انہی کوششوں میں ۲۰ر ستمبر ۱۹۳۱ء کو ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی خدمت میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے قیام کی منظوری کے لیے درخواست دی اور ۱۸ر ستمبر کو اپنے طور پر مدرسہ ملیہ اسلامیہ کا افتتاح کیا۔ جس کے لیے ۲ر جمادی الاخر کو اخبار الجمیعۃ دہلی اور اخبار الفقیہ امرتسر کو مندرجہ ذیل مختصر اعلان روانہ کیا۔

**الیس منکم رجل رشید**

پنجاب کے وسیع و عریض "ضلع جھنگ" میں ہم ایک عظیم الشان اسلامی درسگاہ جامعہ عربیہ کے نام سے کھولنا چاہتے ہیں اس میں چند ایک مخلص ترین ہستیوں کی ضرورت ہے۔ جو تدریس و تبلیغ اور تجوید کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے بااحسن وجوہ ادا فرما سکیں۔ افتتاح و ابتداء دو فاضل مدرسین' دو عالم مبلغ اور ایک حافظ قاری برائے شعبہ تعلیم

Marfat.com

القرآن چاہیے۔ جو اس خدمت اسلام کے لیے اپنی عزیز زندگی وقف فرمائیں"۔

یہ مدرسہ محمدی شریف ہی میں لنگر خانہ کے اندر شروع کیا گیا۔ پہلے استاد مولانا سید احمد شاہ صاحب بنے اس کے بعد تحریک کشمیر چل نکلی جس میں مولانا اپنے رفقاء کے ہمراہ گرفتار ہوگئے۔ دوران قید ان کا یہ تعلیمی پروگرام کا شوق مزید پروان چڑھا جس کی وجہ سے رہائی کے بعد یہ دارالعلوم کی تحریک زور پکڑ گئی' چنانچہ ۲۵ر فروری ۱۹۳۳ء کے روز اپنی یادداشتوں میں اپنے جذبات کا اظہار ان اشعار میں کرتے ہیں

"عیدگاہ محمدی اور دارالعلوم اسلامیہ محمدی کے متعلقہ "عمیق نظریہ"

ہو حسن نظر لاکھ مگر کچھ نہیں ملتا
ہو صدق طلب پھر اثر آہ رسا دیکھ"

یکم دسمبر ۱۹۳۲ء کو طلبہ کی تحریری و تقریری صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے مدرسہ عربیہ محمدی اور مکتب ملیہ اسلامیہ محمدی کی مشترکہ جمعیت الطلبہ قائم کی گئی۔ مکتب ملیہ اسلامیہ جدید تعلیم کا پرائمری سکول تھا جو کہ کافی عرصہ سے منشی صالح محمد صاحب کی زیر نگرانی پرائیوٹ طور پر چل رہا تھا۔ اس مدرسہ میں چوتھی جماعت کی تعلیم کا اہتمام تھا۔ یہ مدرسہ بھی مقامی طلبہ کے لیے تھا۔ ۲۰ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو عیدگاہ محمدی کے تعمیری کام کے لیے غلام محمد ماچھی کو بھٹیاں پکانے کے لیے پیشگی رقم دی گئی۔ ۲۲ر دسمبر کو مکتب ملیہ کا پہلا سالانہ جلسہ کیا گیا جس میں سال گزشتہ کی روداد کے ساتھ ساتھ منشی صالح محمد صاحب کی خدمات کا مخلصانہ شکریہ ادا کیا گیا۔

۶ر مارچ ۱۹۳۳ء کی یادداشتوں میں اپنے جذبات اور خود اعتمادی کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

میں آواز جرش ہوں پے بہ پے فریاد کرتا ہوں
جگا دے کارواں کو خواب سے شاید فغاں میری

جوش جو دل میں ہو دنیا کو ہلا سکتے ہیں
آگ بہتے ہوئے پانی میں لگا سکتے ہیں

۲۲ر مارچ کو جب حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانی کی اولاد سے ایک بزرگ مخدوم شیخ احمد کبیر صاحب تشریف لائے۔ مخدوم صاحب نے مدرسہ عربیہ کے تذکرہ میں پوری دلچسپی لی۔ واپسی پر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ دعا خیر کی اور اسی روپے چندہ بھی دیا۔

اس طرح اب مولانا موصوف کے دل میں مدرسہ عربیہ کا پروگرام ایک مصمم ارادہ

Marfat.com

کی صورت اختیار کر گیا۔ اپنے مرشد خانہ سے حوصلہ افزائی بھی ہوئی۔ ۱۸ محرم الحرام بمطابق ۱۳۵۳ھ، ۱۴ مئی ۱۹۳۴ء کو مدرسہ عربیہ محمدی کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ نماز ظہر کے وقت مسجد میں ایک مختصر سا جلسہ حضرت مولانا سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب آف کوٹ وساوا کی زیر صدارت ہوا۔ مولانا کے والد بزرگوار حضرت میاں عبدالغفور صاحب بھی موقع پر موجود تھے۔ مولانا مرحوم نے درد و سوز میں ڈوبی ہوئی مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے افتتاح پر تقریر کی اور مجمع سے دعائے خیر کی درخواست کی۔ تین دفعہ خاص توجہ سے دعا کی گئی اور خوشی کے طور پر زبیب (کشمش) تقسیم کی گئی۔

اس نئے مدرسہ کا افتتاح بستی کے مغرب میں پڑی بنجر، ریتلی اور جنگل نما جگہ پر ہوا۔ جہاں پر ایک دفعہ بستی کے جوان کبڈی کھیل رہے تھے تو مولانا وہاں چلے گئے انہیں وعظ و تلقین کی اور وہاں دعا کی کہ یہاں پر ایک دن ایک مدرسہ ہوگا جہاں پر لوگ پڑھیں گے۔ یہ رقبہ کنگر برادری کا تھا جو بعد میں انہوں نے مدرسہ کے لیے وقف کر دیا۔ مدرسہ کا باقاعدہ افتتاح حضرت سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب نے بنیاد کھود کر کیا۔ مولانا نے مزدوروں کی طرح خود کام کر کے زمین کے گرداگرد کچی دو فٹ اونچی دیوار بنوائی۔ دیوار کے اٹھانے میں بچوں اور جوانوں سب نے بڑے شوق سے حصہ لیا۔ مغربی دیوار کے ساتھ مسجد کی چاردیواری بنوائی گئی۔ جس کے طول و عرض موجودہ مسجد سے کم تھے۔ اس چار دیواری کے اندر ایک چھپری بنا کر نماز پڑھنے کے لیے جگہ بنائی گئی۔ مسجد کے ایک طرف ایک چھپری طلبہ کے بیٹھنے کے لیے بنائی گئی۔ طلبہ کی رہائش اس وقت تک لنگرخانے میں تھی۔ پانی کا یہاں پر کوئی انتظام نہ تھا۔ ملحقہ کنوؤں سے بچوں نے سر پر پانی ڈھو ڈھو کر یہ دیواریں کھڑی کیں اور چند ستون بنوا کر ان پر چھپریاں ڈلوا کر نماز پڑھنے اور طلبہ کے پڑھنے کی جگہ بنائی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد یہاں پر ایک نلکا لگوایا گیا۔ جس سے پانی کا مسئلہ حل ہوا۔

طلبہ کے خوراک و طعام کے لیے ابتدائی طور پر یہ انتظام ہوا کہ مضافات میں ہر گھر کے اندر ایک برتن رکھوا دیا گیا۔ جس میں روزانہ ہر عورت آٹا گوندھتے وقت کچھ آٹا اس میں ڈال دیتی۔ اور اسے آٹھ دنوں کے بعد طالب علم جا کر اٹھا لاتا۔ یہ صرف قرآن پڑھنے والے طلبہ کے لیے خوراک بنتی جب کہ عربی پڑھنے والے طلبہ کی خوراک کا انتظام مولانا کچھ ایام تک اپنے گھر سے کرتے رہے۔

۲۴ اکتوبر کو مولانا مرحوم سیال شریف کے سفر سے واپسی پر فروکہ تشریف لے گئے جہاں ان کے بچپن کے ساتھی حکیم عطاء محمد قریشی صاحب کی مساعی سے ایک انجمن

Marfat.com

اصلاح المسلمین قائم ہوئی اور اس کی زیر نگرانی ایک مدرسہ چل رہا تھا۔ مولانا موصوفؒ مدرسہ کا نظم و نسق دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ وہاں سے واپس ہوئے تو مدرسہ کے نظم و نسق اور تعلیمی معیار کو اعلیٰ سطح پر پہنچانے کے لیے رفقاء کی ضرورت محسوس کی۔ ۱۸ر نومبر ۱۹۳۴ء کو آپ کے مربی و استاد حضرت سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب انتقال کر گئے جس سے آپ کو بڑا دکھ ہوا۔ شاہ صاحب مرحوم آپ کی پریشان حالی میں ایک بہت بڑا سہارا تھے۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۳۴ء کو مولانا نے بعد از نماز جمعہ جمعیت تعلیم الاسلام کے قیام کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔ جس پر لوگوں نے آپ سے گہری ہمدردی اور تعاون کا اظہار کیا۔ جمعیت کے قیام کے بعد جامعہ کے نظم و نسق میں مولانا موصوفؒ کے رفقاء میں باضابطہ اضافہ ہوگیا۔ مولانا موصوفؒ نے مدرسہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے گھر سے عطیات دینے کی تحریک کی۔ جس میں آپ نے اپنے گھر سے چاندی کی ۲۹ بالیاں' ۲۶ بندے' ۱۴ چھلے جامعہ کے لیے پیش کیے اور اس طرح عطیات کے لیے عوام الناس کو بڑی تحریک ہوئی۔ چنانچہ ۶ر مئی کو کنگراں سے چوہدری کرم علی ولد مراد نے ۴ کنال اراضی' بستی کڑک ہرسہ نہو کے آہیروں نے ۵ کنال' ۱۱ مرلے اراضی بستی کڑک محمدی کے حضرت میاں عبدالغفور صاحب' میاں نصیر الدین صاحب' میاں غلام مصطفیٰ صاحب' میاں محکم دین اور میاں بہاول کے جھلار میانی والوں نے مشترکہ طور پر تیرہ کنال اراضی۔ میاں محمد عظیم اور میاں شیر نے چار کنال اراضی اور بی بی غلام بیوی بیوہ میاں غلام رسول نمبردار نے ۴ کنال اراضی جامعہ کے نام وقف کر دی۔ اسی دوران آپ نے دروہٹر میں مدرسہ ملیہ کی ایک شاخ کھول دی تھی اور چوہدری محمد علی خان کو وہاں مدرس بنایا گیا۔

زمین چونکہ بنجر اور غیر ہموار تھی اس لیے آپ نے اسے برابر کرنے اور اس پر مناسب سبزہ اور درخت لگانے کی طرف توجہ دی تاکہ ہریالی آئے اور یہ علاقہ کچھ آباد لگے۔ چنانچہ مالی مقرر کیے گئے جن کی مساعی سے درخت لگے اور سبزہ زار پلاٹ بنائے گئے جس سے مدرسہ کی رونق دوگنا ہونے لگی۔ مدرسہ ملیہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ کو ہنرمندی سکھانے کے لیے ابتدائی طور پر صابن سازی کا کام شروع کرایا گیا۔ منشی عطاء محمد صاحب کو اس کا سربراہ بنایا گیا اور اس طرح "ستارہ ہند صابن کارخانہ" کے نام سے شعبہ نے باقاعدہ طور پر کام کرنا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ کچھ مدت کے بعد ختم ہوگیا۔

۱۹۳۶ء میں پرائمری سکول مکتب ملیہ اسلامیہ کو مڈل سکول کا درجہ دیا گیا جبکہ قیام پاکستان تک دارالعلوم محدود وسائل کے ساتھ حسب معمول چلتا رہا۔ قیام پاکستان تک کے

Marfat.com

آمد و خرچ سے جامعہ کی ہر دل عزیزی اور اس کی کارکردگی کی رفتار کا اندازہ ہوتا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

| سن عیسوی | کل آمد سالانہ | کل خرچ سالانہ |
|---|---|---|
| ۱۹۳۲-۳۱ | ۷۱۰-۳-۰ | ۱۱۱۹-۱۴-۹ |
| ۱۹۳۴-۳۳ | ۳۲۱۲-۱-۳ | ۲۲۴۱-۱۳-۶ |
| ۱۹۳۷-۳۵ | ۱۲۵۰-۱۴-۱۰ | ۷۳۹۴-۰-۷ |
| ۱۹۳۹ | ۲۲۷۷-۱۳-۹ | ۲۷۳۷-۱۰-۰ |
| ۱۹۴۰ | ۲۹۳۹-۳-۶ | ۲۵۱۹-۱۴-۳ |
| ۱۹۴۱ | ۳۱۷۴-۵-۹ | ۳۰۳۴-۳-۳ |
| ۱۹۴۲ | ۶۴۴۳-۹-۹ | ۴۳۶۶-۱-۰ |
| ۱۹۴۳ | ۶۵۱۱-۵-۹ | ۱۹۸۵-۱۴-۶ |
| ۱۹۴۴ | ۹۹۳۵-۱۰-۳ | ۱۱۵۳۸-۱۵-۰ |
| ۱۹۴۵ | ۱۳۸۶۳-۱۲-۳ | ۱۱۱۳۱-۱۰-۶ |
| ۱۹۴۶ | ۹۹۰۰-۱۱-۹ | ۱۳۰۴۱-۳-۳ |
| ۱۹۴۷ | ۲۵۰۰۷-۳-۶ | ۲۶۷۹۸-۶-۳ |

۱۹۴۸ء میں قیام پاکستان کے بعد ادارہ کو جامعہ محمدی کے نام سے مندرجہ ذیل عزائم و مقاصد کے ساتھ رجسٹر کرایا گیا۔

۱- عصری علمی مقتضیات کے مطابق اعلیٰ معیار پر عظیم الشان اسلامی ملی یونیورسٹی قائم کرنا اور اس کی شاخیں کھولنا

۲- اعلیٰ معیار پر دارالکتب کا قیام، علوم عالیہ اسلامیہ میں تحقیق کا اہتمام اور اسلامی کتب کی اشاعت کا وسیع پیمانہ پر اہتمام

۳- اسلامی ممالک کے مابین علمی روابط کے لیے جدوجہد کرنا

۴- مروجہ نظام میں تعلیم کی اصلاح و ترمیم اور ایسے نئے نظام کی تشکیل جو خالص اسلامی نقطہ نظر کا حامل ہو اور مسلمانوں کی بیشتر ضروریات کے لیے مکتفی ہو۔ اس مقصد کے پیش نظر جامعہ میں صنعتی عسکری، زرعی اور طبی شعبوں کا قیام اور سائنٹفک اصولوں کی ترویج و اشاعت کرنا

۵- ایک ایسا دارالتربیت کا قیام کرنا جو اسلام کی انقلابی روح سے سرشار اساتذہ،

Marfat.com

مبلغ اور کارکن پیدا کرے

اسی سال مڈل سکول کا درجہ بڑھا کر ہائی سکول کر دیا گیا اور دارالعلوم میں درس نظامی کی تدریس کا کام شروع کر دیا گیا۔ دارالعلوم میں طلبہ کو فاضل عربی کی تیاری بورڈ کے حوالہ سے اور درس نظامی کی تیاری مدرسہ کی سند فضیلت کے حوالہ سے کرانے کا اصول بنایا گیا۔ طلبہ کے قیام و طعام کا تمام خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ کو میٹرک' ایف اے' بی اے اور ایم اے کی بھی تیاری کروائی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں طلبہ پرائیویٹ طور پر بورڈ یا یونیورسٹی کا امتحان دینے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۷۸ء تک ۵۴۸ طلبہ فارغ ہو چکے تھے۔

۱۹۰۲ء تک جامعہ کا دارالعلوم اور ہائی سکول کچے مکانوں اور جھونپڑیوں پر مشتمل تھا۔ مخیر حضرات نے جامعہ کی تعلیمی' تبلیغی اور دینی مساعی دیکھ کر اس کی بھرپور مدد کی جس میں مندرجہ ذیل افراد نے اپنی اراضی جامعہ کے نام وقف کر دی۔

۱۔ حاجی محمد شفیع صاحب ڈائریکٹر کریسنٹ ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد نے گورنمنٹ سے چار مربع گیارہ ایکڑ اراضی خرید کر وقف کی۔۔۔

۲۔ محترمہ فتح بی بی دختر چوہدری عنایت خان موضع مینکنی نے پانچ مربع اراضی

۳۔ محترمہ بکھاں بی بی و غلام فاطمہ دختر چوہدری فتح خان موضع مینکنی نے دو مربع اراضی

۴۔ مہر راجہ خان ولد مہر بہادر سپرا موضع سلمان نے دو مربع تین ایکڑ پانچ کنال

۵۔ میاں فیض محمد جنجانہ رئیس اعظم شور کوٹ در موضع بھنگو نے ایک مربع دو ایکڑ

۶۔ نواب ذوالفقار علی در موضع گوندل نے بارہ ایکڑ پانچ کنال

۷۔ میاں مراد مرحوم بہ وحپ سڑی نے بارہ ایکڑ پانچ کنال

۸۔ چوہدری پہلوان نمبردار' چوہدری کرم علی ولد مراد' چوہدری کرم داد صاحب' چوہدری اللہ یار کھر' چوہدری حسن علی ولد برخوردار قوم کنگر ساکن قلعہ کنگراں سب نے چار مربع آٹھ ایکڑ ایک کنال اراضی وقف کی۔

اور اس طرح بیس مربع اراضی یعنی پانچ صد ایکڑ اراضی جامعہ کے نام علیتا" وقف ہوئی۔

Marfat.com

## تعمیرات

۱۹۵۳ء میں دوست سلک ملز فیصل آباد کے مالک میاں دوست محمد مرحوم نے دارالعلوم کے لیے ایک کشادہ ہال کی بنیاد اپنے خرچ پر رکھی اور بیس ہزار روپیہ بطور عطیہ دیا۔ دوران تعمیر جب آپ اللہ کو پیارے ہوگئے تو ان کے بیٹے میاں بخش الٰہی نے اس کی تکمیل کرائی جس میں کل لاگت ۳۸ ہزار روپے آئے۔ جب کہ چھت کی تکمیل کے لیے میاں شفیع مالک کریسنٹ ملز فیصل آباد نے مبلغ پانچ ہزار روپیہ دیے۔ اس کی غربی جانب ۳ کمرے ۱۹۵۸ء میں اور جانب مشرق، شمال اور جنوب ۱۲ کمرے ۶۸۔۱۹۶۷ء میں جامعہ نے دیگر معطی حضرات کے عطیہ سے اپنے طور پر مکمل کرائے۔

دارالعلوم کے طلبہ کے قیام کی لیے دارالاقامہ کی تعمیر میں نمایاں حصہ چنیوٹ کے حاجی منور الدین صاحب مرحوم محلہ ڈھگی پار والے کا ہے جنھوں نے مبلغ ۲۲ ہزار روپے لگا کر جامعہ کے لیے ایک بھٹہ لگوایا اور اس کی پوری اینٹ جامعہ کے نام وقف کر دی۔

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل افراد کے نقد عطیات سے جامعہ کی تعمیرات میں بڑی مدد ملی۔

۱۔ حاجی محمد بخش، مولا بخش صاحبان کراچی ۔/۱۰۰۰ روپے
۲۔ حاجی محبوب الٰہی حیدر آباد سندھ ۔/۱۰۰۰ روپے
۳۔ حاجی گل شیر احمد خان چنیوٹی کراچی ۔/۱۰۰۰ روپے
۴۔ مہر مراد بخش و میر محمد خان لالی کانونیوالہ ۔/۱۰۰۰ روپے
۵۔ مہر اللہ بخش کانونیوالہ ـــــ ۱۰۰۰۰۰ روپے
۶۔ نواب زادہ محمد ذاکر، محمد سعید قریشی صاحبان ۔/۱۰۰۰ روپے
۷۔ میاں برہان الدین ۔/۱۰۰۰ روپے
۸۔ حضرت خواجہ نظام الدین تونسہ شریف ۔/۱۰۰۰ روپے
۹۔ رائے سلطان محمود بھٹی پیر پنجہ ۔/۱۹۰۰ روپے
۱۰۔ شیخ فضل الٰہی پراچہ ۔/۵۰۰ روپے
۱۱۔ رائے احمد نور ننگرا ۔/۱۲۰۰ روپے
۱۲۔ مہر محمد خان لالی کانونیوالہ ۔/۹۰۰ روپے
۱۳۔ سیٹھ خدا بخش، محمد یوسف صاحبان چنیوٹ ۔/۳۰۰۰ روپے

Marfat.com

۱۴- میاں محمد حیات' الٰہی بخش' نذر محمد' محمد یوسف چنیوٹ ۔/۱۳۰۰ روپے

۱۵- سیٹھ محمد عمر' محمد صادق چنیوٹ ۔/۱۳۰۰ روپے

۱۶- مہر دوست محمد' مہر اللہ یار خان کانویں والا ۔/۹۰۰ روپے

۱۷- مہر محمد حسن لالی کانویں والا ۔/۵۰۰ روپے

۱۸- ملک شیر محمد کھوکھر لائل پور ۔/۱۶۰۰ روپے

۱۹- میاں غلام محمد وڈھیرہ برادری ۔/۱۲۰۰ روپے

۲۰- میاں نور محمد ملاح ٹھٹھہ کندل ۔/۵۰۰ روپے

دارالعلوم آج جدید اور معیاری درسگاہوں' رہائشی کالونی اور وسیع دارالاقامہ پر مشتمل ہے۔ بے شمار طلبہ آج تک یہاں سے ادب عربی' فاضل عربی' درس نظامی' میٹرک' ایف اے' بی اے اور ایم اے کرنے کے بعد مختلف مناصب پر فائز ہوئے۔ آج جامعہ کا دارالعلوم ایک آزاد اسلامی عربی یونیورسٹی کی جملہ ضرورتیں پوری کرنے کی اہلیت رکھتا ہے جس کے لیے بارہا کوششیں کی گئی۔ ملک کے اہل علم او مقتدر حضرات نے بھی حکومت پر زور دیا لیکن ہر حکومت نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے اس ادارہ کی خدمات کو پس پشت ڈالے رکھا۔ مولانا مرحوم کی پہلی اور آخری خواہش ایک آزاد اسلامی عربی یونیورسٹی کا قیام تھا لیکن افسوس ان کا یہ خواب حکومت کی منظوری کے ساتھ ابھی تک پورا نہ ہو سکا۔ لیکن مولانا نے جس سطح پر اس ادارہ کو لا کھڑا کیا' وہ کسی طور پر کم نہیں ہے۔ پاکستان بالعموم اور جھنگ کا ضلع بالخصوص ان کی خدمات کا بدلہ چکا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو ان کی محنت شاقہ اور خلوص کا اجر دے گا۔ (آمین)

## جدید تعلیم اور پرائمری سکول کا قیام

مدرسہ عربیہ اسلامیہ جدید و قدیم یعنی دینی و دنیوی تعلیم کے لیے مقامی و غیر مقامی کی مفت تعلیم و تربیت کا ادارہ تھا۔ جبکہ اس سے قبل جدید تعلیم کے لیے مقامی طلبہ کے لیے ایک مدرسہ منشی صالح محمد صاحب مرحوم کی نگرانی میں چوتھی جماعت تک کی تعلیم کے لیے پرائیویٹ طور پر چل رہا تھا۔ اس مدرسہ کی ترقی کے لیے ہی مولانا مرحوم نے ستمبر ۱۹۳۱ء میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر ضلع جھنگ سے رابطہ قائم کیا اور ۲۱/ ستمبر ۱۹۳۱ء کو مکتب ملیہ اسلامیہ کے نام سے اس مدرسہ کی بنیاد رکھ دی۔ منشی صالح محمد ہی اس کے پہلے مدرس بنائے گئے۔ پانچویں جماعت تک کی تعلیم کا یہاں انتظام رکھا گیا۔ ۱۹۴۶ء میں اس مدرسہ کو

Marfat.com

ترقی دے کر مڈل سکول کا درجہ دیا گیا۔ جھنگ، چنیوٹ اور لالیاں کے درمیان میں اس وقت کوئی ہائی سکول نہ تھا۔ چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ۱۹۴۹ء میں مڈل سکول کو ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا۔ اس کے علاوہ علاقہ کے دوسرے دیہاتوں میں پرائمری سکول کھولے گئے۔ جن میں رشیدہ، موضع دوریٹہ، جامعہ آباد اور موضع فتح کوٹ تاجہ کے سکول بڑے نمایاں ہیں۔ ان پرائمری سکولوں سے فارغ ہونے والے بچوں کو ہائی سکول کے بن جانے کی وجہ سے بڑی آسانی پیدا ہوگئی۔ کیونکہ جھنگ چنیوٹ تک کوئی پختہ سڑک نہ تھی اور علاقہ نہایت ہی غیر آباد تھا۔ جس کی وجہ سے طلبہ طویل سفر اور گھر سے دور تعلیم سے تنگ ہو کر گریز پائی اختیار کر جاتے۔ ۱۹۴۹ء میں جب یہ ہائی سکول بن گیا تو علاقہ سے ایک کثیر تعداد میں طلبہ آنا شروع ہوگئے۔ طلبہ کے لیے ہوسٹل کی سہولت موجود تھی۔ اس لیے طلبہ کو یہاں پورے انہماک کے ساتھ پڑھنے کا موقع ملا۔ طلبہ کے شوق اور برتوڑ محنت کی وجہ سے ہائی سکول نہایت کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ گورنمنٹ نے بہتر کارکردگی کے اعتراف میں پچاس ہزار روپیہ گرانٹ دینا منظور کر لی۔ ۲۰؍ اپریل ۱۹۴۹ء کو جب مدرسہ ملیہ اسلامیہ ہائی سکول کے چھپروں کو اچانک آگ لگ گئی تو اہل علاقہ نے جی بھر کر امداد دی۔ چنانچہ پختہ کمروں کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا اور طلبہ کو عارضی طور پر دارالاقامہ کے کمروں میں پڑھایا جاتا رہا۔ ہائی سکول اور پرائمری سکول کے جملہ کمرے جامعہ نے لوگوں کے عطیات سے خود تعمیر کروائے۔ یکم جون ۱۹۶۴ء میں ہائی سکول کو انٹر کالج (کلیۃ العربیۃ الاسلامیہ) بنا دیا گیا۔ یکم ستمبر ۱۹۶۷ء سے اس میں ڈگری کلاسز کا بھی اجراء کیا گیا جو کہ بعد میں متروک ہوگیا۔ کالج کی عمارت میں ایک وسیع ہال اور سات کمرے ہیں۔ کالج میں ابتدائی طور پر صرف آرٹس مضامین کی تعلیم کا انتظام رکھا گیا جب کہ بعد میں سائنس کلاسز کا اجراء کیا گیا۔ طلبہ کی رہائش کے لیے ہوسٹل کا علیحدہ انتظام ہے۔ یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء میں ہائی سکول اور یکم ستمبر ۱۹۷۲ء سے کالج حکومت نے قومی تحویل میں لے لیے۔ جس سے ان اداروں کا نظم و نسق اور آمد و خرچ کا تمام سلسلہ حکومت کے پاس چلا گیا۔ لیکن ان اداروں کے قیام سے علاقہ کے عوام کو جو فائدے نصیب ہوئے وہ اظہر من الشمس ہیں۔ آج اس علاقہ میں جب تعلیم کی شرح کا اندازہ لگائیں گے تو ان اداروں کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جائے گا۔ آج انہی اداروں کے فارغ التحصیل طلبہ علاقہ میں نئے سکولوں کے مدرس اور ناظم بن کر علاقہ میں تعلیم کے فروغ میں کوشاں ہیں اور کئی فارغ التحصیل ہو کر سکول سروس میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو کر ملک پاکستان کی خدمت کر رہے ہیں۔

Marfat.com

جامعہ کی طرف سے علاقہ کے دوسرے دیہاتوں میں کھولے گئے پرائمری سکول قومی تحویل میں آچکے ہیں جن میں سے پرائمری سکول رشیدہ اب ہائی سکول کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ ان پرائمری سکولوں نے اپنے اپنے علاقے میں کثیر طلبہ کی تعداد کو علم کی شاہراہ پر گامزن کیا ہے۔

## مؤتمر تعلیمات اسلامیہ

جامعہ محمدی دینی علوم کے فروغ اور اسلامی نظام تعلیم کی اصلاح و احیاء کی ایک تحریک تھی۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی طرز پر اس تحریک کو موثر کرنے کے لیے موتمر تعلیمات اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تاکہ ایک مثالی اسلامی عربی یونیورسٹی کے قیام کے لیے راہ ہموار کر سکے۔ تاہم اس سے پہلے بھی تعلیمی کوششیں کی جا رہی تھیں جن میں سب سے پہلے ۱۸ر ستمبر ۱۹۴۰ء کو جامعہ محمدی کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد کی گئی۔ مولانا ظفر علی خان نے کانفرنس کی صدارت کی۔ کانفرنس میں بانی جامعہ حضرت مولانا محمد ذاکر نے اپنی مساعی اور درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے جامعہ کے عزائم کا اظہار کیا۔ مولانا نے ایک ایسے اسلامی نظام تعلیم کی ضرورت و اہمیت پیش کی جس میں جدید علمی اور عصری مقتضیات کے مطابق اسلامی علوم کو اعلیٰ معیار پر لانے کی سعی کی گئی ہو۔ ۱۹۴۰ء کی یہ تعلیمی کانفرنس کچے مکانوں اور چھپروں پر مشتمل جامعہ محمدی میں منعقد ہوئی جس میں مولانا ظفر علی خان نے جامعہ کے عزائم کو اپنے ان الفاظ کے ساتھ خراج تحسین پیش کیا

ہاں اے محمدی کی ہنر خیز سرزمین
برسی ہے جس پہ دین کی گھٹا جھوم جھوم کر
پھیلا جو جس پہ جلوہ تہذیب یثربی
قائم ایک ایسی شان کا دارالعلوم کر
دنیا کے ڈھنگ سیکھ مگر اس کے ساتھ ساتھ
آداب شرح مصطفوی کا لزوم کر
تو یثربی ہے چھوڑ عجم کے تکلفات
اور اختیار سادہ عرب کے رسوم کر

تشکیل پاکستان کے بعد غیر سرکاری سطح پر کراچی میں ۲۷ر نومبر سے یکم دسمبر

Marfat.com

۱۹۴۷ء تک پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ مولانا محمد ذاکر مرحوم نے جامعہ محمدی کی مجلس منتظمہ اور کارکنان کی طرف سے کانفرنس کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔ عربی مدارس کے نصاب و تعلیم کی اصلاح کے لیے اپنی سابقہ مساعی کا ذکر کرتے ہوئے کانفرنس کے مندوبین سے عربی مدارس کے نظام و نصاب تعلیم کی اصلاح کے بارے میں خصوصی سفارشات کی ترتیب پر زور دیا گیا۔

اس کانفرنس میں عربی مدارس کے بہت کم اساتذہ نے شرکت کی' چنانچہ کانفرنس کے کنوینیر مرزا عبدالواحد برلاس صاحب کو ہدایت کی گئی کہ وہ جلد ایک دوسری کانفرنس کا اہتمام کریں چنانچہ ۷ر جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ کو کراچی میں ہونے والی پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے مندوبین کو مولانا کی طرف سے بھیجے گئے مکتوب کے حوالہ سے مندرجہ ذیل مقاصد کے ساتھ ایک اسلامی تعلیمی کانفرنس کی طرف توجہ دلائی گئی۔

۱۔ عربی اسلامی تعلیم کی ترقی و اشاعت کے لیے خاص اہتمام اور اسلامی علوم کے احیاء و ترویج اور تحقیق کے لیے مستقل محکمہ کا قیام۔

۲۔ تمام عربی مدارس کی تنظیم حکومت کی طرف سے کی جائے۔

۳۔ عربی مدارس کے لیے عصری علمی مقتضیات کی روشنی میں نصاب تعلیم مرتب کیا جائے جس کی تدوین علماء کرام کی باضابطہ کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

۴۔ طبقہ نسواں کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی جائے اور ان کے مروجہ نصاب کو اسلامی نہج پر لایا جائے۔ دیہات میں ابتدائی زنانہ مدارس قائم کیے جائیں۔

ان تھک محنت اور لامتناہی مساعی کے بعد ۱۸ر مئی ۱۹۴۸ء کو جامعہ محمدی کی طرف سے دوسری تعلیمی کانفرنس چنیوٹ میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت خواجہ فخر الدین سیالوی نے کی۔ شرکاء میں مولانا یوسف سلیم چشتی' مولانا علاء الدین صدیقی' پروفیسر محمد العربی المراکشی' سید محمد عثمان سابق میئر کلکتہ' مفتی احمد یار بدایونی' پیر کرم شاہ بھیروی' قاضی مرید احمد نوشہروی' حافظ نذیر احمد ملکوالی' مولانا بشیر احمد اخگر' قاضی نصیر احمد چکڑالوی اور مولانا عطاء محمد قریشی جیسے معروف علماء شامل تھے۔

اس کانفرنس میں مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا جو نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کی اصلاح کے لیے سفارشات مرتب کرے۔ ۱۹۵۱ء میں موتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ کا قیام عمل اسلامیہ کالج لاہور میں لایا گیا جس کے زیر اہتمام مارچ ۱۹۵۲ء میں تیسری تعلیمی کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس کا افتتاح گورنر مغربی پاکستان جناب اسماعیل صاحب چندریگر مرحوم نے کیا۔

Marfat.com

کانفرنس میں مشاہیر' وزراء حکومت' سفراء' پروفیسر' علماء اور مشائخ کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اجلاس کی پہلی نشست سے گورنر پنجاب جناب اسماعیل ابراہیم چندریگر' مرزا عبدالحمید بیگ' علامہ علاؤ الدین صدیقی' مولانا عبدالستار نیازی' خلیفہ شجاع الدین' ناظم الامور شام' اور سید سلیمان ندوی نے خطاب کیا۔ جملہ مقررین نے عربی زبان کی اہمیت اور فروغ کے لیے منظم مساعی پر زور دیا۔ نیز جدید و قدیم علوم کے امتزاج کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ کانفرنس کے پہلے کھلے اجلاس سے وزیر تعلیم پنجاب سردار عبدالحمید خان دستی' مولانا عبدالحامد بدایونی' اور مولانا عبدالستار نیازی نے خطاب کیا۔ اجلاس کے آخر میں ماہرین علوم جدید و قدیم پر مشتمل ایک کمیٹی کی تجویز پاس کی گئی جو اسلامی نظام تعلیم کو عصری تقاضوں کے مطابق از سر نو مرتب کرنے کے لیے چھ ماہ کے اندر سفارشات پیش کرے۔ کانفرنس میں مندرجہ ذیل امور پر گہری توجہ دی گئی۔

۱- مروجہ درس نظامی میں کن کن تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ نصاب کی ترتیب کے لیے علماء کی کمیٹی کا تقرر؟

۲- پاکستان میں علوم اسلامیہ عربیہ کا اجتماعی نظام تعلیم

۳- عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نصاب میں کیا کیا تبدیلیاں کی جائیں تاکہ مملکت پاکستان کے علماء اور فضلاء' تعلیم وتدریس کے علاوہ نظم و نسق مملکت کے لیے بھی ذمہ داریاں سنبھال سکیں؟

۴- علوم اسلامیہ عربیہ کی اختصاصی تعلیم کا اہتمام اور علوم میں تحقیقات کے لیے مستقل شعبہ کا قیام

۵- مدارس دینیہ کے قیام و بقا اور ارتقاء کے لیے حکومت کی ذمہ داریوں کا تعین۔

۶- عربی زبان کو بطور لازمی قانونی زبان تسلیم کرانے کے لیے لائحہ عمل کی تجویز

۷- علوم اسلامیہ عربیہ کی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا اہتمام

۸- علوم اسلامیہ عربیہ کے علماء و فضلاء کی تنظیم تاکہ ان علوم کی سرپرستی کی جا سکے

اس کانفرنس کی تیاری میں سردار عبدالحمید خان دستی وزیر تعلیم نے گہری دلچسپی لی۔ سپیکر پنجاب اسمبلی خلیفہ شجاع الدین موتمر کی مجلس استقبالیہ کے صدر اور مولانا عبدالستار نیازی معتمد تھے۔ چوہدری فضل الٰہی' شیخ محمد سعید اور مولانا محمد ذاکرؒ جیسے زعما کی مساعی سے یہ موتمر کامیاب و کامران ہوئی۔

Marfat.com

یاد رہے اس کانفرنس کی تیاری کے لیے موتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ کا دفتر ۵۴ مال روڈ پر قائم کیا گیا تھا۔ اس دفتر ہی میں ماہنامہ "الجامعہ" کا دفتر تھا۔ جو کہ موتمر کا ترجمان تھا۔ اور اسی موقع پر "الجامعہ" کا "موتمر نمبر" شائع کیا گیا۔ نہ جانے محکمہ بحالیات کو کیا سوجھی کہ اس نے یکبارگی دفتر مذکورہ کی ضبطی کے آرڈر کر دیے جس کی وجہ سے کئی سالوں کی محنت' موتمر کی قراردادیں' فائلیں' کاغذات' ریکارڈ' رسید بکس جو ایک بڑے صندوق میں بند تھیں خدا معلوم کس دیوانے کی خرافات کی بھینٹ چڑھ گئیں۔

اس کانفرنس کے بعد ماہنامہ "الجامعہ" موتمر کا ترجمان بن کر اپنی ہر اشاعت میں دینی علوم کے عربی مدارس کے نظام تعلیم کی اصلاح اور جدید و قدیم علوم کے مابین پیدا بعد کو ختم کرنے کے لیے علمی اور تحقیقی مضامین شائع کر کے رائے عامہ کو ہموار کرنے میں کوشاں رہا۔ نصاب مدارس عربیہ کی تشکیل جدید کے لیے تمام ناظمین مدارس' علماء کرام اور شعبہ تعلیم کے ماہرین سے رابطے پیدا کیے گئے۔

ان کوششوں کا خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ علامہ سید سلیمان ندوی صاحب کی زیر صدارت نصاب کمیٹی نے کافی غور و خوض کے بعد ایک نصاب تشکیل دے دیا جو جامعہ کے نظریات اور عزائم سے خاصا ہم آہنگ تھا۔ نصاب کو علمی اور دینی حلقوں میں خاصا سراہا گیا۔ لاہور کی تعلیمی کانفرنس میں چونکہ حکومت نے خاص دلچسپی لی۔ اس لیے اس سے حکومتی حلقوں میں عربی علوم کی ترقی کے لیے خاصی پیش رفت ہوئی۔ تمام مشنری سکولوں میں اسلامی علوم کی تدریس لازمی قرار دے دی گئی۔ پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کو قائم کیا گیا۔ نیز حکومت پنجاب میں بھی شعبہ اسلامیات علیحدہ طور پر کھولا گیا۔ جس کا کام عربی و اسلامی علوم کی اشاعت اور فروغ تھا' لیکن سیاسی افراتفری کی وجہ سے یہ شعبہ زیادہ دن نہ چل سکا۔ اور اس کے تحت قائم کی گئی واپڈا ہاؤس کے قریب لائبریری کا ذخیرہ کتب پنجاب پبلک لائبریری کو دے دیا۔

۳۰ دسمبر ۱۹۵۸ء کو حکومت پاکستان نے ایک تعلیمی کمشن تشکیل دیا۔ جس کو ہدایت کی گئی کہ وہ تعلیمی نظام کو نیا رنگ دینے اور نئے سرے سے منظم کرنے کے لیے تجاویز مرتب کرے تاکہ پاکستان کے عوام میں فرائض کی بجا آوری' حب الوطنی اور قومی سالمیت کا جذبہ ابھارا جائے۔ اور انہیں محبت' اتحاد اور خدمت کے اصولوں سے سرشار کیا جائے۔ صنعت' زراعت' تجارت اور سرکاری محکموں کے لیے تربیت یافتہ ہنرمند اور علمی عملہ مہیا کیا جائے۔ کمیشن کو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ وہ اس امر کا جائزہ لے کہ کیا قومی ترقی

Marfat.com

اور سول و فوجی محکموں کی ضروریات کو پوری کرنے کے لیے سائنس اور فنی شعبوں کے لیے افراد تیار کرنے کے لیے ایسے تعلیمی ادارے مناسب ساز و سامان سے لیس ہیں اور ان میں تحقیق اور تعلیم کے معیارات کی جانچ پڑتال کے بعد کی ضروریات کیا ہیں۔ تعلیمی کمیشن نے بالآخر اپنی رپورٹ ۲۶ر اگست ۱۹۵۹ء کو صدر پاکستان کی خدمت میں پیش کی۔

تعلیمی کمیشن کی تشکیل کے بعد موتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ پاکستان کا ایک خصوصی اجلاس ۲۵ر جنوری ۱۹۵۹ء کو لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں تعلیمی کمیشن کے سوالنامے پر غور کیا گیا اور ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی جو کمیشن کو اپنا نقطہ نگاہ پیش کرے۔ اکتوبر کے آخر میں ایم اے او کالج لاہور میں دینی اداروں کے نصاب تعلیم کی اصلاح و ترامیم پر ابتدائی غور و خوض کے لیے غیر رسمی مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی اور اس میں طے پایا کہ ۸ر نومبر ۱۹۵۹ء کو جامعہ کی موتمر کا ایک خصوصی اجلاس منعقد کیا جائے لیکن موسم کی خرابی کے باعث یہ اجلاس تو نہ ہو سکا تاہم حضرت مولانا پیر کرم شاہ بھیروی صاحب صدر موتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ اور علامہ محمد نور الدین صاحب اجمیری کی سرکردگی میں نصاب مجوزہ کے متعلق بحث و تمحیص رہی۔ ۲۹ر نومبر کو لاہور سے ماہرین کی تشریف آوری کے پیش نظر استصواب کی غرض سے سے مجوزہ نصاب کو شائع کر دیا گیا۔ موتمر کی تشکیل کردہ کمیٹی نے اپنی تجاویز مرتب صورت میں کمیشن کے چیرمین ایس ایم شریف کو بھیجیں جن میں سے کمیشن نے کئی تجاویز کو اپنی رپورٹ میں جگہ دی۔ تاہم کمیشن کی طرف سے کی گئی کئی تجاویز مہمل' غیر دانشمندانہ اور ناقابل عمل تھیں۔ اس رپورٹ میں اردو و اسلامیات کو ان کا جائز حق نہ دیا گیا۔

پنجاب یونیورسٹی کا ڈگری کورس تین سالوں پر تشکیل کر دیا گیا۔ یورپی زبانوں میں سے کسی ایک زبان کی تعلیم اعلیٰ تعلیم کے لیے لازمی قرار دے دی گئی۔ ڈگری کے حصول کے لیے انگریزی زبان کی تعلیم کو دیگر چھ مضامین کے ساتھ لازمی قرار دیا گیا۔ غرض اس طرح کی گئی کئی ایک سفارشات قابل نظر ثانی تھیں لیکن کابینہ نے اپنی قرارداد میں اس کی تعریف کرتے ہوئے توثیق کر دی۔

جامعہ محمدی نے حکومت کی پالیسی میں لادینی اثرات دیکھ کر ایک مثالی یونیورسٹی کی تشکیل کو لازمی سمجھ لیا۔ چنانچہ ۱۹۶۰ء میں موتمر کی طرف سے پاس کردہ نصاب جامعہ کے دارالعلوم میں نافذ کر دیا۔ جامعہ کے نصاب کا سرسری خاکہ درج ذیل ہے۔ جس میں علوم عربیہ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ حکمانہ مدارس اور کالجز کے صالح اجزا اور ضروری مواد کو بھی

Marfat.com

جمع کر دیا گیا ہے۔

مجوزہ نصاب کو چھ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ الدرجہ الابتدائیہ--- پرائمری--- مدت ۵ سال

۲۔ الدرجہ الثانویہ--- مڈل--- مدت ۴ سال

۳۔ الدرجہ العبوریہ--- میٹرک--- مدت ۲ سال

۴۔ الدرجہ الفوزیہ--- ایف اے--- مدت ۲ سال

۵۔ الدرجہ الفضیلت--- بی اے--- مدت ۲ سال

۶۔ درجہ التخصص--- ایم اے--- مدت ۲ سال

اس نصاب کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سالہا سال سے ماہرین علوم جدیدہ، فاضلین علوم قدیمہ اور بلند فکر اسلامی علوم کے اساتذہ کی مشترکہ مساعی کا ثمر اور نتیجہ فکر ہے۔

۲۔ تقاضائے وقت کے مطابق اس نصاب میں مسلمانوں کی بیشتر ضروریات کے لیے مکتفی ہونے کی اہلیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

۳۔ قدیم درس نظامیہ سے ازکار رفتہ مضامین کے حذف، ترمیم اور اصلاح کے بعد ضروری علوم جدیدہ کا بقدر ضرورت مواد نہایت تناسب و موزوں صورت میں شامل کیا گیا۔ اس امر کا خاص خیال رکھا گیا کہ طلبہ کے ذہنوں پر بوجھ نہ رہے اور درمیانی سمجھ کے طالب علم اسے بہ سہولت کامیابی سے پڑھ سکے۔

۴۔ فلسفہ قدیم منطق اور دیگر ایسے ہی قدیم مضامین کو بالکل ختم نہیں کیا گیا بلکہ ضروری عنصر کو شامل کر کے فلسفہ جدید علم الکلام اور مصالح و حکم اسلام کے ساتھ ان کا رابطہ قائم کیا گیا۔ تاکہ منطق، فلسفہ وغیرہ کی افادیت قائم رہے اور اسلاف کے علمی سرمائے سے پورا پورا لگاؤ رہے۔ مگر ساتھ ہی متاخرین اور موجودہ زمانے کے مصنفین کے نتائج فکر پر اسلامی نقطہ نظر سے نقد و تبصرہ کر سکے۔

۵۔ ترتیب مضامین میں اس امر کا خاص خیال رکھا گیا۔ کہ تعلیمی اٹھان خالص اسلامی نقطہ نظر سے ہو۔ آغاز میں دلچسپی اور سہولت جاذب قلب و نظر رہے اور انجام کار پختہ کاری، وسعت نظر، ٹھوس وسیع معلومات اور بالخصوص دین سے گہری عقیدت رہے۔ تاکہ اسلام کے نظریات پر علم الیقین کے درجہ کا ایمان ہوا اور علی وجہ البصیرت اشاعت دین کر سکے۔

Marfat.com

۶- اس غرض کے لیے حکمۃ التشریع کے عنوان کے تحت معتدبہ کتب اور تصوف کی تعلیم کی خاطر مسلم و متفق علماء صوفیائے کرام کی تصانیف شامل نصاب رکھی گئیں۔

۷- آغاز نصاب سے ہر سال میں قرآن مجید کی تعلیم لازمی ہے جب کہ سکولوں اور کالجوں کے نصاب میں قرآن مجید کا کسی درجہ میں اس وقت التزام نہیں تھا۔ مدارس اسلامیہ عربیہ میں بھی تکمیلی سالوں میں ایک آدھ تفسیر کے چند جزء پڑھائے جاتے تھے۔ جس سے قرآن مجید میں ورک پیدا ہونا ناممکن تھا۔

۸- احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تیسرے سال سے شروع کر کے آخر تک یعنی آٹھ سال کے عرصے میں ایک موزوں متناسب ترتیب میں پھیلا دیا گیا جس سے علم میں ذہن کی پختگی کے ساتھ ساتھ احادیث رسول سے نور اور جلا پیدا ہوتی رہے اس طرح قدیم دورہ حدیث کا طریقہ ختم کر دیا گیا۔

۹- آخری سالوں میں خاص خاص مضامین پر ماہرین علوم کے لیکچر رکھے گئے۔ جس سے طلبہ کی ذہنی و فکری نشوونما' وسعت نظری اور ذوق مطالعہ کو ترویج مل سکے۔

۱۰- مڈل تک کے اسکولوں میں مروجہ ضروری مضامین بشمول انگریزی عرصہ چار سال میں ایک خاص ترتیب سے پھیلائے گئے میٹرک کے مضامین سے سائنس' تاریخ' جغرافیہ اور شہریت انگریزی وغیرہ دو سال میں اور ایف اے' بی اے کے مضامین سے سیاست اور اقتصاد کے مضامین بشمول انگریزی چار سال کے عرصہ میں مکمل کر دیے گئے۔ جس سے طالب علم کو سرکاری مدارس کے عرصہ تعلیم سے بڑھ کر اس نصاب کی تکمیل میں کوئی زیادہ وقت نہیں دینا پڑتا۔ جب کہ علمی فوائد اس نظام کی نسبت کہیں زیادہ ملتے ہیں۔

نصاب کے نفاذ پر عملی طور پر اسلامی عربی یونیورسٹی کی کوششیں اور تیز ہوگئیں۔ چنانچہ ۱۴ مئی ۱۹۶۱ء کو جامعہ محمدی شریف میں موتمر کی ایک نشست منعقد ہوئی جس کی صدارت خواجہ فخرالدین صاحب نے کی۔ کانفرنس میں مقتدر علماء اور ماہرین تعلیم نے اپنے اپنے مقالات پیش کیے۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صدر شعبہ اردو' پیر کرم شاہ بھیروی' جناب شیر محمد ترمذی اور ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پہلی نشست کے نمایاں مقرر تھے۔ کانفرنس کی دوسری نشست عرب کلچرل سنٹر لاہور کے ڈائریکٹر حضرت العلامہ سید سلیمان المکی ہوئی۔ اس نشست میں الحاج سید محمد سعید المدنی' سید محمد فرید ابو النبی' محمد فیض اہالوی اور الحاج محمد حسین جیسے زعماء نے بھی شرکت بخشی۔ کانفرنس سے پیر کرم شاہ بھیرو' رائے احمد نور کھرا (ایڈووکیٹ)' مخدوم میاں یوسف شاہ قریشی (بیرسٹرایٹ لاء) اور پروفیسر خالد محمود ہاشمی

Marfat.com

نے خطاب کرتے ہوئے مفید تجاویز دیں۔ جن پر کافی بحث و تمحیص ہوئی۔ کانفرنس کے شرکاء نے جامعہ محمدی کی خدمات کو سراہا اور اس کے عزائم و مقاصد میں اس کے کارکنوں کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ کانفرنس کے شرکاء نے ایک اسلامی عربی یونیورسٹی کی سطح پر لانے کے لیے حکومت کو جامعہ کی مساعی پر بھرپور توجہ دینے کی اپیل کی۔

مارچ ۱۹۶۱ء کو جامعہ کو آزاد اسلامی عربی یونیورسٹی بنانے کے لیے آسٹریلیشیا بنک جھنگ میں اسلامی عربی یونیورسٹی فنڈ قائم کر دیا گیا۔ تاکہ عوام الناس کو اس عظیم ادارہ کی مالی معاونت کا موقع مل سکے۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۶۱ء کو موتمر کی مشاورتی میٹنگ ۳ بجے شام لاہور کے ملک عبدالعزیز صاحب ایڈووکیٹ کی رہائش گاہ پر ہوئی جس کی صدارت میاں امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ لاہور نے فرمائی۔ اس خصوصی اجلاس میں جامعہ محمدی کے عظیم علمی منصوبہ کی تکمیل کے لیے مختلف ذرائع اور اسباب پر غور و فکر کیا گیا۔ منصوبہ پر کثیر مالی اخراجات کے پیش نظر ایک مالی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر میاں امیر الدین صاحب نائب صدر نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی سیکرٹری ملک محمد اکبر صاحب ایڈووکیٹ جائنٹ سیکرٹری ظہیر الاسلام فاروقی' نشر و اشاعت کی ذمہ داری کے لیے میاں محمد شفیع صاحب مدیر اقدام' ظہیر الاسلام فاروقی صاحب اور سعید الدین احمد صاحب پر مشتمل ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ اس میٹنگ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ دسمبر کے اواخر میں لاہور کے اندر ایک اسلامی عربی یونیورسٹی کانفرنس بلائی جائے جس کے لیے مالی کمیٹی کو مالی امور کے طے کرنے کا مکمل اختیار دیا گیا۔ کمیٹی کے ارکان میں مندرجہ ذیل احباب شامل کیے گئے۔

۱۔ میاں رفیع الدین صاحب
۲۔ احمد سعید کرمانی صاحب
۳۔ یزدانی ملک صاحب
۴۔ قاضی مرید احمد صاحب
۵۔ شیخ سراج الدین صاحب
۶۔ مجاہد فاروقی صاحب
۷۔ خالد محمود ہاشمی صاحب

۱۸ر فروری ۱۹۶۳ء کو وائی ایم سی اے لاہور میں تعلیمات اسلامیہ عربیہ پاکستان کے زیر اہتمام پہلی اسلامی عربی یونیورسٹی کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت اس وقت کے وزیر ایندھن' بجلی و قدرتی وسائل پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کی۔ کانفرنس کے

Marfat.com

سیکرٹری ظہیرالاسلام فاروقی نے سپاس نامہ پیش کیا۔ اس کے بعد میاں محمد شفیع صاحب نے مختصر طور پر اسلامی یونیورسٹی کے قیام کی ضرورت پر تقریر کی۔ اس کے بعد شاعر پاکستان جناب محمد حفیظ جالندھری نے اپنے منظوم کلام میں نظریہ پاکستان کی بقاء اور اسلامی عربی یونیورسٹی کی اہمیت پر زور دیا۔ آخر میں کانفرنس کے صدر نے اسلامی عربی یونیورسٹی کے قیام کو پاکستان کو اس کے نظریہ اسلام سے وابستہ رکھنے کے لیے ضروری قرار دیا۔ کانفرنس سے محکمہ اوقاف کے مصری مشیر علامہ افہام نے بھی خطاب کیا۔ کانفرنس کے آخر میں مسٹر مظہر جمیل نے ایک قرارداد پیش کی' جس میں اسلامی عربی یونیورسٹی کے قیام کے لیے ٹھوس تجاویز مرتب کرنے کے لیے مجلس عمل قائم کرنے کی سفارش کی۔ قاضی مرید احمد نے اس کی تائید کی اور صدر پاکستان سے اپیل کی کہ وہ اس سلسلہ میں اہم اقدام کریں۔

۲۰ر فروری ۱۹۶۲ء کو شیخ سراج دین کے مکان پر موتمر کے ارکان کی نشست ہوئی جس میں اسلامی یونیورسٹی کانفرنس کی قرارداد کے آئینہ میں تجاویز مرتب کی گئیں۔ ان تجاویز میں ایک ایڈھاک کمیٹی مرتب کی گئی جو مندرجہ ذیل کمیٹیوں کے قیام پر غور و خوض کرنے اور عملی پہلوؤں سے ان کمیٹیوں کی کارکردگی کی نگرانی کرے۔

۱۔ تعلیمی سب کمیٹی

۲۔ مالی سب کمیٹی

۳۔ قانونی سب کمیٹی

۴۔ نشر و اشاعت کمیٹی

ایڈھاک کمیٹی کے مندرجہ ذیل ارکان منتخب کیے گئے۔

۱۔ مولانا محمد ذاکر صاحب--- ناظم جامعہ محمدی شریف جھنگ

۲۔ ظہیر الاسلام فاروقی--- ۲۷ر ۲ ماڈل ٹاؤ لاہور

۳۔ پروفیسر سید امیرالدین قدوائی صاحب--- ۳ر بیگم روڈ لاہور

۴۔ ملک لعل خان صاحب--- ۱۳ر پارک لین ٹمپل روڈ لاہور

۵۔ شیخ سراج الدین--- ار کے گلبرگ لاہور

یکم نومبر ۱۹۶۲ء کو سابق وزیر قانون شیخ خورشید احمد کی زیر صدارت موتمر کا ایک اجلاس جامعہ محمدی میں ہوا۔ اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ جامعہ محمدی کو اسلامی ملی یونیورسٹی بل کی صورت میں اسمبلی میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ رائے منصب علی خان ایم ایل اے شیخوپورہ نے یہ بل پیش کیا۔ بل پہلے سٹینڈنگ کمیٹی اور پھر سیلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا۔

Marfat.com

سیلیکٹ کمیٹی نے اپنی رپورٹ فروری ۱۹۶۳ء میں پیش کر دی لیکن اسی دوران اسمبلی کی مدت ختم ہوگئی جس کی وجہ سے تحریک ختم ہوگئی۔

نئی اسمبلی جب دوبارہ بن گئی تو رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے دوبارہ لاہور میں موتمر تعلیمات اسلامیہ پاکستان کی طرف سے اسلامی یونیورسٹی کانفرنس نومبر ۱۹۶۶ء کو ہوئی۔ کانفرنس کی دونوں نشستوں کی صدارت علی الترتیب خان محمد علی خان وزیر تعلیم اور سید احمد سعید کرمانی وزیر خزانہ نے کی۔ ان حضرات نے جامعہ کے عزائم و مقاصد سے اتفاق کیا اور احساس دلایا کہ جدید فنی اور سائنسی تعلیمات کے ساتھ مذہبی علوم کے اداروں سے حکومت بھرپور تعاون کرے گی۔ چنانچہ ۱۹۶۷ء میں رائے منصب علی خان نے اسلامی یونیورسٹی بل دوبارہ پیش کیا۔ جو کچھ عرصہ وزارت قانون اور وزارت تعلیم کے زیر غور رہا۔ پھر اسمبلی کے ایجنڈے میں آنے سے قبل گورنر پنجاب کے ملاحظہ اور اجازت کے لیے بھیجا گیا۔ رائے عامہ کے تمام ذرائع اخبارات' علمی اداروں کے سربراہوں اور ملک بھر کی مقتدر سیاسی زعما نے اس بل کی حمایت کی۔ سابق چیف جسٹس کارنیلس' چیف جسٹس ایس اے رحمان' وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی' وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی' وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی' وزیر تعلیم و اوقاف' وزیر خزانہ و اطلاعات اور جامعہ ازہر کے پرنسپل جیسی مقتدر اور اہل علم حضرات کی بھرپور تائید کے باوجود یہ معاملہ کھٹائی میں ڈال دیا گیا۔

۱۴ر اپریل ۱۹۶۸ء کو جامعہ کا یوم تاسیس تھا۔ چنانچہ موتمر کے زیر اہتمام جامعہ محمدی میں وزیر تعلیم خان محمد علی خان کی صدارت میں تقریب ہوئی۔ جس میں جامعہ کی تیس سالہ سرگزشت بالتفصیل گوش گزار کر کے جامعہ کے عزائم و مقاصد کے بارے حکومت کے بھرپور تعاون کی درخواست کی گئی۔

اسی دوران سیاسی حالات ابتر ہوگئے۔ مارچ ۱۹۶۹ء کو دوبارہ مارشل لاء لگا دیا گیا۔ ایوب خان رخصت ہوگئے اور ملک کا اقتدار جنرل یحییٰ خان کے ہاتھ دے دیا گیا۔ اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور اسلامی یونیورسٹی کا معاملہ پھر کھٹائی میں پڑ گیا۔ ستمبر ۱۹۷۰ء میں دوبارہ صوبائی و قومی اسمبلی کے الیکشن ہوئے۔ مولانا محمد ذاکر بھی قومی اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ اور اس طرح ایک بار پھر یونیورسٹی کی مساعی شروع ہوگئیں۔ ۱۹۷۲ء میں مولانا محمد ذاکرؒ مرحوم اور میاں محمد ذاکر قریشی نے مشترکہ طور پر اسلامی یونیورسٹی بل قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ کئی ممبران اسمبلی نے صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو اور وفاقی وزیر تعلیم جناب عبدالحفیظ پیرزادہ سے ملاقات کر کے بل کی ضرورت و اہمیت سے آگاہ کیا۔ لیکن ۷ر ستمبر

Marfat.com

۱۹۷۲ء کو جب یہ بل باضابطہ طور پر پیش ہوا تو وزیر تعلیم نے اسے صوبائی مسئلہ قرار دے کر مسترد کر دیا۔ آخر تیسری مرتبہ یہ بل پھر میاں خورشید انور صاحب نے پنجاب اسمبلی میں پیش کیا جسے مجلس قائمہ کے سپرد کر دیا گیا۔

۱۲؍ فروری ۱۹۷۴ء کو جامعہ کے یوم تاسیس پر موتمر کا ایک اجلاس ہوا جس کا افتتاح صوبائی وزیر تعلیم جناب عبدالحفیظ نے کیا۔ اجلاس میں علامہ جاوید احمد' علامہ پیر محمد کرم شاہ بھیرہ اور علامہ سید محمد متین ہاشمی صاحب نے جامعہ کو اسلامی عربی یونیورسٹی کا درجہ دینے کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی' لیکن سیاسی رقابت اور مولانا کی اصول پسند قیادت کی وجہ سے اس یونیورسٹی بل کو سیاسی اختلافات کی وجہ سے ناسازگار مالی حالات کا بہانہ بنا کر مسترد کر دیا گیا۔

موتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ جامعہ محمدی کی تعلیمی تحریک تھی۔ جس نے عوام و خواص کو اسلامی نظام تعلیم اور اس کی ضرورت و اہمیت سے آگاہ کرنے کے لیے بھرپور مساعی کی۔ موتمر نے پاکستان کی نظریاتی اساس کے پیش نظر ملک میں ایک آزاد اسلامی عربی یونیورسٹی کے طور پر جامعہ محمدی کو پیش کیا۔ چالیس سال کی مسلسل جدوجہد کا یہ نتیجہ نکلا کہ جامعہ عباسیہ بہاولپور کو اسلامی یونیورسٹی کا درجہ مل گیا۔ نظام تعلیم میں اسلام کی تعلیمات کے حوالہ سے مناسب ترامیم کی گئیں۔ دینی مدارس کے وفاق المدارس اور تنظیم المدارس کے نام سے وفاق بنے جن کی سند کو ایم اے عربی و ایم اے اسلامیات کے برابر جگہ ملی۔ جامعہ محمدی کی سند کو بھی بورڈ نے فاضل عربی کے برابر تسلیم کر لیا۔ موتمر نے جدید و قدیم علوم کے امتزاج کا جو نعرہ بلند کیا تھا۔ آج تمام علمی حلقوں نے اس ضرورت کا احساس کر لیا ہے۔ اور بیشتر دینی اداروں میں جدید علوم بھی رائج کر دیے گئے ہیں۔ جہاں ان علوم کا پڑھانا گناہ خیال کیا جاتا تھا۔ جامعہ محمدی کی یہ مساعی مولانا محمد ذاکرؒ کے خلوص و للہیت اور اسلامی جذبوں سے بھرپور بے لوث قیادت کی مرہون منت ہیں۔

## دارالکتب

جامعہ محمدی کے قیام سے ہی اس بات کی کوشش کی گئی کہ اسلامی یونیورسٹی کے شایان شان عظیم کتب خانہ قائم کیا جائے۔ جس میں علماء حضرات بیٹھ کر اعلیٰ علمی و تحقیقی کام کر سکیں۔ چنانچہ آغاز جامعہ کے ساتھ ہی کتب خانہ کے قیام کا کام شروع ہوگیا۔ تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ' فلسفہ' منطق' نحو' معاشیات اور سیاسیات پر نادر اور تحقیقی کتب جمع کی

Marfat.com

گئیں۔ ۱۹۵۹ء میں دارالحدیث کی جانب کتب خانہ کے لیے دو بڑے کمرے تعمیر کیے گئے۔ ابتدائی مساعی کا اندازہ اس سے باسانی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۶۸ء تک اس کتب خانہ میں باوجود شدید مالی بحران کے ۴،۷۴۳ کتب جمع کی جا چکی تھیں۔

کتابوں کا انتخاب علماء کی تحقیق اور علمی ضروریات کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ طلبہ کی نصابی ضروریات کے لیے بھی دارالکتب میں نصابی کتب کی کثیر تعداد جمع کی گئی ہے۔ تمام کتابیں ہوادار الماریوں میں مضامین کی ترتیب سے رکھی گئیں ہیں۔ کتابوں کی اکثریت جلد شدہ ہے۔ جن کے پشتوں اور جلد کے سرورق پر دارالکتب کی سلپس لگا کر کتاب نمبر' موضوع اور درجہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔ کتابیں انتہائی نادر اور قیمتی ہیں۔ تاریخ تقابل ادیان اور اسلامی مذاہب پر یہاں کتابوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ دارالکتب کی نگرانی شروع سے مولانا مرحوم کے چھوٹے بھائی مولانا محمد نافع صاحب کر رہے ہیں۔ جو کہ خود ایک بلند پایہ عالم' شہرت یافتہ مصنف اور وسیع المطالعہ مدرس ہیں۔ آپ کی تحقیقی کاوشوں میں "رحماء بینھم" تین جلدوں میں مسئلہ اقرباء نوازی' حدیث ثقلین' سیرت علی مرتضیٰ" حضرت ابوسفیان کی سوانح' سیرت حضرت امیر معاویہ در دو جلد اور "بنات اربعہ" گراں قدر شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ آپ کے تحقیقی مضامین اکثر علمی رسالوں میں چھپتے ہیں۔

## دارالافتاء

جدید معاشرہ گوناگوں مسائل سے دوچار ہے جس کی بنیادی وجہ تعلیم سے دوری ہے۔ مولانا کی مساعی سے جھنگ کا یہ ادارہ علوم و فنون کا گہوارہ شمار ہوتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جدید مسائل کے بارے استفسارات یہاں روزانہ کا معمول ہے۔ لوگ ملکی آئین سے ہٹ کر شریعت اسلامیہ کو ہی اپنا قانون سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ ہمیشہ اپنے مسائل کو شریعت اسلامی کی روشنی میں سمجھنے کے لیے جامعہ محمدی کا رخ کرتے ہیں۔ چنانچہ جامعہ کی انتظامیہ نے اس سلسلہ میں دارالافتاء کا پورا شعبہ کھول رکھا ہے۔ مولانا محمد نافع صاحب اور جامعہ کے صدر مدرس مولانا محمد شریف صاحب کو اس شعبہ کا نگران اور ذمہ دار بنایا گیا۔ جس کی وجہ سے یہاں کے مقامی مسائل کو بڑی توجہ اور غور و خوض کے بعد حل کیا جاتا ہے۔ جامعہ کا مسلک ہمیشہ انصاف' صلح جوئی اور رواداری رہا ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ فریقین کو باہمی گفت و شنید اور رواداری کی تحریک دے کر مسئلہ کو خوش اسلوبی سے مستقل طور پر حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح معاشرے میں باہمی بغض

Marfat.com

اور کدورت کی بجائے باہمی اخوت اور صلح جوئی کی فضا پیدا کی گئی ہے۔ اور یہ اس تعلیم سے دور ماحول کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ اب تک اس شعبہ میں مقامی و غیر مقامی احباب کی طرف سے عبادات و معاملات کے امور پر ہزاروں استفسارات کیے جا چکے ہیں۔ جن کا اس شعبہ نے قرآن و سنت کی روشنی میں تحریری جواب فتاویٰ کی صورت میں دیا ہے۔

## دارالحفاظ

جامعہ محمدی کے قیام سے پہلے بھی کڑک محمدی میں حفظ قرآن کی تعلیم کا انتظام تھا اور یہی وجہ ہے کہ علاقہ میں یہ بستی حفاظ قرآن کی کثرت کی وجہ سے مشہور تھی۔ ایک ایک گھر میں کئی کئی حفاظ ملتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسی حفظ قرآن کے قدیم سلسلہ کی وجہ سے ہے جو مولانا محمد ذاکر مرحوم کے خاندان کی قدیم روایات کا مرہون منت ہے۔ مولانا محمد ذاکر مرحوم نے "جامعہ محمدی" کے نام سے نئے ادارہ میں شعبہ دارالحفاظ کی بنیاد رکھ کر اس میں غیر مقامی طلبہ کی تعلیم کا انتظام کیا۔ جن کی خوردونوش کا جملہ انتظام ادارہ کے ذمہ ہوتا ہے۔

شعبہ دارالحفاظ کی خدمات بڑی گراں قدر ہیں۔ سینکڑوں حفاظ اب تک یہاں سے قرآن مجید حفظ کر کے جا چکے ہیں۔ قرآن مجید حفظ کے ساتھ ساتھ طلبہ کو تجوید و قرآت اور ابتدائی اسلامی مسائل کی تعلیم کا بھی یہاں اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس شعبہ کے تحت مقامی دیہی علاقوں میں بھی کئی شاخیں کھولی گئیں۔ جن میں مندرجہ ذیل حفظ کے مدارس بڑے نمایاں ہیں۔

۱۔ مدرسۃ الحفاظ جامعہ آباد

۲۔ مدرسۃ الحفاظ محمدی شریف

۳۔ مدرسۃ الحفاظ پکی مسجد

۴۔ مدرسۃ الحفاظ کچی مسجد

مندرجہ بالا مدارس کا جملہ نظم و نسق جامعہ کے ذمہ ہے۔ تمام مدارس کا تقرر جامعہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ مدرسین کی تنخواہیں اور طلبہ کے طعام و لباس کے علاوہ مدرسہ کی جملہ ضروریات کا کفیل جامعہ ہے۔ ان مدارس سے بھی ہر سال ایک کثیر تعداد قرآن مجید

Marfat.com

جیسی مقدس کتاب کو اپنے سینوں میں محفوظ کر کے نکلتی ہے۔ اس شعبہ سے فارغ التحصیل طلبہ کی کثیر تعداد اپنے طور پر کئی مدارس کھول کر دین کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

## مدرسۃ البنات الصالحات

جامعہ محمدیہ کے قیام سے پہلے طالبات کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے خاندان حضرت میاں امام الدین کی کئی خواتین نے اپنے اپنے دور میں مدارس کا اہتمام رکھا' جن میں مندرجہ ذیل مدارس بہت مشہور ہیں:

۱- درس مسماۃ ست بھرائی صاحبہ' زوجہ مولوی بہاول بخش صاحب"

۲- درس مسماۃ رحمت بی بی صاحبہ' دختر مولوی بہاول بخش صاحب

۳- درس مسماۃ اماں بختاور صاحبہ زوجہ عبدالکریم صاحب

۴- درس مسماۃ فتح بی بی دختر میاں عبدالرحمٰن صاحب

۵- درس مسماۃ حیات بیگم صاحبہ زوجہ میاں کامل دین صاحب۔

۲۸ ربیع الاول ۱۳۷۸ بمطابق ۳ جنوری ۱۹۵۹ء کو محمدی شریف کی بستی میں باقاعدہ طور پر مدرسۃ البنات و الصالحات کا قیام عمل میں لایا گیا۔ تاکہ اس میں قرآن مجید' عربی اور جدید علوم کو بیک وقت پڑھایا جا سکے۔

چنانچہ اس کے لیے دو استانیاں متعین کی گئیں۔ ابتدا ہی میں ۳۷ طالبات نے داخلہ لے لیا۔ اس مدرسہ میں بعد میں سوشل ویلفیئر کے تحت طالبات کو سلائی و کڑھائی کی تربیت کا بھی انتظام کیا گیا۔ اب بھی یہ ادارہ محکمہ تعلیم اور سوشل ویلفیئر کے محکمہ کے تعاون سے بخوبی چل رہا ہے۔ اس ادارہ کے فیض سے ایک کثیر تعداد طالبات کی استفادہ کر کے علم کا نور حاصل کر چکی ہے۔ جس کی وجہ سے کئی گھروں میں جہالت کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور علم کی شمعیں روشن ہوئیں۔

## دارالرحمت

یتیم پروری سنت رسول ہی نہیں بلکہ مشیت خداوندی ہے۔ جھنگ کے غریب علاقہ میں جب کوئی گھر کا سربراہ مر جاتا تو اس کی اولاد کا مستقبل غربت کی نذر ہو جاتا اور اس طرح کئی معصوم جانیں اور کئی درخشندہ ذہن حالات کی ستم ظریفی کا شکار ہو کر ختم ہو جاتے۔ مولانا مرحوم نے اس دکھ کا علاج دارالرحمت کی بنیاد رکھ کر کیا تاکہ یتیم بچوں کے

Marfat.com

سر پر شفقت پدری کے ہاتھ کی محرومی کا کبھی احساس نہ ہو۔

۱۹۵۸ میں اس شعبہ کا باقاعدہ طور پر اجراء کیا گیا۔ موضع کانویں والہ کے رئیس مہر محمد خان لالی نے اس کی بنیاد رکھی اور ابتدائی طور پر تین کمرے بنوا کر دیئے۔ آئندہ چار سالوں میں مزید چار کمرے حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی' میاں شیر محمد کھوکھر (لائل پور)' میاں غلام محمد ڈھیرہ (موضع ساہل) اور میاں نور محمد ملاح موضع کندل کے مالی عطیات سے بنائے گئے۔

۲۹ نومبر ۱۹۶۱ء کو ایک خصوصی تقریب میں اس شعبہ کا باقاعدہ طور پر آغاز ہوا۔ اس تقریب میں ملک احمد خان ڈپٹی کمشنر جھنگ کے علاوہ کئی معززین شریک ہوئے۔ ابتدائی طور پر ۱۸ طلبہ کو داخلہ دیا گیا۔ مہر محمد خان لالی کو اس کا سرپرست اور مولانا کے پرانے ساتھی چودھری مشتاق احمد کو دارالرحمت کا ناظر مقرر کیا گیا۔ دارالرحمت کے بچوں کو رحیمی کے لفظ سے پکارا گیا۔ آپ نے ان بچوں کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کے لیے جو ہدایات مختلف اوقات میں انچارج صاحبان کو کیں' وہ آپ کی بچوں سے محبت و شفقت' خلوص اور للہیت سے بھرے جذبات کی آئینہ دار ہیں۔ آپ نے اپنی ہدایات میں مندرجہ ذیل امور پر ہمیشہ زور دیا:

۱۔ ہمارے ہاں یہ معصوم بچے ملت بیضا کی خاص امانت ہیں۔ جن کی ہر طرح کی تربیت و حفاظت ہمارا اخلاقی فرض ہے۔

۲۔ بچوں کے معمولات کو باقاعدگی کی صورت دی جائے جس میں نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تدریس' اس کے بعد مکتب میں حاضری اور اس کے بعد دوپہر کو اپنے اپنے کمروں میں ہر طالب علم آرام کرے۔ نماز ظہر اور پھر نماز مغرب کے بعد قرآن مجید کی تعلیم ہو۔ نماز عصر کے بعد تفریح ورزش اور اس طرح کا چوبیس گھنٹہ کا پروگرام بنا کر ہر کمرے میں آویزاں ہو۔

۳۔ ہر طالب علم کی روزمرہ کی کارکردگی' مکتب و مدرسہ میں حاضری اور نماز باجماعت کی پابندی کا خیال رکھا جائے۔

۴۔ ہر طالب علم کی تعلیمی رپورٹ ہفتہ وار صدر دفتر بھیجی جائے' جس میں ان کی تعلیمی و اخلاقی تربیت کا ذکر ہو۔

۵۔ کمروں کی صفائی' لباس کی درستی' باہمی گفتگو اور کھانے پینے کے آداب کو بچوں کے ذہن نشین کرایا جائے۔

Marfat.com

۶ - مطبخ کے انتظام کی خصوصی نگرانی کی جائے۔ برتنوں اور دسترخوان کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ بچوں کے کھانے' پڑھنے اور آرام کرنے کے اوقات کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

۷ - بچوں کی تقریری و تحریری صلاحیتوں کے لیے مجلس اصلاح کلام تشکیل دی جائے' جس کے زیر اہتمام ہر طالب علم کو تقریر و تحریر اور کھیل کے پروگراموں میں بھرپور حصہ لینے کی ترغیب دی جائے۔

۸ - دارالرحمت کے بچوں کے امتحانات میں کامیابی کے موقع پر مٹھائی تقسیم کی جائے اور نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں کو خاص انعامات دیئے جائیں۔

۹ - دارالرحمت کے بچوں کو مدرسۃ الحفاظ سے پرائمری سکول اور پرائمری سکول سے دارالعلوم تک کے اداروں میں داخلہ کی سہولت حاصل ہے' جس سے ان بچوں کو بتدریج حفظ قرآن کے بعد میٹرک' عربی فاضل' ایف۔ اے' بی۔ اے اور ایم۔ اے ایک ساتھ کرنے کے مواقع حاصل ہو جائیں گے۔

مولانا ان ہدایات کے ساتھ ساتھ خود بھی دارالرحمت کے بچوں کے کام کی جانچ پڑتال کرتے۔ ان کے ساتھ ان کی شفقت اس قدر ہوتی کہ جب بھی کوئی بچہ گھر جانے کی چھٹی لینے کے لیے درخواست کرتا تو آپ فرماتے کہ آپ کا گھر یہ ہے۔ آپ عزیزوں سے ملنے کی درخواست کریں۔ آپ خود بچوں کی تختیاں دیکھتے' قرآن مجید کی سورتیں سنتے' اردو کے اسباق سنتے اور اس طرح خود دارالرحمت جا کر مطبخ اور بچوں کے کمروں کا بذات خود معائنہ کرتے۔

ہر بچے کو علیحدہ چارپائی دی جاتی۔ اس کو تیل' صابن اور کپڑوں کی جملہ سہولیات فراہم کی جاتیں۔ نگران کے لیے ضروری تھا کہ وہ بچوں کو والدین کا پیار دیں۔ دوستوں کی طرح ان کی نفسیاتی الجھنوں کا ازالہ کریں۔

بچوں کی صحت کی دیکھ بھال کے لیے دارالرحمت میں ایک ڈسپنسری قائم کی گئی تھی' جس پر ایک تجربہ کار ڈسپنسر کا تقرر کیا گیا تھا۔ بچے کی نگہداشت اور عیادت کے لیے معمول سے زیادہ توجہ دی جاتی۔

بچوں کی فنی تربیت کے لیے جرابیں بنانے اور اس طرح کے دیگر فنی کاموں کی تربیت کا بھی انتظام تھا۔ سوشل ویلفیئر کا محکمہ اس شعبہ کا خصوصی طور پر معاون تھا۔ شعبہ کے انچارج صاحبان کو محکمہ کی طرف سے خصوصی تربیت دلوائی گئی۔ شعبہ کے بچوں کو حفظ

Marfat.com

کے لیے علیحدہ حافظ اور قاری کا انتظام تھا۔ اس شعبہ کی خدمات میں چودھری مشتاق احمد، جناب خالد جامعی صاحب اور جناب قاری سلیمان صاحب کی خدمات قابل صد تحسین ہیں۔

## دارالتصنیف والترجمہ

جامعہ محمدی ایک تعلیمی تحریک کے طور پر ابھری اور شروع ہی سے اس کے مزاج میں علم کا فروغ اور تعلیمی نظام کی ترویج و ترقی تھا۔ علم کے باب میں تحقیق و ترجمہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وہ بنیادی اینٹ ہے، جس پر علم کی ساری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ علم کی ترقی صرف اور صرف تحقیق و ترجمہ کی مرہون منت ہے، جس سے ایک نسل نہیں، کئی نسلیں فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ درس و تدریس ایک مخصوص حلقہ تک محدود رہتی ہے لیکن تحقیق و ترجمہ کا حلقہ اشاعت لامحدود ہے۔ ملت اسلامیہ کی علمی تاریخ میں یونانی کتب کے تراجم اور نئے علوم کی تحقیق میں ان تراجم کی اہمیت بڑی مسلم حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا مرحوم کے پیش نظر جو علمی منصوبہ تھا، اس میں اس شعبہ کا قیام بڑا ضروری تھا۔ لیکن نامساعد حالات میں آپ نے بتدریج ان سب مقاصد کی بنیادیں اٹھائیں۔

۱۴ اپریل ۱۹۷۹ء کو باقاعدہ طور پر اس شعبہ کا افتتاح کیا گیا۔ شعبہ کے قیام کے بعد دارالکتب میں مناسب کتب فراہم کی گئیں۔ جامعہ کے مدرسین اور طلبہ کو اس شعبہ کے خصوصی معاون کے طور پر کام کرنے کی ترغیب دی گئی، جس سے مدرسین اور طلبہ نے کئی مضامین پر تحقیقی کام کیا جو "الجامعہ" کی مختلف اشاعتوں میں شائع ہوتا رہا۔

اس شعبہ میں مولانا محمد نافع صاحب، مرزا عبدالواحد برلاس صاحب، مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب، جناب مولانا نور الدین اجمیری صاحب، مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا منظور احمد نعمانی صاحب، مولانا غلام احمد حریری صاحب اور مولانا علامہ غلام مصطفیٰ ازہری صاحب جیسے زعماء کو دعوت کار دی گئی۔ جن کی تحقیقی کاوشیں ماہنامہ "الجامعہ" کی زینت بنیں۔

اس کے بعد مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب کی کتاب "تحریک جامعہ محمدی" کے نام سے شائع ہوئی جس میں جامعہ محمدی کا بطور تحریک جائزہ لیا گیا اور ماضی و حال کی علمی کاوشوں میں اس کا مقام متعین کیا گیا۔ اس کے بعد مولانا نافع صاحب کی کی کتاب "رحماء بینھم" کی پہلی جلد منظر عام پر آئی۔ جس میں خلیفہ اولؓ اور حضرت علیؓ کے باہمی تعلقات پر روشنی ڈالی گئی اور دشمنان اسلام کے اس پروپیگنڈے کا مسکت جواب دیا گیا، جس میں وہ

Marfat.com

خلفاء کے مابین باہمی خلفشار و انتشار کا اظہار کرتے ہیں۔ مولانا کی اس کاوش کو علماء نے بڑا سراہا اور اسے "ناصبی" سازشوں کے خلاف ایک بہت بڑا بند قرار دیا۔

اس کے بعد "رحماء بینہم" کی دو دوسری جلدیں اور "مسئلہ اقربا نوازی" چھپ کر تیار ہوئیں جن میں خلیفہ دوم اور خلیفہ سوم کے خلیفہ رابع کے ساتھ تعلقات اور دیگر خلفشار و انتشار کے الزامات کی تردید کی گئی۔ ادارہ تالیف و ترجمہ کی بجائے یہ کتب مکہ بکس لاہور نے شائع کیں کیونکہ ادارہ کے پاس اس قدر مالی وسائل نہ تھے۔ تاہم یہ کوشش ادارہ تالیف و ترجمہ کے نگران حضرت مولانا نافع صاحب کی تھی۔ اس لیے یہ بھی ادارہ کی خدمات کا ہی ایک شاخسانہ ہے۔ مولانا ہی کی طرف سے ایک اور کتابچہ حضرت ابوسفیان اور ان کی اہلیہ کے سوانحی خاکہ پر آیا ہے جس کو ایک گراں قدر تحقیقی کاوش کے طور پر علمی حلقوں میں سراہا گیا ہے۔ مولانا کی کئی اور کتب مسودات کی حد تک موجود ہیں لیکن ناساعد مالی حالات کی وجہ سے شعبہ تالیف و ترجمہ ان کی طباعت کا انتظام نہیں کر سکا۔ تاہم اب ادارہ تحقیقات لاہور سے یہ سب کتب چھپ گئی ہیں جن میں "حدیث ثقلین" "سیرت حضرت علیؓ" اور "سیرت حضرت امیر معاویہؓ" بہت نمایاں ہیں۔

## انجمن طلبہ جامعہ محمدی

طلبہ کی تحریری و تقریری صلاحیتوں کی نشوونما کے لیے مولانا ہمیشہ طلبہ کی تنظیم کے قائل رہے۔ چنانچہ مولانا نے یکم دسمبر ۱۹۳۲ء کو مدرسہ عربیہ محمدی اور مکتب ملیہ اسلامیہ کے طلبہ پر مشتمل ایک جمعیت الطلبہ قائم کی۔ اس کا ہفتہ وار جلسہ ہوتا' جس میں طلبہ مختلف موضوعات پر اظہار خیال کرتے۔ اس جمعیت کو بعد میں انجمن کا نام دے دیا گیا۔ اس کے زیر اہتمام ۱۹۴۷ء سے "جامع الادب" کے نام سے قلمی طور پر رسالہ نکالنے کا سلسلہ شروع کیا گیا' جس میں مختلف طلبہ کے مضامین شائع کیے جاتے۔

انجمن کے تحت ہر جماعت اور درجہ میں مجلس اصلاح الکلام قائم کی گئیں جو درجہ وار طلبہ کی تربیت کا اہتمام کرتیں۔ ان مجالس کا ہفتہ وار جلسہ ہوتا۔ سارا اہتمام مجالس کی قیادت کرتی۔ انجمن کا جلسہ ماہانہ ہوتا' جس میں مجالس کی طرف سے بھیجے گئے طلبہ کا مقابلہ ہوتا اور مقابلہ جیتنے والوں میں انعام تقسیم کیے جاتے۔

اس انجمن کی کارکردگی ۱۹۸۰ء میں خاصی بڑھ گئی۔ مختلف قسم کے مباحثے' مذاکرے' مشاعرے اور علمی مجالس کا اہتمام کیا جاتا۔ طلبہ کی کاوشوں پر مطبوعہ ۱۹۸۰ء

Marfat.com

الوثقی" نکالا جاتا۔ طلبہ کو جامعہ محمدی سے باہر دیگر مدارس کالجز اور جامعات کے مختلف پروگراموں میں شرکت کا موقع دیا جاتا۔ جس سے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ جامعہ کی تعلیمی سرگرمیوں کو شہرت ملتی۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور' ڈگری کالج سرگودھا اور ڈگری کالج جھنگ کے مختلف پروگراموں میں جامعہ کے طلبہ نے امتیازی اعزازات حاصل کیے۔

## تنظیم ابناء جامعہ

فارغ التحصیل طلبہ ہر ادارہ کی گراں قدر میراث ہوتے ہیں۔ طلبہ کے درمیان اداروں میں رہ کر جو تعلقات پروان چڑھتے ہیں' ان کو اگر فارغ التحصیل کے بعد قائم رکھنے کی کوشش کی جائے تو ان سے بڑے دور رس فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جامعہ محمدی ایک تعلیمی تحریک ہے' جس کی نصابی سرگرمیوں سے فارغ التحصیل طلبہ اپنی علمی زندگی میں جا کر تحریک کی سرگرمیوں سے الگ نہیں رہ سکتے۔ اسی لیے مولانا کی تحریک پر ہر فارغ التحصیل طلبہ کو "جامعی" کی کنیت اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی۔ تاکہ ادارہ سے وابستگی کی پہچان رہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں فارغ التحصیل طلبہ کے درمیان تحریک میں تعاون کی سطح پر رابطہ قائم رکھنے کے لیے فروری ۱۹۷۰ء میں تنظیم ابناء جامعہ قائم کی گئی۔ جس کی کوششوں سے جامعہ کے فارغ التحصیل طلبہ میں رشتہ مادر علمی کی بنیاد پر نئے سرے سے اتحاد و اشتراک کی صورت نکل آئی۔ باہمی شناسائی سے یگانگت و رواداری کی راہ پڑی۔ ہر سال یوم تاسیس کے موقع پر اس کے خصوصی اجلاس ہوتے۔ جس سے ہر سال جامعہ کے حالات و واقعات سے قدیم طلبہ کو بھی واقفیت ملتی۔ اس طرح قدیم طلبہ کو جامعہ کی تحریک اتحاد عالم اسلام' تحریک مسلک اعتدال اور تحریک امتزاج جدید و قدیم علوم کے بارے میں تازہ بہ تازہ پیش رفت کا پتہ چلنے لگا۔ جس سے جامعہ کے عزائم و مقاصد سے طالب علمی کے دور کی استواری دوبارہ بیدار ہوتی اور اس طرح قدیم طلبہ ہر تحریک کے روح رواں بن جاتے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ اگر جاری رہے اور تنظیم طلبائے قدیم جامعہ کا باہمی مسائل پر مل بیٹھ کر سوچنے کا طرز عمل جاری رہے تو جامعہ کی کوششیں اور اس کے عزائم کبھی ناکامی کا سامنا نہیں کر سکتیں۔

Marfat.com

حصہ ہفتم

(حصہ دوم)

# تحریک اتحاد کاشتکاران

- زراعت پیشہ مسلمان اور درپیش مسائل
- مولانا کی مساعی اور نتائج

Marfat.com

# زراعت پیشہ مسلمان اور درپیش مسائل

پنجاب کی سرزمین ہمیشہ اپنی زرخیزی کی وجہ سے زراعت کا مرکز رہی ہے یہاں کے پانچ دریا اس کی گنجان آبادی اور سرسبز و شادابی کا بہت بڑا سبب ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں جب انگریز اس خطہ پر قابض ہوئے تو یہاں کی آبادی میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ جن کا پیشہ زراعت تھا۔ ہندو بنیا تجارت کرتا تھا اور سودی لین دین کی وجہ سے علاقہ کی معیشت پر قابض تھا کچھ ہندو زراعت کے پیشہ سے بھی منسلک تھے۔ مسلمان چونکہ اپنی فطرت کی وجہ سے انقلابی اور سرفروش قوم ہیں۔ اس لیے انگریز اس کے سخت خلاف تھے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے ترقی کا کوئی زینہ باقی نہ چھوڑا۔ زراعت چونکہ ایک محنت اور مشقت طلب کام تھا اس لیے مسلمانوں کو اسی تک محدود کر دیا گیا۔ اس وقت پنجاب کی اکثر زمین غیر آباد تھی۔ آب پاشی کے وسائل محدود تھے۔ قبائلی اور جاگیرداری تسلط تھا۔ جن کی شہ زوری غریب اور کمزور لوگوں کے لیے مسلسل پریشانی کا سبب تھی۔

پنجاب کے خطہ میں آباد مسلمان جاگیردار قبائل اپنی شہ خرچیوں اور رنگین مزاجیوں کی وجہ سے ہندو بنیوں کے مقروض تھے۔ ان کی زمینوں سے ہونے والی آمدنی ہمیشہ ان کے ان قرضوں کی نذر ہو جاتی جو سود در سود ہونے کی وجہ سے کبھی ختم ہونے میں نہ آتے۔ مزارعین زمین ایک انتہائی مظلوم طبقہ تھا۔ جن کی محنت سے ہونے والی پیداوار جاگیردار بانٹ کر لے جاتے۔ اور وہ پہلے کی طرح تہی دست ہو کر رہ جاتے۔ جو کچھ ملتا وہ بھی ہندو ساہو کاروں کی نذر ہو جاتا۔ مسلمان قوم میں ہندو سماج کی طرف سے جو غلط رسوم آئیں ان میں شادی بیاہ اور موت فوت کے وقت کی رسومات بڑی تلخ نتائج کی حامل ہیں۔ مسلمان اپنی حیثیت سے بڑھ کر ان رسومات کو پورا کرنے کے لیے خرچ کرتے۔ جس کے نتیجہ میں معاشی بدحالی ان کا مقدر بنی اور اس معاشی بدحالی نے انہیں سیاسی ذلت کا منہ دکھایا۔

۱۹۲۰ء کا دور انگریز گورنمنٹ کے خلاف آزادی کی تحریکوں کی ابتدا کا دور ہے۔ مسلمان مدبرین نے خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کرنے کی جب ضرورت محسوس کی تو انہیں متحد کرنے اور ان کی اصلاح کے لیے مختلف اقدامات کیے۔ کئی اصلاحی، تبلیغی اور تعلیمی انجمنیں بنیں۔ جن میں مجلس احرار، خلافت کمیٹی، آل انڈیا مسلم لیگ، آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس، مدارس دینیہ اور جمعیت علمائے ہند کی مساعی بڑی نمایاں ہیں۔

Marfat.com

مسلمان قوم چونکہ زیادہ تر زراعت پیشہ تھی' اس لیے کوشش یہ کی گئی کہ انہیں متحد کر کے ان کی اصلاح کے لیے کوئی سٹیج بنایا جائے۔ تحریک احرار نے اس سلسلہ میں کسانوں کو ان کی اصلاح اور بہبود کے لیے سوچنے سمجھنے کی دعوت دی۔ تجارت کی ترغیب دی اور ہندو ساہو کاروں کے مظالم سے بچنے کے لیے غلط رسومات سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر زور دیا۔ مولانا محمد ذاکرؒ تحریک احرار کے جذبہ ملی سے بڑے متاثر تھے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اس دعوت کو ایک تحریک کی صورت میں اٹھانے کا عزم کیا۔

## مولانا مرحوم کی مساعی اور نتائج

ضلع جھنگ کا بیشتر رقبہ شہ زور اور جاگیردار قبائل کے پاس ہے۔ جن میں سید' سیال' چدھڑ' اعوان' کھرل' جاٹ اور دیگر راجپوت قبائل بہت مشہور ہیں۔

یہ قبائل زیادہ تر جنگجو اور بہادر ہیں۔ جن کے پاس زمین کے وسیع رقبے ہیں ان کی کاشت مزارعین کے ذمہ ہے جو اپنی کمزوری اور بے طاقتی کی وجہ سے ان کے دست نگر ہیں۔ انگریز گورنمنٹ نے ان شہ زور قبائل کی سرپرستی کی اور ان کی جائیدادوں میں اور وسعت دے کر انہیں اپنے اپنے علاقوں میں اور زیادہ بااختیار بنا دیا۔ انگریز سامراج کی محبت اور ہندو ساہو کاروں کی احسان مندیوں نے انہیں اپنے مذہب اور ہم مذہب غریب مسلمانوں سے دور کر دیا۔ جس کی وجہ سے غلط رسومات اور دین کے کاموں سے بیزاری نے ان کو ایک غیر متحرک اور بے ہمت مسلمان بنا دیا۔ ان کے دست نگر غریب مسلمان بھی شب و روز کی مصروفیات اور ان کی بے جا فرمانبرداریوں کی وجہ سے دین سے بے بہرہ ہوگئے۔ یہ صورتحال اپنی بدترین صورتحال کے قریب پہنچ چکی تھی۔ کہ مولانا نے اس غم پریشان اور اندوہناک مرض کے علاج کی طرف توجہ دی۔ مولانا نے اس کے لیے مسلمان کاشتکاروں کے لیے ان سے رابطے پیدا کیے۔ ان کو ان کی غفلتوں اور محرومیوں کا احساس دلایا اور انہیں منظم کر کے ایک قوت بنا دیا۔ آپ کی سوچ اور آپ کے کام کا طریقہ کار اس رسالہ سے ہو جاتا ہے جو آپ نے کاشتکاروں کے اتحاد کی تحریک کے لیے لکھا۔ آپ نے اس رسالہ میں مندرجہ ذیل امور پر زیادہ توجہ دی۔

۱ - زراعت دنیا کا سب سے پہلا مفید ترین کاروبار ہے جس میں محنت کسان پر اور اس کی پیداوار کی شرح کا ذمہ دار اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

۲ - انسان کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری

Marfat.com

ہے۔ اس لیے انسان کو اپنے دنیاوی مشاغل میں کھو کر اپنے اصل فرائض کو بھول نہیں جانا چاہیے۔

۳ ۔ مسلمان قوم اعلیٰ اخلاق و اوصاف، عدل و احسان، توکل و رضا اور محبت و محنت جیسی اعلیٰ اقدار کی اصل وارث ہے۔

۴ ۔ زراعت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اپنے سیاسی حقوق، مذہبی فرائض، تعلیم و تربیت اور تبلیغ دین کی طرف بھی توجہ دینا چاہیے۔

۵ ۔ رشوت ستانی، فضول خرچی، قرض خوری اور شادی بیاہ کی غلط رسومات مسلمانوں کے زوال کا سبب ہیں۔ اس لیے ان امراض سے نجات کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

۶ ۔ قدیم لڑائی جھگڑے، فرقہ بندیاں اور غلامانہ ذہنیت کی پیدا کردہ اخلاقی بے راہ رویاں ملت اسلامیہ کے اتحاد کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔

۷ ۔ زرعی ٹیکسوں کی زیادتی، ذرائع آب پاشی کی کمیابی، پٹواریوں اور ضلعداروں وغیرہ کے مظالم اور مذہبی امور میں حکومت اور اس کے گماشتوں کی غیر ضروری مداخلت کو ختم کرنے کے لیے مسلمان کاشتکاروں کو مل کر اپنے آپ کو منظم کرنا چاہیے۔

۸ ۔ ان تنظیموں کے مقاصد میں مسلمانوں کی سیاسی بیداری، شرعی احکامات کی پابندی کی ترغیب، باہم اتفاق و اتحاد کو فروغ، ناجائز اور غلط رسومات کی بیخ کنی، اقتصادی و معاشرتی مشکلات کو دور کرنا، چوری، بے کاری، بدکاری اور فضول خرچی جیسی اخلاقی بیماریوں کو ختم کر کے کفایت شعاری، ہمدردی اور اخلاق حسنہ کو فروغ دینا، اسلامی تجارت کو عام کرنا اور باہمی تنازعات کو ختم کر کے رواداری کا فروغ شامل ہونا چاہیے۔

مولانا نے مندرجہ بالا عزائم کے ساتھ کڑک محمدی اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں "جمعیت زمینداروں کاشتکاراں" کے نام سے تنظیمیں قائم کیں۔ ان کے رکن اور ممبر بنائے گئے۔ مولانا نے ممبر شپ کا چندہ دے کر بانی رکن کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ نے ۱۰مہر جنوری ۱۹۳۱ء کو "جمعیت زمینداراں و کاشتکاران ضلع جھنگ" کی رسید بک نمبر کی رسید ۵ پر اپنا ممبر شپ چندہ دیا۔ اس تنظیم کی تشکیل میں آپ کو مجلس احرار کے اعلیٰ عہدیداروں کا پورا پورا تعاون حاصل رہا۔ مولانا کی مساعی سے متاثر ہو کر دیگر علاقوں میں بھی کاشتکاروں کی تنظیم کا کام شروع ہوگیا۔ موضع منگینی کے پیرزادہ خاندان کے زعماء نے انگریز حکمرانوں سے وفاداری کا حق بھرنے کے لیے علاقہ میں کاشتکاروں کو بلایا اور انھیں حکومت وقت کے احسانات یاد کرا کے کسی سیاسی و انقلابی آزاد جماعت کے ساتھ مساعی

Marfat.com

کرنے سے روکا۔ مولانا محترم نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی جس کی کارروائی دیکھ کر بڑے رنجیدہ ہوئے۔ آپ نے حکومت وقت کو اس کے اہل کاروں کے مظالم اور غریب کاشتکاروں کی تکالیف کا احساس دلانے کے لیے ابلاغ عامہ کا پورا پورا سہارا لیا۔ اخبارات میں مضامین لکھے جن میں محاصل اراضی میں تخفیف' اجناس کے نرخوں کو شرح لگان کے مطابق منصفانہ طور پر مقرر کرنے کی ضرورت' آب پاشی کے ذرائع کی تکلیف دہ صورتحال' ذرائع نقل و حمل کی کمیابی' ذرائع مواصلات کی کمی اور سیلاب کی تباہ کاریوں کے ازالہ کے لیے غریب کسانوں کی مناسب دلجوئی اور امداد پر زور دیا جاتا۔ آپ کی کوششوں کے جو کہ ۱۹۳۱ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک کے چھتالیس سال پر محیط ہیں' بڑے اثرات ہوئے۔ جن کی وجہ سے علاقہ کے مسائل میں بڑی کمی ہوگئی۔ بجلی کی فراہمی' علاقہ کے اندر رابطہ سڑکوں کا قیام' مال و مویشی منڈیوں کے لیے علاقہ میں مختلف میلوں کا قیام' کھاد اور بیج کے مختلف ڈپوؤں کا قیام' زرعی ادویات کی فراہمی کے مراکز' زرعی قرضوں کے لیے علاقائی بنکوں کی شاخوں کا قیام' علاقہ کے عوام کی تعلیم کے لیے مختلف سکولوں اور بالغ افراد کی تعلیم کے مراکز کا قیام' طبی سہولیات کے لیے مختلف طبی مراکز کا قیام' مویشیوں کے علاج کے مراکز کا اہتمام وغیرہ وغیرہ بڑے نمایاں اقدام ہیں۔ جن میں مولانا کی مساعی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ علاقہ کی عوام اور خواص اگر آج سے چھتالیس سال پہلے کے علاقے کا تصور کر کے ان مساعی کا حساب کریں تو مولانا مرحوم کی تن تنہا شخصیت کو ان کی ان خدمات پر زبردست خراج تحسین پیش کیے بغیر رہ نہیں سکتی۔

Marfat.com

باب دوم

(حصہ ہشتم)

# تحریک اتحاد ملت اسلامیہ

- اتحاد سے افتراق تک
- مسلک اعتدال
- عالمی اسلامی مالیاتی اشتراک
- عالمی اسلامی فوجی اشتراک
- عالمی اسلامی تعلیمی نظام
- عالمی اسلامی تبلیغی روابط

Marfat.com

## اتحاد سے افتراق تک

اتحاد وحدت فکر' وحدت عمل اور وحدت وجود کا نام ہے۔ کوئی بھی تحریک ہو یا تنظیم' قوم ہو یا ملک اس دولت سے مستغنی ہو کر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عالم انسانیت کو انتشار و افتراق سے نکالنے اور انہیں پھر سے رشتہ اخوت میں جوڑنے کا کام کیا تو ان عوامل کی نشاندہی کر دی جو انتشار اور افتراق کا زہر گھول کر وحدت انسانیت کو ختم کر سکتے ہیں۔ ان عوامل میں رنگ' نسل اور زبان کی عصبیت اور جاہلانہ تکبر' دنیاوی برتری کے خواب باہمی خلوص اور اخوت کی کمی اور باہمی عزت و احترام کی کمی بڑے نمایاں تھے۔ آپ نے ان تمام عوامل کی بیخ کنی کر کے ایک نئی انسانی تہذیب کو جنم دیا۔ جس میں ظلم و جور' حرص و ہوس اور جاہلانہ عصبیت کے علمبرداروں کو باہمی خلوص' ایثار و قربانی' انسانی اخوت اور بھائی چارے کی اعلیٰ اقدار سے متصف کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا بہت بڑا احسان قرار دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں افراد کی اعلیٰ تربیت اور پیہم جہاد کے عمل کی وجہ سے امت مسلمہ کے اندر کسی مذموم قدر کو پنپنے کا موقع نہ ملا۔ شیطانی چیلوں کے سارے حربے ناکام رہے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب سطوت اسلامی کا دائرہ ایشیاء' یورپ اور افریقہ کے ریگزاروں تک پھیل گیا اور غریب الدیار مسلمانوں کے ہاتھ مفتوحہ علاقوں سے لائی گئی کثیر دولت میں پھنس گئے تو حضور کی پیش گوئی پوری ہوگئی کہ مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے مجھے اس قوم کے مستقبل سے خطرہ نظر آتا ہے اور ملت اسلامیہ انتشار و افتراق کا شکار ہوگئی۔ جاہلانہ دور کی عصبیتیں زور پکڑ گئیں۔ ملت کی تنظیم و تربیت پر کسی قسم کا اختیار نہ تھا۔ ممالک محروسہ کے شکست خوردہ ظالم حکمران ملت اسلامیہ میں اپنے جاسوس چھوڑ کر طرح طرح کے فتنے بیدار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ عربی و عجمی' عباسی و فاطمی' شیعان علی و شیعان معاویہ' اہل الحدیث و اہل الرائے جیسے کئی عصبیتی دائرے بننے لگے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہی دائروں میں اور کئی دائرے وجود میں آتے گئے۔ جس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ کی ہزار سالہ روشن تاریخ میں تفرقہ و انتشار کے صدہا واقعات کی سیاہی سے مستقبل کی روشنی ماند پڑ گئی۔ آج امت مسلمہ اپنی عصبیتوں میں گرفتار ہو کر زوال کا شکار ہے۔ یورپی اقتصادی و صنعتی سامراج سے وابستہ ضروریات نے امت مسلمہ کو اپنے وجودی تسلسل سے بے نیاز کر رکھا ہے۔ ہر مسلمان ملک کے اندر

Marfat.com

روس و امریکہ' یہودی' عیسائی اور قادیانی گماشتے گھر کا بھیدی بن کر ملت اسلامیہ کے وجود میں پڑے ہوئے اتحاد کے ہر تار کو توڑ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے دنیا کو ہدایت ابدی کی طرف لے جانیوالی عظیم امت اپنے قائدانہ وجود کی عظمت اور حقیقت کو پہچان نہیں پا رہی۔

عرب اسرائیل جنگ' مسئلہ کشمیر' مسئلہ قبرص و فلسطین' ایران عراق جنگ' لبنان و شام اور اس طرح کے دیگر بین الاقوامی قضیئے ملّتِ اسلامیہ کی درماندگی کے کھلے باب ہیں۔ ہر ملک کا مقتدر طبقہ سیاسی اپنے مفادات اور مخصوص سامراج کے مفادات سے آگے کچھ نہیں سوچ سکتا۔ علمائے امت اپنی مساجد کی تعداد بڑھانے کی فکر میں گرفتار ہیں۔ فقہ کی گنجلک اور تنگ نظر تشریحات میں امت کو ڈال کر اپنے مفادات کے دائرے بڑھانے کے سوا کوئی ان کا مشن نہیں رہا۔ عوام دنیاوی مفادات کے جنگل میں پھنس کر جس ذہنی بحران کا شکار ہے علمائے امت اسلامیہ کے پاس اس کا کوئی حل نہیں۔ فروعی مسائل پر خطابت کے جوہر دکھا کر موجود مسلمانوں میں نفرت کا بیج بونا ان کے نزدیک اسلام کی خدمت رہ گیا ہے۔

ممالک اسلامیہ میں اسلام پسند سیاسی جماعتوں کے اکابرین نے اپنی اپنی جماعت کو مخصوص عقائد کے ساتھ مشروط کر کے اپنے وجود کو لازم بنا لیا ہے۔ شخصیت پرستی انتہا کو پہنچ رہی ہے۔ ہر مقتدر طبقہ مخالف کے وجود کو ملک کا دشمن سمجھتا ہے۔ جبکہ مخالف کا کام مقتدر طبقہ کو ہر جائز و ناجائز حربے سے اقتدار سے ہٹانا رہ گیا ہے۔ اس کے پاس اپنا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ سیاسی تربیت و تنظیم ان جماعتوں سے دور ہے۔ غرض اس طرح کی گروہی سیاست اور مذہبیت نے مسلم ممالک کو اندرونی و بیرونی طور پر گوناگوں مسائل سے دو چار کر دیا ہے۔ اندرونی خلفشار ملک کے خارجی تعلقات میں جوڑ توڑ کے غلط روابط کا سبب ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں خلفشار و انتشار کے ان تلخ حادثات پر متنبہ کرنے کے لیے امت مسلمہ میں دردمند اور بہی خواہ زعماء کا ایک گروہ رہا ہے۔ جن میں امام غزالی' شیخ احمد سرہندی' شاہ ولی اللہ دہلوی' شیخ محمد بن عبدالوہاب' سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ کی مساعی اتحاد عالم اسلام کے باب میں بڑی روشن ہیں۔

بیسوی صدی عیسوی میں اکثر اسلامی ممالک مغربی استعمار سے آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان آزاد ممالک کے عوام نے جس جذبے اور قربانی سے آزادی حاصل کی' اس کی بدولت عالم اسلام کے اندر ایک بار پھر باہمی اخوت و یک جہتی کی

Marfat.com

ضرورت کا احساس پیدا ہوا۔ اسلامی سربراہی کانفرنس' اسلامی وزرائے خارجہ کانفرنس اور رابطہ عالم اسلام کے نام سے جو ادارے وجود میں آئے انہوں نے اس تحریک کو آگے بڑھانے میں بڑا قابل قدر کام کیا۔ لیکن امت مسلمہ کے اندر مذہبی و سیاسی گروہ بندیوں کی حوصلہ شکنی اس پیمانے پر ابھی تک عوام کی طرف سے نہیں ہو پا رہی جس کی اشد ضرورت ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے لیے منظم تحریک کی ضرورت ہے جو ایک خاص حکمت عملی کو سامنے رکھ کر ان عوامل کا حل پیش کرے جو اس خلفشار و انتشار کے بنیادی سبب ہیں۔ مولانا محمد ذاکر مرحوم نے اپنے دردمند دل میں امت کے اس مرض کے لیے جو محسوس کیا وہ بڑا قابل قدر ہے اور اس کے لیے تحریک جامعہ محمدی کی صورت میں جو اقدامات اٹھائے وہ عالم اسلام کی بیداری و یک جہتی کی تاریخ کا بہت بڑا حصہ ہیں۔ آپ نے مذہبی انتشار کو ختم کرنے کے لیے مسلک اعتدال اور سیاسی انتشار کو ختم کرنے کے لیے عوام الناس میں تعلیم کے فروغ کو بنیادی قدم قرار دیا۔ مولانا نے ان اقدامات کو موثر ثابت کرنے کے لیے مخصوص علمی و عملی پس منظر اور علمائے حقانی کو اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے دعوت کار دی۔ تحریک ختم نبوت' تحریک نظام مصطفیٰ' اور اسلامی سربراہی کانفرنس میں آپ کی تحریک سے پیدا کردہ جذبے پوری طرح معاون ثابت ہوئے اور وہی انداز مفید ثابت ہوئے جن کی ضرورت پر آپ ہمیشہ زور دیتے رہے۔

## مسلک اعتدال

تحریک جامعہ محمدی کا جب آپ نے آغاز کیا تو اس وقت مسلمان کئی فرقوں میں تقسیم تھے۔ یہ فرقے حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے سیاسی اختلافات پر بٹے ہوئے دو گروہوں کی صورت میں شروع ہوئے جنہیں بعد میں تعصب و تشدد کی ذہنیت نے مذہبی مکاتب فکر کی صورت دے دی۔ باہمی اختلافات فروعات سے بڑھ کر بنیادی عقائد تک پہنچ گئے۔حدیث کے اخذ و ترد میں مختلف زاویے' غرض اسی طرح کے کئی شدید اختلافات رواج پا گئے۔ جن کی وجہ سے یہ دونوں فرقے سیاسی حریف بن کر ابھرے اور ہر حریف نے دوسرے کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان دو مکاتب فکر کے بعد اہل سنت و الجماعت میں اہل الرائے اور اہل الحدیث کے مکاتب فکر پیدا ہوئے جن کی بنا پر فقہ حنفی' فقہ امام مالک' فقہ امام احمد بن حنبل اور فقہ امام شافعی کے مختلف حلقے بنے۔ یہ حلقے سراسر علمی بنیادوں پر تھے۔ جن کے اثرات عوام الناس میں بہت کم رہے۔ تعصب و تشدد کی ہوا

Marfat.com

ابتداء میں چلی' لیکن بعد میں حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی مساعی سے ان چاروں مکاتب فکر میں خاصا سلجھاؤ اور باہمی احترام پیدا ہوگیا۔ بیسوی صدی عیسوی میں دیوبندی و بریلوی مکاتب فکر اٹھے۔ جن کا بنیادی اختلاف ابتداء میں بالکل نہ تھا' لیکن انگریز دور حکومت میں مخصوص حلقوں کی وجہ سے اختلافات کے مختلف زاویے پیدا کیے گئے۔ اور انہیں بعد میں مختلف حوالوں سے علمی بنیادیں فراہم کی گئیں۔ یہ مکاتب فکر سراسر کج فہمی اور تنگ نظری کی پیداوار ہیں۔ جنہیں درد مند اور وسیع النظر علماء کی کوششوں سے اب بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا مسالک و مکاتب فکر مسلمانوں کے اندر بہت ہی مشہور اور بااثر ہیں۔ مولانا نے ان مسالک کے درمیان باہمی یگانگت و بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کے لیے "مسلک اعتدال" کو رواج دیا۔ آپ کی یہ تحریک کسی نئے مکتب فکر کی پیداوار نہیں تھی بلکہ یہ سراسر پہلے سے موجود مکاتب کے درمیان تعصب کی وجہ سے پیدا ہونے والی خلیج کو پاٹنے کی ایک علمی کوشش تھی۔ مولانا کی تحریک "مسلک اعتدال" کی بنیاد مندرجہ ذیل اصولوں پر تھی۔

۱۔ مسلک اعتدال حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کے اصول "الجمع بین المختلفات" کی ذرا وسیع تر صورت تھی۔

۲۔ اس کا مطلب تمام مسلمان مکاتب فکر کو باہمی احترام' اخوت اور یگانگت پر ابھارنے کے لیے مساعی کرنا تھا۔

۳۔ ایک دوسرے کے عقائد اور اکابر کا احترام کرنا اس کا بنیادی اصول تھا۔

۴۔ مسلک اعتدال کی اس تحریک کے ذریعہ علمائے کرام کے اندر باہمی فروعات پر مل بیٹھ کر سوچنے اور ان کی بنیاد پر ڈالے گئے اختلافات کو کم کرنے کی کوشش کرنا تھا۔

۵۔ مسلک اعتدال کے ذریعے سے اللہ کی وحدانیت' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت و رسالت' اور جملہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی عظمت پر یقین کے بنیادی اصولوں پر ملت اسلامیہ میں اتحاد کو فروغ دینا تھا۔

۶۔ مسلک اعتدال جملہ مکاتب فکر کے علماء کی علمی کاوشوں اور ان کی ملت اسلامیہ کے اتحاد کے ضمن میں مساعی کو باہمی قدر و منزلت سے دیکھنے کو فروغ دینے کی کوشش تھی۔

۷۔ جامعہ محمدی کے ادارہ میں اس اصول کے تحت جملہ مکاتب فکر کے علماء کو تعلیم

Marfat.com

د تعلم کے مناصب پر فائز کیا گیا۔ ہر استاد نے اپنے عقائد اور دوسرے مکاتب فکر کے عقائد کا بنظرِ غور مطالعہ کیا اور اس چیز کو باور کر لیا کہ اختلافات کی بنیادیں سراسر فروعی اور عارضی ہیں۔ جن کی وجہ سے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی تکفیر کرنا بالکل ناجائز ہے۔ کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ کسی دوسرے فرد کے عقائد کو طنز و مزاح کا نشانہ بنا کر اس کا دل دکھائے۔ چنانچہ اب تک مختلف العقیدہ علماء ادارہ میں موجود رہے ہر ایک اپنے اپنے عقائد کے مطابق اپنی عبادات و معاملات کو پورا کرتا ہے اور دوسرے افراد ہمیشہ اس کے عقائد کا احترام کرتے تھے اس تحریک میں ہمیشہ یہ تربیت دی جاتی رہی کہ اپنے عقائد پر زور دے کر دوسرے کو منوانے کی کوشش کرنا یا عقائد کی علمی راہ سے ہٹ کر سراسر طنز و تضحیک سے برائی بیان کرنا بالکل روا نہیں۔

مولانا کی اس فکر کی ابتدائی طور پر پذیرائی نہ ہوئی ہر آدمی نے اسے دیوانے کی بڑ سمجھا۔ لیکن بعد میں امت مسلمہ کے کئی نامور اکابر نے اس ضرورت کو محسوس کر لیا کہ اس قدم کے اٹھائے بغیر ملت اسلامیہ کے درمیان کبھی بھی اتحاد قائم نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ تحریک ختم نبوت' تحریک نظام مصطفیٰ اور شریعت بل کی منظوری میں تمام مکاتب فکر کی مشترکہ مساعی میں یہی روح کارفرما رہی اور اسی وجہ سے تمام مساعی کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔

مسلک اعتدال کا اصول اس حد تک تو مقامی حالات کو سدھارنے کی کوشش نظر آتا رہا ہے لیکن اگر اسی اصول کو بین الاقوامی پس منظر میں لا کر دیکھیں تو عالم اسلام کے درمیان اتحاد کی تحریک میں بڑا معاون ثابت ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔

> "عدالت ہی ایک ایسی اساس ہے کہ جب انسانی اطوار زندگی مثلاً نشست و برخاست' خواب و بیداری' رفتار و گفتگو اور شکل و لباس وغیرہ میں اس کا لحاظ کیا جائے تو اس کو "آداب" کہتے ہیں اور جب مالی حیثیت یعنی جمع و خرچ سے متعلق امور میں اس کو پیش نظر رکھا جائے تو اس کا نام کفایت ہے اور اگر تدبیر منزل میں اس کا صحیح استعمال کیا جائے تو وہ آزادی کہلاتی ہے۔ اور اگر تدبیر مملکت میں اس کو اساس بنایا جائے تو اس کو سیاست کہتے ہیں اور اگر اس کو باہمی اخوت و محبت اور تعلقات میں اساس بنایا جائے تو اس عدل کو حسن معاشرت کا نام دیا جاتا ہے"

Marfat.com

اس طرح اعتدال کی راہ بین الاقوامی اسلامی مسائل میں اتحاد کے فروغ میں بڑی معاون ہے۔ جہاں بھی کسی اسلامی ملک کا دوسرے ملک سے اختلاف نظر آئے تو اس اعتدال کی راہ سے تطبیق کی صورت دی جا سکتی ہے۔ اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہو کر کہی جا سکتی ہے کہ جب دیگر لادین قوتوں سے معاشی اور سیاسی مفادات کی خاطر اتحاد کے لیے بنیادی شرائط تلاش کر لی جاتی ہیں تو پھر ملت اسلامیہ کے مختلف ممالک باہمی اخوت و ترقی کی خاطر کیوں ایک دوسرے کے قریب نہیں آ سکتے۔ جبکہ ان کا منبع رشد و ہدایت قرآن ایک' رسول ایک' بیت اللہ ایک' تہذیب ایک' تاریخ ایک غرض ان کے درمیان وحدت پیدا کرنے کے لیے کسی نئی بنیاد کی ضرورت ہی نہیں۔ صرف اور صرف اسلامی اخوت و بھائی چارے کی ضرورت و اہمیت کا احساس ہے۔ جس کی خاطر بڑے سے بڑا اختلاف نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔

## عالمی اسلامی مالیاتی اشتراک

عالم اسلام کو خداوند قدوس نے ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن میں تیل' سونا' سوئی گیس' لوہا' کوئلہ' نمک' یورنیم' اور اس طرح کی کئی گراں قدر معدنیات وافر مقدار میں حاصل ہیں۔ ان معدنیات کے علاوہ زرعی اعتبار سے بھی یہ ممالک دنیا کے زرخیز ترین علاقوں میں شامل ہیں۔ ان علاقوں سے ملنے والی خام مال کی پیداوار یورپی ممالک کی تجارتی و صنعتی پیداوار کا بہت بڑا حصہ ہیں۔ لیکن اگر یہی ممالک یورپی ممالک کی بجائے باہمی طور پر مالیاتی و تجارتی روابط تشکیل دیں تو عالم اسلام کو گراں قدر سیاسی و مالیاتی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ عرب اقتصادی وحدت کی وزارتی کونسل اور علاقائی تعاون برائے ترقی کی طرح کی محدود تنظیموں کا دائرہ کار عالم اسلام تک پھیلایا جا سکتا ہے۔

مولانا محمد ذاکرؒ عالم اسلام کو ایک متحد قوت بن کر ابھرنا دیکھنا چاہتے تھے۔ جس کے لیے ان کے سامنے عالم اسلام کی پھیلی ہوئی سلطنتوں کو مالی و تجارتی بندھنوں میں پرو کر ایک قوت واحدہ بنانے کا پروگرام تھا۔ آپ نے موتمر عالم اسلامی کے اکابرین سے روابط جوڑے۔ کڑک محمدی موتمر قائم کی اور اس تنظیم کے تحت عالم اسلام کے اتحاد کے لیے کئی کانفرنسز کرائیں۔ "الجامعہ" کا خصوصی "اتحاد عالم اسلام" نمبر نکالا۔ متعدد مضامین لکھے گئے۔ ممالک اسلامیہ کے کار پردازان حکومت' علمائے کرام اور سفرائے کرام سے خط و کتابت کے ذریعے اتحاد عالم اسلام کے مختلف پہلوؤں پر اعتماد میں لینے کی کوشش کی گئی۔

Marfat.com

آپ نے اپنے خطوط' مضامین اور مجالس میں اتحاد اسلام کے اجاگر کرنے کے لیے جن پہلوؤں پر زیادہ زور دیا ان میں تمام ممالک اسلامیہ میں مالیاتی اشتراک سرفہرست ہے۔ مالیاتی اشتراک سے آپ کی مراد مشترکہ اسلامی بنکاری' تجارتی تعلقات' درآمدات و برآمدات کے باہمی روابط اور ممالک اسلامیہ کے مالی حالات کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے کے لیے مشترکہ تحقیقی مرکز کا قیام تھا۔

وسط جون ۱۹۷۲ء میں چین کے وزیراعظم چو۔ این۔ لائی نے اپنی اس خواہش کا دوبارہ اظہار کیا کہ تمام مسلم ممالک کو متحد ہو جانا چاہیے۔ جناب چواین۔ لائی کی یہ خواہش عالمی قومی تحریکوں کے پس منظر میں اقتصادی و معاشی مسلم بلاک کی تھی۔ تاکہ عرب و ترک کی قومی تحریکوں کے مقابلہ میں عالم اسلام کے اندر معاشی سمجھوتوں کی صورت میں اتحاد کی بنیادیں استوار کر دی جائیں۔ مسلم دنیا جو کہ اہم وسائل سے مالا مال ہے اور یہ بات شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ معاشی استحکام ہمیشہ سیاسی استحکام کا ضامن ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلم ممالک مغربی طاقتوں کی ضروریات پوری کرنے کی بجائے اپنے مسلمان بھائیوں کی ضروریات میں مددگار بنیں۔ ایک اوپیک کے اتحاد نے صرف تیل کی قدر و قیمت کا احساس دلا کر مغربی طاقتوں کو اپنی طاقت کا مشاہدہ کرا دیا تھا۔ اسی طرح مسلم ممالک کے پاس کئی دیگر صنعتی اشیاء اس قدر اہمیت کی حامل ہیں۔ ربڑ دنیا کی مجموعی پیداوار کا ۷۰٪ پٹ سن دنیا کی مجموعی پیداوار کی ۴۰٪ اور پام آئل دنیا کی مجموعی پیداوار کا ۷۱٪ اسلامی ممالک میں پایا جاتا ہے۔ قدرتی گیس' سلور' سونا' چاندی' جست' فاسفیٹ اور یورینیم جیسی گراں قدر اشیاء کی بھی یہاں وافر مقدار موجود ہے۔

آج یہودی سازشوں نے عالم اسلام کے زعماء کو عالم غفلت سے بیدار تو کر دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلامی سربراہان کو مل بیٹھنے کا موقع مل گیا ہے۔ اسلامی سربراہی کانفرنس نے عالم اسلام کی معاشی یک جہتی کی منصوبہ بندی کے لیے کروٹ تو لی ہے جس سے مسلمان ممالک کے مابین تجارت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ ۱۹۷۰ء میں مسلمان ممالک کے مابین تجارت ۱۳۵۰ ملین ڈالر سے بڑھ کر ۱۹۷۵ء ۶۱۰۰ ملین ڈالر ہوگئی۔ تیل پیدا کرنے والے ممالک جو اس سے پہلے مغربی ملکوں سے ہی تجارت کرتے تھے۔ اسلامی ممالک سے اپنی تجارت پانچ گناہ حد تک بڑھا دی۔ ۱۹۷۵ء کے اعداد و شمار کے مطابق مسلم ممالک کو دنیا سے کل ۱۰۶۰۲۲۵ ملین ڈالر مالیت کی برآمدات ہوتی ہیں اور اس میں صرف مسلم ممالک کی برآمدات ۱۳۹۷ ملین ڈالر ہیں جو کہ کل دنیا کی برآمدات کا ۸۵٪ ہے۔

Marfat.com

مسلم ممالک صنعتی لحاظ سے پسماندہ ہیں۔ اس پس ماندگی کو دور کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ آج اسلامی ملکوں کے باہمی تعاون سے جنرل سیکرٹریٹ وجود میں آگیا ہے جس میں عالم اسلام کی معاشی و سیاسی ترقی کے لیے کام کیا جا رہا ہے۔ عالم اسلام کا وہ تمام سرمایہ جو مغربی بنکوں میں یہودیوں کی تجارت و کاروبار کا ذریعہ بنا ہوا ہے' اسلامی عالمی بنک میں واپس لا کر مسلمان ملکوں کے اندر صنعتی انقلاب لانے کا باعث بنایا جا سکتا ہے۔ یورپی اقتصادی منڈی اگر یورپ کے مفادات کے تحفظ کے لیے کام کر سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عالم اسلام کی فلاح و بہبود کے لیے اسلامی اقتصادی منڈی وجود میں نہ لائی جا سکے۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ اب عالم اسلام میں معاشی بیداری اور یک جہتی کی فضا برابر بنتی جا رہی ہے۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز (OIC) کے شعبہ اقتصاد کی طرف سے عالم اسلام کے سماجی و معاشی معاملات کے لیے قائم کیے گئے کمیشن' اسلامک چیمبر آف کامرس' اسلامی ترقیاتی بنک اور مرکز برائے ترقی تجارت کی طرز پر ہونے والی مساعی بڑی قابل قدر اور حوصلہ افزاء ہیں۔ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب عالم اسلام ایک بار پھر دنیا میں اپنا اسلامی فلاحی معاشی نظام قائم کر کے اسلام کی حقانیت کو منوانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ جس میں غرباء' مساکین' اپاہج اور معذور افراد کسی احساس کمتری کا شکار ہو کر بھکاری نہیں بنتے بلکہ حکومت وقت انہیں معاشرے کا ذمہ دار اور باوقار شہری سمجھ کر ان کی کفالت کی ذمہ دار بنتی ہے۔

## عالمی اسلامی فوجی اشتراک

دنیا کے نقشہ پر عالم اسلام بحر اوقیانوس سے لے کر بحر الکاہل تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ۴۶ آزاد مسلمان ممالک ہیں جن پر مسلمان حکمران ہیں اور تیرہ ممالک ایسے ہیں جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے' لیکن ان پر غیر مسلم حکمران ہیں۔ ان ممالک میں مسلمانوں کی تعداد سات سو ملین تک ہے جب کہ ۲۵۰ ملین مسلمان دیگر علاقوں میں پھیلے ہیں۔ آج اسلام دنیا کا دوسرا بڑا مذہب ہے' جس کی تعلیمات روز بروز پھیلتی جا رہی ہیں۔ غیر مسلم اقوام اسلام کی اس بڑھتی ہوئی ساکھ اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوتی ہوئی بیداری کی تحریک سے خائف ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی کوششیں اور سازشیں اب برابر بڑھتی جا رہی ہیں۔ جن کے ذریعے وہ عالم اسلام کو اندرونی طور پر انتشار اور افتراق کی راہ پر ڈال کر کمزور کرنا چاہتے ہیں موجودہ ایران' عراق جنگ' اسرائیل کی پشت پناہی' اور فلسطین

Marfat.com

کی مظلومیت پر بے حسی اس رویے کی زندہ دلیلیں ہیں۔

مولانا محمد ذاکر عالم اسلام کو یکجا و متحد دیکھ کر دنیا کی امامت پر فائز دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے وہ ایک مضبوط اور طاقت ور عالم اسلام کے لیے ہر وقت سوچتے رہتے تھے۔ آپ نے بارہا اپنے خطبات میں اس پر زور دیا کہ ہر مسلمان اللہ کا سپاہی ہے۔ اور اگر کسی مسلمان ملک پر کوئی آفت آ پڑے تو اس کے لیے ہر مسلمان کو اپنی جان نذر کرنی چاہیے۔ آپ کا بچپن ہی سے یہ جذبہ تھا۔ افغانستان کے واقعات پر آپ تڑپ جاتے جہاں پر انگریزی حکمرانوں کی سازشوں سے شاہ افغانستان کو مغلوب کیا جا رہا تھا۔ آپ ہر وقت یاد دلاتے رہتے کہ کفر ملت واحد ہے۔ اور اس طرح مسلمان بھی ایک ملت ہیں۔ جب کفار مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے یکجا ہوتے ہیں تو عالم اسلام کو بھی کفار کے خلاف مل کر جدوجہد کرنا چاہیے۔

آج اللہ کے فضل و کرم سے عالم اسلام دنیا کے خطے میں ایک بہترین دفاعی سرحدات پر مبنی ارضی جغرافیہ پر پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کے اہم بحری و فضائی راستے انہی سرحدات سے گزرتے ہیں۔ دنیا کی پیداوار کا اہم خام مال یہاں پر پیدا ہوتا ہے اور اب عالم اسلام میں کئی اہم صنعتوں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس لیے طویل معاشی منصوبہ بندی کے ذریعہ صنعتی انقلاب کو مزید تیز تر کیا جا سکتا ہے۔ جس کے بعد عالم اسلام کے پاس جملہ مادی اسباب موجود ہو جائیں گے اور اس طرح غیروں کی دریوزہ گری سے نجات مل جائے گی۔

عالم اسلام کے ممالک کو درپیش خطرات کے پیش نظر ان کے پاس پیدل' فضائی اور بحری فوج کے چاک و بند دستے کافی تعداد میں موجود ہیں۔ جدید اسلحہ کا بھی کسی قدر ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن انفرادی سطح پر ہونے کی وجہ سے ملک کے سالانہ بجٹ کا کثیر حصہ فوج اور اس کی ضروریات کی نذر ہو جاتا ہے۔ مولانا محمد ذاکر مرحوم کی یہ دلی خواہش تھی کہ تمام عالم اسلام اپنی فوج کو مشترکہ بنیادوں پر استوار کرے۔ جس سے اخراجات میں کافی حد تک کمی ہو جائے گی اور اس سے اتحاد عالم اسلام کی بنیادیں اور زیادہ مضبوط ہو جائیں گی۔ اسلامک ڈیفنس اینڈ ریوی ایشن ریویو ۱۹۸۷ء کی رپورٹ کے مطابق آج اڑتیس اسلامی ملک ۳۶ بلین ڈالر اسلحہ کی خرید اور فوج کی ضروریات پر خرچ کر رہے ہیں۔ ان ممالک کی افواج میں ہر سال ۳۵۷۳۱۵ افراد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ جن میں ۸۴% افراد صرف پیدل فوج سے متعلق ہوتے ہیں۔ جب کہ ۱۰% ہوائی فوج اور ۶% بحری فوج کے سپاہی بھرتی ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ عالم اسلام کے ممالک نے اب کچھ اس انداز سے سوچنا شروع کر دیا ہے کہ کئی مسلمان ممالک نے ابتدائی طور پر آپس میں فوجی اشتراک کی بنیادیں ڈال لی ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں پاکستان کی طرف سے اسلام کی دفاعی کانفرنس بلائی گئی جن میں عالم اسلام کے دفاع کے سلسلہ میں کئی اہم تجاویز پاس ہوئیں جن کے آئینہ میں انشاء اللہ آئندہ چند سالوں میں کئی اہم اقدامات سامنے آئیں گے۔

## عالمی اسلامی تعلیمی نظام

تعلیم کسی انقلاب کی سمت میں سفر کرنے کے لیے سب سے بڑا اور قوی ذریعہ ہے۔ عالم اسلام کو اپنے درمیان مفاہمت اور اشتراک کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لیے تعلیم کا سہارا ضرور لینا پڑے گا۔ اسلامی تعلیم ہی عالم اسلام میں مفاہمت' رواداری اور یکجہتی کی دہلیز پر لے جانے کے لیے مد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ہماری بنیادی اجتماعی قدریں صرف اور صرف تعلیم کے مشترکہ نظام سے ابھر سکتی ہیں۔ مولانا محمد ذاکرؒ نے اپنی زندگی اسلامی عربی تعلیم کے نظام کو ان بنیادوں پر استوار کرنے میں گزار دی۔ آپ یہ سمجھتے تھے کہ عالم اسلام کی قومی زبان عربی ہے کیونکہ یہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے۔ یہ قرآن کی زبان ہے جو مسلمان امت کی کتاب ہدایت ہے اور یہی زبان اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ زبان ہے جس میں اس نے اپنی وحی اتاری۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس زبان کو ہی جنت کے مکینوں کی زبان قرار دیا۔ آپ کے نزدیک عربی زبان کے فروغ سے عالم اسلام کے اندر پیدا شدہ لسانی فتنوں کو ختم کیا جاسکتا تھا۔ آپ نے تحریک جامعہ محمدی اور موتمر تعلیمات اسلامیہ کے پلیٹ فارموں پر رہ کر انہی مقاصد کے لیے کام کیا۔ ۱۹۷۴ء میں جب اسلامی سربراہی کانفرنس ہونے والی تھی تو آپ نے تمام ممالک اسلامیہ کو مشترکہ نظام تعلیم کی اہمیت کے بارے "الاقتراحات" کے نام سے اپنی خواہشات سے آگاہ کیا۔

چنانچہ جب اسلامی کانفرنس ہوئی تو گیمبیا کے صدر کی تجویز پر افریقہ میں دو اسلامی یونیورسٹیاں قائم کرنے پر اتفاق رائے ہوگیا۔ جن میں سے ایک مشرقی افریقہ اور دوسری مغربی افریقہ کے لیے نائجیریا میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ان اسلامی یونیورسٹیوں پر ۲۵ لاکھ سالانہ ڈالر خرچ کا تخمینہ لگایا گیا۔

مولانا مرحوم نے پاکستان میں اسلامی عربی یونیورسٹی قائم کرنے کے لیے تحریک جامعہ محمدی کے پلیٹ فارم پر جامعہ عربیہ محمدی کو وسعت دی۔ جس میں اللہ کے فضل و کرم سے

Marfat.com

وہ اپنی حد تک بہت کچھ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ۵۰۰ ایکڑ اراضی جامعہ کے لیے حاصل کر لی گئی۔ عمارات کا ایک خاص ضروری حصہ تعمیر کر لیا گیا۔ جدید و قدیم علم کے امتزاج پر معیاری نصاب تشکیل دے دیا گیا۔ لیکن اس سب کچھ کرنے کے باوجود مولانا موصوفؒ اپنے اصولوں کی خاطر مفاد پسند حکمرانوں اور سیاستدانوں سے سمجھوتہ نہ کرنے کی وجہ سے حکومت کی سرپرستی نہ حاصل کرے۔ جس سے یہ عظیم منصوبہ ہنوز کسی صاحب دل اور صاحب جرات مسلمان کی توجہ خاص کا منتظر ہے۔ حکومت نے اسلامی نظام تعلیم کے استحکام کے لیے اسلامیہ یونیورسٹی اسلام آباد قائم کر دی ہے۔ جس کو دیگر اسلامی ممالک میں پوری پوری پذیرائی حاصل ہے۔ لیکن جھنگ' ملتان اور سرگودھا کے ان پسماندہ علاقوں میں ایک اس طرح کی اسلامی عربی یونیورسٹی کا قیام ازبس ضروری ہے۔ امید ہے کہ حکام بالا مولانا کے اس دیرینہ خواب کی تعبیر کر کے ایک درد مند دل کی قدر افزائی فرمائیں گے۔ اور اس قدم سے علاقہ کی ایک اہم ضرورت پوری ہو جائے گی۔ عالم اسلام میں قائم کی گئی جملہ یونیورسٹیوں میں نظام تعلیم کے اشتراک کو استوار کرنے کے لیے مولانا مرحوم ان باتوں پر خاص طور پر زور دیتے تھے۔

۱۔ تمام ممالک اسلامیہ کی درسگاہوں کا نصاب تعلیم اس طرح کا مدون کیا گیا ہو تاکہ ان میں پڑھنے والا طالب علم جدید و قدیم علوم پر مکمل طور پر عبور حاصل کر لے۔ نیز مشترکہ نظام اور نصاب تعلیم کی وجہ سے یونیورسٹیوں کے مابین طلبہ کے تبادلے اور داخلے کی معیاری پالیسی باسانی تشکیل پا سکے۔

۲۔ اسلام کی تعلیمات اور جدید عصری تقاضوں کے مطابق ان جامعات میں معیاری تحقیق کا انتظام ہو۔ اور ان تحقیقات کے سلسلہ میں جامعات کا آپس میں مکمل رابطہ ہو۔

۳۔ ممالک اسلامیہ کے نظم کے لیے مطلوب معیاری افرادی قوت کو تیار کرنے کے لیے نصاب تعلیم میں مکمل راہنمائی کے علوم موجود ہوں۔ جن کی تحصیل کے بعد نظم حکومت کے شعبوں کو مطلوب اہلیت والے افراد باسانی مل سکیں۔

۴۔ جامعات کا نظام تعلیم اس حد تک معیاری اور اسلامی ہو کہ اس سے فراغت پانے کے بعد طالب علم اپنی عملی زندگی میں اسلام کی صحیح اور معیاری تعبیر و تشریح کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔

۵۔ جامعات کو اسلام کی نظری و فکری توضیحات و تشریحات کا مکمل ذمہ دار اور نگران ہونا چاہیے۔ نیز انہیں اسلام کے حوالہ سے ہونے والی غیر مسلموں کی جملہ

Marfat.com

کارروائیوں کا تحقیقی جواب دینا چاہیے۔

مولانا موصوف کی مندرجہ بالا خواہشات آپ کی طرف سے لکھے گئے علمائے کرام کو متعدد خطوط اور آپ کی دیگر علمی مجالس میں متعدد خطبات سے اخذ کی گئی ہیں۔ تحریک جامعہ محمدی ان خوابوں کی عملی تعبیر ہے۔ جس کے نصاب اور نظام تعلیم میں مندرجہ بالا امور کا پورا پورا خیال رکھا گیا۔ اور یہ امر کوئی بعید از قیاس نہیں کہ اگر ممالک اسلامیہ ان امور پر توجہ دیں تو ممالک اسلامیہ کے درمیان محبت و پیار کے رشتے اور بھی مضبوط ہو سکتے ہیں۔ نیز اس سے عوام کے اندر ایمان و اتفاق کی روشنی اور پھیل سکتی ہے۔

## عالمی اسلامی تبلیغی روابط

تمام امت مسلمہ کا اس دنیا میں اولین فریضہ تبلیغ دین ہے۔ یہاں کی جملہ سرگرمیاں صرف اور صرف اسی مقصد کے حصول کے لیے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے **کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر والذکر اللہ اکبر** یعنی تم دنیا کی بہترین امت ہو۔ جس کو لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور بے شک اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑی چیز ہے۔

اسلام کا دور اولین اس مقصد کی مساعی کا زندہ اور روشن دور ہے۔ درمیانی دور میں جب اسلامی ملوک اس مقصد کو نظر انداز کر بیٹھے تو اسلامی سلطنت کو زوال کا منہ دیکھنا پڑا اور پھر جب عالم اسلام میں اس اہم ملی فریضہ کی طرف توجہ دی گئی۔ سید جمال الدین افغانی' مفتی محمد عبدہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی' سید محمد بن عبدالوہاب' سید احمد شہید' سید اسمٰعیل شہید' سید قطب' سید حسن البنا جیسے سپوت اور فرزندان توحید اسلام کی اشاعت کا علم اٹھا کر چلے تو عالم اسلام میں بیداری آ گئی۔ اسلامی سلطنتیں غلامی کے جال سے آزاد ہونے لگے اور ایک بار پھر جدید عالم اسلام قربانیوں کی طویل تاریخ کے جھروکوں سے نمودار ہوگیا۔ اب اس عالم اسلام کی تعمیر صرف اور صرف اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے ہی ممکن ہوگی۔ یہ تبلیغ مسلمانوں کے اندر بھی ہوگی جن کے اندر رسومات قبیحہ اب عبودیت کے مقام پر پہنچ گئی ہیں۔ اور عالم اسلام سے باہر پڑی ہوئی مظلوم انسانیت کے لیے بھی ہوگی۔ جو کفر کی تاریکیوں میں بھٹک بھٹک کر اب صبح رحمت کے انتظار میں محو جولان ہے۔

مولانا مرحوم نے تحریک جامعہ محمدی میں اس مقصد کی خاطر گراں قدر مساعی کیں۔ علمائے کرام کو دارا لتبلیغ قائم کر کے دیا۔ جس کے وفود علاقہ میں اپنے مواعظ حسنہ اور

Marfat.com

خطبات سے دین کی اشاعت کا کام کرتے۔ طلبہ کی حد تک مجلس طلبہ اور ابنائے جامعہ کی حد تک تنظیم ابنائے جامعہ کو دین کی اشاعت کے لیے کام کرنے کا ذمہ دار بنایا' لیکن یہ کام ایک محدود سطح کی مثال تھی۔ لیکن عالم اسلام کے درجہ پر دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام اگر مشترکہ طور پر قائم کر دیا جائے جس میں عالم اسلام کے نامور علماء کو نمائندگی دی جائے۔ ان کے ششماہی مشترکہ اجلاس ہوں۔ جن میں وہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے پروگرام مرتب کریں۔ دین کی اشاعت کے لیے کتب اور آسان فہم لٹریچر کی ترتیب کا انتظام کریں۔ یہ قدم جہاں عالم اسلام کی طرف سے ایک اہم ملی فریضے کی تکمیل کی طرف قدم ہوگا وہاں اس سے عالم اسلام میں اتحاد و اشتراک کی راہ بھی ہموار ہوگی۔ علماء مل بیٹھیں گے تو ان کے درمیان راہ و رسم بڑھیں گے۔ اور یہی علمی راہنما عوام کو دیگر ملک کی عوام کے جذبات سے آگاہ کر کے ایک پیار و محبت کی لازوال تحریک کو جنم دے سکتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے عالم اسلام کے اتحاد کے لیے مشترکہ تبلیغی مساعی کو بہت ضروری قرار دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ عالم اسلام میں جزوی طور پر اس طرف کچھ پیش قدمی ہو رہی ہے۔ موتمر عالم اسلامی' رابطہ عالم اسلامی' تحریک اسلامی اور تحریک تنظیم اسلامی کی کوششوں سے ممالک اسلامیہ کے درمیان انہی پیمانوں پر رابطہ شروع ہوگیا ہے۔ جس کے بعد بڑے پیمانے پر ایک عظیم عالمی اسلامی تبلیغی اشتراک کی داغ بیل پڑ سکتی ہے۔ جو یقیناً عالم اسلام کے اتحاد اور اسلام کی اشاعت کی طرف ایک بہت بڑا قدم ثابت ہوگا اور پھر ان مساعی سے معاشرے کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ رسومات قبیحہ اور افکار شنیعہ کی بیخ کنی کے لیے یہ اتحاد بڑا موثر ثابت ہوگا۔

Marfat.com

باب دوم

(حصہ نہم)

# تحریک ختم نبوت

- قادیانی فتنہ
- مجلس عمل تحفظ ختم نبوت
- تحریک ہائے ختم نبوت
- مولانا مرحوم کی مساعی اور قادیانی فتنہ
- قانونی تحفظ اور قادیانی فتنہ کی بیخ کنی

Marfat.com

## قادیانی فتنہ

برطانیہ کے وزیراعظم گلیڈسٹون ایک دفعہ کیبنٹ کی میٹنگ میں ایک بستہ بغل میں دبا کر آئے اور اسے میز پر پٹخ کر کہا:

So long as this book is in existance we will have no rest.

"جب تک یہ کتاب دنیا میں موجود ہے ہمیں آرام و سکون نہ مل سکے گا"۔

یہ کتاب قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ تھا۔ اس لیے کہ اس کتاب میں جہاد کا مسئلہ موجود ہے جو انگریز سامراج کو دنیا میں من مانی کارروائی نہیں کرنے دیتا۔ چنانچہ انگریزوں نے قرآن مجید کثیر تعداد میں خرید کر جلوائے۔ ان گنت علماء کو شہید کروایا۔ مسلمانوں میں فرقہ واریت کا زہر گھولا' عیسائی مشنریوں کو بلا کر مناظروں میں اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ روپیہ کے لالچ اور دھونس دھاندلی کے ذریعے مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان تمام مظالم کے باوجود برطانوی استعمار مسلم قوم کا تشخص ختم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ۱۸۶۹ء کے شروع میں برطانوی ایڈیٹروں اور مسیحی رہنماؤں کا ایک وفد ہندوستانی عوام میں فرقہ واریت پیدا کرنے کے بارے میں تجاویز مرتب کرنے کے لیے آیا۔ یہ وفد ۱۸۷۰ میں واپس لوٹا اور اس نے دو رپورٹیں مرتب کیں۔ ان میں برطانوی سلطنت کے ہندوستان میں ورود کے باب میں لکھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت روحانی راہنماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے۔ اگر اس وقت ہمیں ایسا کوئی آدمی مل جائے جو اپاسٹاکل پرافٹ "حواری نبی" ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لیے کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ بڑی جستجو کے بعد مرزا غلام احمد بن غلام مرتضیٰ متوطن قصبہ قادیان ضلع گورداسپور کو اس خدمت کے قابل سمجھ کر پروان چڑھایا گیا۔

مرزا صاحب کا خاندان شروع سے ہی مفاد پسند' چاپلوس اور زر خرید قسم کا خاندان تھا۔ مرزا صاحب کے خاندان کو سکھوں کے دور میں خاصی ہزیمت اٹھانی پڑی۔ یہاں تک کہ قادیان تک چھوڑنا پڑا۔ لیکن جب پنجاب میں انگریزوں کا تسلط ہوگیا تو اس خاندان کو قادیان اور اس کے گرد و نواح کے مواضعات پر مالکانہ حقوق دے دیئے گئے۔ ۱۸۵۷ء کی

Marfat.com

جنگ آزادی میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے جنرل نکلسن کی فوج میں بہت سے آدمی بھرتی کروائے جو دہلی پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے چچا مرزا غلام قادر نے سیالکوٹ سے بھاگے ہوئے آزادی کے پروانے مسلمانوں کو "تریموں کے گھاٹ" پر تہہ تیغ کیا۔ انہی خدمات کے سلسلہ میں اس خاندان کو انگریزوں کی طرف سے "نمک حلالی" کی سند ملی۔

مرزا صاحب نے اپنی ان خدمات اور مستقبل کی ذمہ داریوں کے بارے میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ایک خط میں اس طرح لکھا:

"سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار اور جانثار ثابت کر چکی ہے' اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت احتیاط اور تحقیق سے کام لے اور ماتحت حکام کو ارشاد فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو خاص عنایت کی نظر سے دیکھیں"۔

(تبلیغ رسالت' جلد ہفتم' ص۱۹۰)

چنانچہ مرزا غلام احمد نے انگریز سامراج کی ہدایات پر اپنے آپ کو روحانی پیشوا بنانے کے لیے مختلف الہامات کا سہارا لے کر کئی اعتقادات رواج دیئے جو کہ اسلام کی تعلیمات کے کلیتاً منافی تھے۔

ذیل میں مرزا صاحب کے ان مذمومہ عقائد کا ہلکا سا خاکہ دیا جاتا ہے' جو انہوں نے امت مسلمہ کے بنیادی عقائد کو ختم کرنے کے لیے گھڑے:

## (i) مرزا صاحب کے خدائی دعوے

۱- "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں"۔ (آئینہ کمالات' ص۵۶۵)

۲- "اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے"۔ (اربعین' حاشیہ نمبر۴' ص۲۳)

۳- "مجھے خدا کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی"۔

(خطبہ الہامیہ' ص۲۳)

۴- "یعنی اے مرزا تیری یہ شان ہے کہ تو جس چیز کو کن کہہ دے وہ فوراً ہو جاتی ہے"۔ (حقیقتہ الوحی' ص۱۰۵)

## (ii) مرزا صاحب دعاوی نبوت

Marfat.com

۱۔ "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (دافع البلا، ص ۱۱)

۲۔ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں"۔ (اخبار بدر، ۵ مارچ ۱۹۰۸)

۳۔ "منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب، ص ۳)

۴۔ "جو شخص مجھ میں اور نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرتا ہے، اس نے مجھے نہیں جانا اور نہیں پہچانا"۔ (خطبہ الہامیہ، ص ۱۷۱)

۵۔ "غلبہ کاملہ (دین اسلام) کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا تھا۔ یہ غلبہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت ظہور میں آئے گا"۔

(چشمہ معرفت، ص ۸۲، ۸۳)

۶۔ "آنحضرت کے تین ہزار معجزات ہیں مگر مرزا کے دس لاکھ نشان ہیں"۔

(تحفہ گولڑویہ، ص ۴۰، تذکرۃ الشہادتین، ص ۴۱)

۷۔ "آنحضرت کے وقت دین کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح تھی مگر مرزا کے وقت چودھویں رات کے بعد کامل جیسی ہو گئی"۔ (خطبہ الہامیہ، ص ۱۷۸، ۲۰۹)

۸۔ محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار بدر، قادیان، ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶)

## (iii) دعویٰ مجددیت مسیحیت

۱۔ "وہ مسیح موعود آخری زمانہ کا مجدد ہے"۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۹۳)

۲۔ "خدا، رسول، تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح موعود (مرزا) کو مسیح ابن مریم (حضرت عیسیٰؑ) سے افضل قرار دیا ہے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ میں نے مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیا ہے"۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۵۵)

## (iv) توہین اکابرین اسلام (نقل کفر کفر نباشد)

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور

Marfat.com

تھا کہ اس میں سور کی چربی پڑتی ہے"۔

(مکتوبات مرزا' اخبار الفضل' ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء)

۲ - "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاندان بھی کیا پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا"۔

(ضمیمہ انجام آتھم' حاشیہ' ص ۷)

۳ - "مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیسا تھا ایک کھاؤ پیو' زاہدانہ' عابدانہ' حق کا پرستار' متکبر' خودبیں' خدائی کا دعویٰ کرنے والا"۔

(مکتوبات احمد' ص ۲۱ تا ۲۴' جلد نمبر ۳)

۴ - "یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے' اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری یا عادت کی وجہ سے"۔

(کشتی نوح' حاشیہ' ص ۷۵)

۵ - ابوبکر و عمر کیا تھے' وہ حضرت غلام احمد قادیانی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہ تھے"۔

(سیرت المہدی' ص ۲' ۳' ص ۷۰)

۶ - "پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو' اب نئی خلافت لو اور ایک زندہ علی (مرزا قادیانی) تم میں موجود ہے۔ اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی (حضرت علی) کی تلاش کرتے ہو۔

(ملفوظات احمدیہ' ص ۱۳۱' جلد اول)

۷ - "حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ' ص ۱۱)

۸ - کربلا نیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

"یعنی میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے۔ سو حسین میرے گریبان میں ہیں"۔

(نزول مسیح' ص ۹۹)

## v) مسلمانوں سے برات

۱ - "میرے مخالف جنگلوں کے سور ہوگئے ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں"۔

(نجم الہدیٰ' ص ۵۳)

Marfat.com

۲- "تمام اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔ (آئینہ صداقت' ص ۳۵)

۳- "مسلمانوں کی اقتدا میں نماز حرام اور ناجائز ہے"۔

(اخبار الحکم' ۷ فروری ۱۹۰۳)

۴- "مسلمانوں سے رشتہ ناطہ حرام و ناجائز ہے۔ (انوار خلافت' ص ۹۴)

۵- "غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں حتیٰ کہ غیر احمدیوں کے معصوم بچوں کے جنازے بھی جائز نہیں"۔ (انوار خلافت)

## (vi) تنسیخ جہاد

۱- "مدافعت بقدر حملہ دشمن ہوتی ہے پس جس قدر انسان پرستوں کو شرک پر غلو ہے وہ غلو بھی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ اس لیے اب خدا آپ لڑے گا۔ انسانوں کو کوئی تلوار نہیں دے گا اور نہ ہی کوئی جہاد ہو گا۔ ہاں اپنا ہاتھ دکھلائے گا"۔

(حقیقت الوحی)

۲- "میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے' ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے"۔

(تبلیغ رسالت' ص ۱۷)

۳- اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے لیے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ گولڑویہ' ص ۱۷)

۴- "میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات طبع

Marfat.com

کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر' شام اور کابل روم تک پہنچایا ہے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایات اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں' ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں"۔

(تریاق القلوب' ص۲۵)

غرض مندرجہ بالا خاکہ سے ان باتوں کا یقین ہو جاتا ہے کہ مرزا کی امت کامسلمانوں سے کوئی تعلق بلکہ یہ مغربی استعمار میں ایک خوفناک جاسوس بٹالین ہے جس سے امت مسلمہ کو تباہ و برباد کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ اس کی ساری وابستگی مغربی سامراج کے ساتھ ہے۔ مغربی سامراج نے ہی مذہب کے نام پر اس نیم عسکری تنظیم کو جنم دیا۔ اس کی آغوش میں تربیت پائی' اور اس کی سرپرستی اور نگرانی میں اس نے امت مسلمہ پر شب خون مارے۔ جن کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ قادیانیت اسلام کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ اسلام کے حصار میں وہ بارودی سرنگ ہے' جسے اسلام دشمن طاقتوں نے بڑی ہنرمندی کے ساتھ اس کی دیواریوں کے نیچے چھپا رکھا ہے۔ علامہ اقبال کی دور رس نگاہوں نے امت مسلمہ اور قادیانیوں کے درمیان بعد و بیگانگی بلکہ شدید مخاصمت اور مخالفت کو بھانپتے ہوئے آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر ہی یہ کہہ دیا تھا کہ اس مسئلے کا واحد حل یہی ہے کہ قادیانیوں کو امت مسلمہ سے ایک الگ امت قرار دے دیا جائے۔

## مجلس عمل تحفظ ختم نبوت

قادیانی تحریک کے محاسبے کی جدوجہد میں کئی جید انسان شریک تھے۔ ان میں مولانا احمد رضا خان بریلوی' پیر مہر علی شاہ گولڑوی' پیر جماعت علی شاہ' مولانا محمد انور شاہ کشمیری' علامہ محمد اقبال' مولانا ظفر علی خان' مولانا عبدالجبار غزنوی مولانا محمد حسین بٹالوی' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا داؤد غزنوی' سید عطاءاللہ شاہ بخاری' مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور ان کے رفقاء' مولانا احمد علی لاہوری' مولانا ابوالحسنات قادری' حافظ کفایت حسین' مولانا غلام محمد گھوٹوی اور مولانا محمد الیاس برنی کے اسمائے گرامی بڑے نمایاں ہیں۔ جنہوں نے تحریری' تبلیغی اور تحقیقی محاذوں پر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کے دیگر لوگوں کی سرگرمیوں پر ہر وقت کڑی نگاہ رکھی اور امت مسلمہ کو ان کی اسلام دشمن کارروائیوں سے

Marfat.com

خبردار کرتے رہے۔

انیسویں صدی کے آخری عشرہ میں یہ فتنہ پیدا ہوا۔ مرزا غلام احمد نے ابتدائی طور پر اپنی سرگرمیوں کو آریوں اور عیسائیوں سے مناظرہ بازی تک محدود رکھا۔ جب ان مناظروں میں اسے غیر معمولی شہرت حاصل ہوگئی تو اس نے اسلام کے بنیادی عقائد پر ضربیں لگانی شروع کر دیں اور علمائے کرام و مشائخ عظام کو اپنے مسیح موعود ہونے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لیے مامور ہونے پر ایمان لانے کی دعوتیں دیں جس پر تمام نامور علماء کرام اور مشائخ عظام نے اس کی دعوت اور عقائد کا تعاقب کیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ نے ۱۸۹۹ء میں ایک رسالہ "شمس الہدایت فی اثبات المسیح" تحریر فرمایا جس پر مرزا قادیانی کی دعوت کو عوامی سطح پر خاصی تنقید کا سامنا کرنا پڑا اور اس طرح حضرت گولڑوی اور مرزا قادیانی کے درمیان مناظراتی جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا جس میں مرزا قادیانی کو شدید شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی دور میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ اور ان کے رفقاء نے اس فتنہ کی سرکوبی میں قابل قدر حصہ لیا۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے رد مرزائیت میں ۱۳۲۹ھ میں "معیار المسیح" خواجہ غلام دستگیر کی "تقدیس الوکیل" پیر ظہور شاہ' سجادہ نشین جلالپور جٹاں کی "قہریزدانی بر سر دجال ربانی" مولانا خواجہ محمد ابراہیم مجددی کی کتاب "رد مرزا قادیانی" الیاس برنی کی کتاب "قادیانیت" میں ظہور پاکستان سے قبل ہی اس فتنہ کو بے نقاب کر دیا گیا۔

۱۹۳۵ء میں جب تحریک کشمیر شروع ہوئی اور مرزائی امت کی سیاسی سازشوں کے کل پرزے کھل کر سامنے آئے تو امت مسلمہ کے اکابرین کو اس فتنہ کی آتش سامانی کا پہلی بار اندازہ ہوا۔ جس کی وجہ سے علامہ اقبال جیسی شخصیات کو علیحدگی کا اعلان کرنا پڑا۔ تحریک احرار کے زعماء نے جماعتی سطح پر اس فتنہ کی سرکوبی کا کام شروع کر دیا لیکن انگریز سرکار کی سرپرستی کی وجہ سے یہ مساعی صرف تبلیغی حد تک کامیاب رہیں۔ تخلیق پاکستان کے وقت اس ٹولہ کی کوشش رہی کہ پاکستان نہ بن سکے۔

اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کر کے انگریز حکومت کو باور کروایا کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت نہیں جس کی وجہ سے پنجاب کا اتنا بڑا علاقہ پاکستان میں شامل نہ ہو سکا۔ پاکستان میں اسلام کے پردے میں انہی مذموم سازشوں کا جال پھیلانے کے لیے اس جماعت نے ربوہ میں اپنا مرکز قائم کیا اور اپنے مذہبی و سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے نیم عسکری تنظیموں کی صورت میں کام کرنا شروع کر دیا۔ خدام احمدیہ' انصار اور

Marfat.com

فرقان بٹالین ان کی نمایاں مثالیں ہیں۔ پاکستان کی فوج اور سول کے اعلیٰ مناصب پر اپنے افراد بھرتی کروائے گئے۔ راولپنڈی سازش کیس میں پاکستان کی حکومت پر بالجبر قادیانیوں کے قبضہ کی کوشش ان کی وطن دشمنی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

قادیانی جماعت کی ان سرگرمیوں کی سرکوبی کے لیے علمائے امت نے ۱۹۵۳ء میں آواز بلند کی لیکن حکومت وقت نے اسے اپنے خلاف سیاسی محاذ سمجھ کر دبا دیا۔ (اس کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا) حکومت میں اثر و رسوخ کی وجہ سے اس جماعت کی اسلام اور وطن دشمن سرگرمیاں بڑی جارحانہ ہونے لگیں جس پر حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ملتان کی ایک چھوٹی سی مسجد میں اپنے مخلص رفقاء کی مجلس مشاورت بلائی' جن میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری' مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی' مولانا محمد شریف بہاول پوری' مولانا شیخ احمد (بورے والا) مولانا محمد عبداللہ رائے پوری' مولانا عبدالرحمٰن میانوی' مولانا تاج محمود لائل پوری' مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا عبدالرحیم اشعر اور مولانا غلام محمد بہاولپوری جیسے زعماء شریک ہوئے اور بڑے غور و فکر کے بعد "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نام سے ایک غیر سیاسی تنظیم کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ حضرت امیر شریعت کو اس کا پہلا امیر مقرر کیا گیا۔ حضرت امیر شریعت نے اپنی تمام تر توانائیاں اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے وقف کر دیں۔ قید و بند اور ظلم و جور کا کوئی حربہ ان کو اپنی منزل سے پیچھے نہ ہٹا سکا۔ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو جب آپ اس کوچہ فانی سے رحلت فرما گئے تو جماعت کی سرگرمیوں کو بڑا دھچکا لگا۔ شاہ جی کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی (متوفی ۲۳ نومبر ۱۹۶۶) حضرت مولانا محمد علی جالندھری (متوفی ۲۱ اپریل ۱۹۷۱) اور مولانا لال حسین اختر (متوفی ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء) یکے بعد دیگرے امیر منتخب ہوتے رہے۔

مولانا اختر صاحب کی رحلت کے بعد فاتح قادیان جناب محمد حیات صاحب کو عارضی طور پر امیر مقرر کیا گیا۔ ۱۹ اپریل ۱۹۷۴ء کو مجلس کی امارت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب کے سپرد کی گئی۔ حضرت بنوری صاحب حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے' جنہیں رد قادیانیت کی تحریک کا امام کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ حضرت بنوری صاحب اسی وجہ سے تحریک ختم نبوت کے ابتداء ہی سے رکن تھے۔ لیکن اس وقت جب امارت کا بوجھ آپ کی پیرانہ سالی میں آپ کے نحیف کندھوں پر ڈالا گیا تو آپ نے اسے اپنے شیخ کی وراثت سمجھ کر بخوشی قبول کر لیا اور قدرت نے آپ کے خلوص' ہمت اور

Marfat.com

جذبہ کو دیکھ کر آپ کو ان کامیابیوں سے نوازا جو تاریخ تحریک ختم نبوت کا ایک روشن باب بن گئیں۔

## تحریک ھائے تحفظ ختم نبوت

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے علماء نے پہلے دن سے ہی کام شروع کر دیا تھا۔ غلام احمد مرزا کے عقائد باطلہ کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے علمی سطح پر کتب لکھیں اور عوام الناس کو آگاہ کرنے کے لیے تبلیغی اجلاس منعقد کیے۔ پاکستان بننے کے بعد جب قادیانی امت نے ربوہ کی زمین حکومت وقت کے اعلیٰ حکام سے ساز باز کر کے لیز پر لے لی اور اسے اپنی جماعت کے مشن کا ایک مستقل فوجی' علمی اور سیاسی مرکز کی حیثیت دے دی تو علمائے وقت نے حکومت وقت کو اس جماعت کی اسلام اور ملک دشمنی باور کرنے کے لیے کماحقہ مساعی کیں۔ عوام الناس سے لے کر خواص تک کو اس جماعت کی فتنہ سامانی سے آگاہ کیا۔ اخبارات نے اپنے خصوصی مضامین میں حکام بالا کو متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن حکام کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور اسے مذہبی فرقہ وارانہ اختلافات کا رنگ دے کر نظر انداز کیا جاتا رہا۔ جبکہ جماعت مذکورہ اپنی پالیسی پر گامزن رہی۔ ملک کے نامور عہدوں پر فائز لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر زیادہ سے زیادہ سول اور فوجی عہدوں پر احمدی بھرتی کروائے گئے' جس سے حکومت کے ہر محکمہ میں ان کے آدمی آ گئے' جنہوں نے حکومتی حلقوں میں رہ کر اس جماعت کی سرگرمیوں کو زیادہ سے زیادہ تقویت دی اور مسلمانان پاکستان کو ہر طرح سے پس ماندہ رکھنے کی کوشش کرتی رہی جس پر امت مسلمہ خاصی پریشان ہوئی۔ یہاں تک کہ احمدیوں کی ان جارحانہ سرگرمیوں پر مسلمانوں نے اس وقت اپنے احتجاج کو ایک تحریک کی صورت دے دی' جب سر ظفر اللہ خان احمدی' جو کہ پاکستان کی وزارت خارجہ کی کرسی پر متمکن تھا' نے ایک پبلک جلسہ میں فولادی جیکٹ پہن کر خطاب کرتے ہوئے کہہ دیا کہ ہماری کامیابی و کامرانی کی منزل قریب آ چکی ہے۔ ہمارے مخالفین نہایت قلیل مدت میں برباد ہو جائیں گے۔

اسی طرح احمدی اخبارات و رسائل کے مضامین میں جارحانہ اور باغیانہ جذبات کو دیکھ کر ملت اسلامیہ سراپا احتجاج بن گئی۔ برکت علی اسلامیہ ہال میں علمائے کرام کا ایک کنونشن اوائل دسمبر ۱۹۵۲ء کو ہوا' جس میں تازہ تر صورت حال کے حوالے سے جماعت احمدیہ کے عزائم ومقاصد اور سرگرمیوں پر غور کیا گیا۔ اس کنونشن میں مندرجہ ذیل تین

Marfat.com

مطالبات مرتب کیے گئے:

۱۔ سر ظفراللہ کو ان کے عقائد باطلہ اور برطانوی حکومت سے علی الاعلان وفاداری کا دم بھرنے کی وجہ سے وزارت خارجہ سے علیحدہ کیا جائے۔

۲۔ پاکستان کی اسلامی سلطنت میں ملت اسلامیہ سے اپنے آپ کو علیحدہ سمجھنے اور خاتم المرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی مسئلہ میں آخری حجت نہ ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۳۔ پاکستان ایک اسلامی حکومت ہے۔ اس لیے اس کے تمام کلیدی عہدوں پر صرف مسلمانوں کو فائز کیا جائے اور ایسے تمام افراد کو ان آسامیوں سے علیحدہ کر دیا جائے جو اپنے آپ کو امت مسلمہ سے علیحدہ سمجھتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔

اس کونشن کے بعد علمائے کرام نے اپنے مطالبات کو تحریک کی صورت دے دی۔ عوام الناس نے تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے وزارت اعلیٰ پر فائز ممتاز دولتانہ نے نہ صرف ظاہری ہمدردی دکھا کر تحریک کو مرکز کی طرف موڑ دیا' جس کی وجہ سے علماء کا ایک وفد فروری ۱۹۵۳ء کے آخری عشرہ میں گورنر پاکستان خواجہ ناظم الدین سے ملنے کراچی گیا' جسے وہاں گرفتار کر لیا گیا اور اس طرح قافلے پر قافلے بن کر کراچی جانے لگے۔ جو وہاں پر گرفتار کر لیے جاتے اور اس طرح تحریک کمزوری کا شکار ہو گئی۔ پنجاب چونکہ انتہائی حساس علاقہ تھا اور یہاں کی گرفتاریاں تحریک کو تقویت دے سکتی تھیں لیکن جناب ممتاز دولتانہ کی جھوٹی ہمدردی اور مجلس احرار کے کارکنوں کی غلط فہمی کی وجہ سے کراچی میں گرفتاریاں پیش کرنے پر توجہ دی گئی' جس کے نتائج بڑے برے نکلے۔ گرفتاریوں کے بعد تحریک کے زعماء کو اس بات کا احساس ہوا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ تحریک کو کامیاب کرنے کے لیے لاہور ہی سے گرفتاریاں پیش کی جائیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی طے ہوا کہ تصادم سے مکمل طور پر گریز کیا جائے۔ لیکن حکومت تحریک کو تشدد کا شکار کر کے کچلنے کا پروگرام رکھتی تھی اس لیے اس نے ایک ڈی۔ ایس پی کو نامعلوم افراد سے گولی مروا کر تحریک کو تشدد میں داخل کر دیا۔ ۴ مارچ کو پولیس کی طرف سے جلوسوں پر زبردست فائرنگ ہوئی۔ کئی قادیانی تنظیموں کے دستے بھی پولیس کی وردیوں میں فائرنگ میں شریک کیے گئے جنہوں نے چن چن کر مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ دہلی دروازے پر متعین تحریک کے چار کارکنوں کو گولی سے چھلنی کر دیا گیا۔ اسی طرح مال

Marfat.com

روڈ پر نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے سینہ تانے نوجوانوں کو پولیس نے اپنی زبردست فائرنگ سے بھون کر رکھ دیا۔ اس تشدد کے نتیجہ میں عوام الناس کا بھڑکنا لابدی تھا۔ جس پر ۶ مارچ کو مارشل لا لگا دیا گیا لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے انتہائی پرامن طریقوں سے اپنے جذبات کا اظہار جاری رکھا۔

۹ مارچ کو اسمبلی کا اجلاس تھا' جس کی وجہ سے تحریک کے کئی نامور کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا' لیکن احتجاج پھر بھی نہ تھما۔ جس پر اسمبلی کا اجلاس ۲۲ مارچ تک ملتوی کر دیا گیا۔ روزنامہ "زمیندار" "الفضل" اور "آزاد" کی اشاعتوں پر ایک سال کی پابندی عائد کر دی گئی۔ خواجہ ناظم الدین کے کہنے پر میاں ممتاز دولتانہ نے وزارت اعلیٰ سے استعفیٰ دے دیا اور ملک فیروز خان نون کو وزارت اعلیٰ پر فائز کر دیا گیا۔ مارشل لاء کے نفاذ اور دھڑا دھڑ گرفتاریوں کی وجہ سے تحریک دبا دی گئی۔ اس تحریک میں بے شمار کارکنوں نے جان اور مال کے نذرانے پیش کیے۔

تحریک کو راست اقدام کی صورت دینے میں مولانا حامد بدایونی' مولانا سید ابوالحسنات' مولانا محمد اسمٰعیل صاحب' صاحبزادہ فیض الحسن' سید مظفر علی شمسی' مولانا لال حسین اختر' مولانا عطا اللہ شاہ بخاری' مولانا تاج الدین انصاری اور مولانا عبدالستار نیازی جیسے نامور علماء کی مساعی کا بڑا دخل ہے۔ اس تحریک میں جماعت اسلامی کو اس کی علمی اور اشاعتی تحریک کی وجہ سے مورد الزام ٹھہرایا گیا۔ جماعت کے کئی کارکنوں نے بالواسطہ طور پر تحریک میں نمایاں خدمات بھی دیں لیکن جماعت مجموعی طور پر راست اقدام کے حق میں نہیں تھی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو ان کے رسالہ "قادیانی فتنہ" پر گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو بغاوت پھیلانے کے جرم میں پھانسی کی سزا سنائی گئی لیکن رائے عامہ اور امت مسلمہ کے زبردست دباؤ کی وجہ سے حکومت کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا اور اس طرح ۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء کو رہا کر دیے گئے۔

۵۳ء کی یہ تحریک ملت اسلامیہ کو قادیانی فتنہ کی اصل صورت دکھانے کا بہت بڑا سبب بنی۔ اس تحریک کے دوران ہونے والے فسادات پر جسٹس منیر کی سربراہی میں جو عدالتی تحقیقاتی بورڈ بنایا گیا' اس کے مطابق تمام فسادات کی ذمہ داری احرار اور مجلس عمل پر ڈالی گئی۔

حکومت پنجاب کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا کہ اس نے جان بوجھ کر مسئلہ کو مرکزی حکومت کے ذمہ ڈال دیا حالانکہ معمولی سی پابندی سے حالات قابو میں کیے جا سکتے

Marfat.com

تھے۔ جماعت اسلامی کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اگرچہ راست اقدام کے حق میں نہیں تھی لیکن پھر بھی تحریک کی کھل کر مخالفت نہ کر سکی۔ عدالت نے فسادات کو ہوا دینے میں احمدیوں کو برابر کا سزاوار ٹھرایا۔ عدالت نے مرزا بشیر الدین محمود کی کوئٹہ والی تقریر کو اشتعال انگیز قرار دیا' جس میں انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ بلوچستان کی ساری آبادی کو احمدیت کے حلقہ بگوش بنا لیا جائے تاکہ اس صوبے کو احمدیت کا اڈا بنایا جا سکے۔ نیز عدالت نے اس بات کو تسلیم کیا کہ احمدی سرکاری افسروں کی سرگرمیاں قابل اعتراض رہیں۔

۱۹۵۳ء کی اس تحریک کو وقتی طور پر بظاہر دبا دیا گیا لیکن زخم زیادہ مندمل نہ رہ سکے۔ قادیانیوں کی تخریبی سرگرمیاں ان پر برابر نمک پاشی کرتی رہیں۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا' جس کے زیر اہتمام تبلیغی سطح پر قادیانیوں کی سرگرمیوں کا محاسبہ کیا جاتا رہا۔ کئی مباہلے اور مباحثے ہوئے' کئی کانفرنسز ہوئیں' جن میں قادیانی سرگرمیوں کا پردہ چاک کر کے عوام الناس کو فتنہ کی زہرناکی سے آگاہ کیا جاتا رہا۔ لیکن حکومت نے اپنے اقتدار اور سیاسی وقار کی خاطر اس انگریز پروردہ جماعت کی پوری پوری سرپرستی کی' جس کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی مذموم سرگرمیاں پھر جرات جارحانہ کے اظہار پر اتر آئیں۔

۲۸ مئی ۱۹۷۴ء کو مسلمان طلبہ کی ریل گاڑی پر ربوہ ریلوے اسٹیشن پر کھڑے قادیانی رضاکاروں نے اچانک حملہ کر دیا' جس سے پاکستان کے اندر اس فتنہ کے خلاف مدت مدید کی دبی ہوئی نفرت اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ ربوہ کے اردگرد کی بستیوں سے احتجاج کی آواز اٹھی اور صوبہ پنجاب کے کوچہ کوچہ سے چاروں صوبوں میں پھیل گئی۔ گرفتاریاں اور مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ پولیس اور سیکیورٹی فورس نے لا اینڈ آرڈر کے پردے میں ناموس رسالت پر مٹنے والے جاں نثاروں پر مظالم توڑنا شروع کر دیئے۔ علمائے کرام اور پیارے وطن کے زعماء نے قیادت کو ہاتھ میں لے لیا۔ مجلس عمل کی تشکیل دی گئی' جس میں مذہبی سطح پر دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث' شیعہ علماء اور سیاسی جماعتوں کی سطح پر نیشنل عوامی پارٹی' مسلم لیگ' خاکسار' جمعیت علمائے پاکستان' جمعیت علمائے اسلام اور جماعت اسلامی جیسی جماعتوں کے سیاسی زعماء کو شامل کیا گیا۔

ممتاز عالم دین مولانا محمد یوسف بنوری اس کے مرکزی صدر منتخب ہوئے اور مولانا سید محمود احمد رضوی کو سیکرٹری بنایا گیا۔ مجلس عمل نے تحریک کو بھرپور انداز میں چلایا اور

Marfat.com

مندرجہ ذیل مطالبات پر بھرپور انداز میں زور دیا گیا:

۱۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

۳۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

## مولانا مرحوم کی مساعی اور قادیانی فتنہ

مولانا مرحوم شروع دن ہی سے اسلام اور اکابرین اسلام کی عظمت پر جان چھڑکنے کے لیے بے قرار دل رکھتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے عقائد باطلہ کو آپ اسلام کے لیے ناسور سمجھتے تھے۔ تحریک کشمیر میں جب قادیانی امت کی تخریبی سرگرمیاں کھل کر مسلمانوں کے سامنے آگئیں اور تحریک احرار نے ان کا محاسبہ کرنا شروع کر دیا تو مولانا مرحوم نے اپنے علاقہ میں اس کا سرگرم رکن ہو کر کام کیا۔ قیام پاکستان سے قبل ہی آپ اپنے علاقہ میں جامعہ محمدی کی بنیاد رکھ چکے تھے اور اس میں آپ نے شعبہ دارا لتبلیغ قائم کیا۔ اس شعبہ کے تبلیغی مشن میں توحید' رسالت' ختم نبوت' عظمت صحابہ' بدعات سیہ کی روک تھام اور تعلیمات و اخلاقیات اسلام کی ترویج کے مضامین شامل تھے۔

قیام پاکستان کے بعد مرزائی امت قادیان سے نکل کر ربوہ کی سرزمین پر جب اپنے مورچے قائم کرنے لگی تو مولانا مرحوم کے لیے ان کا محاسبہ اور ضروری ہو گیا۔ کیونکہ اب ان کے اڈے انہی کے علاقہ میں قائم ہو گئے تھے۔ محمدی شریف کے قرب میں ایک بستی موضع سمندر تھی' جہاں چند ہنجرا خاندان کے افراد پہلے ہی مرزائیت قبول کر چکے تھے۔ مولانا نے ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی۔ ان کی دعوت اور اصلاح کے لیے متعدد تبلیغی اجتماعات وہاں منعقد کرائے' جن کی وجہ سے مرزائیت کی اشاعت بالکل رک گئی۔

۱۹۵۳ء میں جب قادیانیوں کے خلاف امت مسلمہ اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ بھی چپ نہ رہ سکے۔ ۷ مارچ کو جامعہ محمدی میں قادیانی امت کو غیر مسلم قرار دینے' قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹانے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کی تین قراردادوں پر ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ حضرت خواجہ قمرالدین سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے صدارت کی۔ کئی نامور علماء نے قادیانی امت کے عقائد اور عزائم کا پوسٹ مارٹم کیا۔ اس کے بعد علاقہ میں تحریک پھیلا دی۔ ہر روز گرفتاریاں پیش کی جاتیں' جس میں ۱۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو چنیوٹ میں آپ نے گرفتاری پیش کی۔ آپ کے ساتھ دس مزید ختم نبوت کے

Marfat.com

رضاکار بھی گرفتار ہوئے۔ اسی روز رات بارہ بجے آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد نافع صاحب کو بھی چنیوٹ کی مسجد شاہی سے گرفتار کر کے انہیں جھنگ جیل پہنچا دیا گیا۔

اس تحریک میں بے شمار گرفتاریاں ہوئیں اور ہزاروں جان نثاروں نے جان کے نذرانے پیش کیے اور ہزاروں ہی رضاکار زخمی ہوئے۔ شہداء کی نعشیں تک غائب کر دی گئیں۔ مسجد وزیر خان لاہور' چوک دالگراں اور مزنگ لاہور میں تو شہادت دینے والوں نے اپنے جذبہ و ایمان کی وہ مثالیں قائم کیں' جو تاریخ تحریک ختم نبوت کا درخشاں باب ہیں اور اسی طرح ملک کے دیگر تمام علاقوں' شہروں اور قصبات میں ختم نبوت سے ایمانی وابستگی کے بڑے روشن واقعات رضاکاروں نے اپنے خون کے نذرانوں سے رقم کیے۔

مولانا محمد نافع صاحب جھنگ مگھیانہ جیل سے ۴ اگست ۱۹۵۳ء اور مولانا محمد ذاکر مرحوم کو ۱۵ جون ۱۹۵۳ء کو سنٹرل جیل لاہور سے رہا کیا گیا۔ یکم ستمبر ۱۹۵۳ء کو مولانا محمد ذاکر مرحوم نے اپنا تحریری بیان تحقیقاتی عدالت میں پیش کیا اور اپنے علاقہ میں وارا تبلیغ کے ذریعہ سے مہم جاری رکھی۔ جس کا تفصیلی ذکر آئندہ کے صفحات میں کیا جائے گا۔ ماہنامہ "الجامعہ" کے ذریعے رائے عامہ کو اس جماعت کے مذموم عزائم اور منصوبوں سے ہوشیار کیا جاتا رہا۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت جب سے بنی' آپ کا ان سے مسلسل رابطہ رہا اور ضلع جھنگ کے مختلف مقامات پر تبلیغی اجتماعات کا اہتمام مولانا مرحوم کی نگرانی میں ہوتا رہا جن میں مجلس ختم نبوت کے سید عطا اللہ شاہ بخاری' جناب دوست محمد قریشی صاحب' جناب عبدالستار تونسوی صاحب' مولانا لال حسین اختر صاحب' مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری' مولانا عبدالعزیز صاحب میانوالی' مولانا محمد عبداللہ صاحب' قاری لطف اللہ صاحب' مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان' مولانا محمد علی جالندھری' مولانا غلام غوث صاحب اور مولانا بہاء الحق قاسمی صاحب جیسے ممتاز مبلغین شرکت فرماتے رہے۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مرزائیوں نے اپنے بیس ہزار ووٹ مولانا کو دینے پر آمادگی ظاہر کی بشرطیکہ مولانا لینا قبول کر لیں۔ مولانا کو اس پر آمادہ کرنے کے لیے کئی آپ کے عزیز اور تعلقدار احباب کو بھیجا گیا لیکن آپ قطعاً نہ مانے۔ انہیں میں ایک حکیم سلطان محمود صاحب تھے۔ وہ مولانا کے بڑے ہی پیارے اور رازدار تھے۔ ان کو خصوصی طور پر بھیجا گیا۔ ان کے بیان کے مطابق وہ شام کے وقت آپ سے ملے اور مولانا سے گزارش کی کہ ہمارے حلقہ میں مقابلہ بڑا سخت ہے۔ پیپلز پارٹی کا بڑا زور ہے اور بیس ہزار ووٹ اہل

Marfat.com

ربوہ آپ کو دینا چاہتے ہیں۔ اگر آپ یہ ووٹ لینا چاہیں تو ہمیں انتخابی مقابلہ کے نقطہ نظر سے بڑی امداد مل سکتی ہے۔ اگر یہ ووٹ مخالفت امیدوار کو چلے گئے تو ہمیں بڑا نقصان ہوگا۔ مولانا حکیم صاحب کی یہ بات سن کر بڑے افروختہ ہوگئے اور فرمایا کہ جن لوگوں کی نمائندگی میں نہیں کر سکتا' ان کے میں ووٹ کیوں لوں۔ جبکہ مقابلہ جیتنا یا ہارنا ان لوگوں پر منحصر نہیں ہے۔ خدا کی بھی ایک ذات ہے' جو سب پر قادر ہے۔ آخر مولانا کا یہ جذبہ صادق اور توکل الٰہی جیت گیا اور مولانا بڑی بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے۔ یہ واقعہ مولانا کی مرزائی عقائد سے اس نفرت کا آئینہ دار ہے۔ جو آپ کے دل میں شدت سے موجود تھی۔ ذاتی مصلحت کے پیش نظر ان اسلام دشمن لوگوں کے ووٹ تک لینے قبول نہ کیے۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ کو مولانا مرحوم نے اچانک اپنی جملہ علالت اور کمزوری کے باوجود قومی اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں شرکت کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے پہلے جامعہ کے طلبہ سے گفتگو کرنا چاہی۔ چنانچہ انجمن طلبہ نے فوری طور پر تمام طلبہ کو اکٹھا کر کے جلسہ کا اہتمام کیا جس میں مولانا مرحوم نے اپنی حد درجہ علالت و کمزورہ کے باوجود ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی۔ مولانا نے اپنی تقریر میں طلبہ کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ یوں سمجھو کہ قدرت نے پوری دنیا سے چن لیا ہے۔ ملت اسلامیہ کی پاسبانی کا کام تمہارے سپرد کیا جانے والا ہے۔ ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ کو آواز دیتے ہوئے آپ نے طلبہ کو اتحاد کی اہمیت سے آگاہ کیا اور متنبہ کیا کہ سوشلزم کی یلغار اور قادیانی فتنہ کی دیسہ کاریوں سے اب آپ کو نبٹنا ہے۔ اس لیے آپ ہر قسم کی تفرقہ بازی سے بچ کر اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوں۔ اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ رکھیں جو کہ ابابیلوں سے ابرہہ کا لشکر تباہ کر سکتا ہے۔ اس لیے اس کے دین کی خدمت کے لیے آپ اٹھ کھڑے ہوں اور نتائج اس کی ذات پر چھوڑ دیں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ وہ ذات قادر مطلق ہمیں کس شان سے سرفراز کرتی ہے۔

مولانا کی اس اچانک ولولہ انگیز اور جذبات سے رندھی ہوئی تقریر پر اس وقت حیرت ہو رہی تھی لیکن دوسرے دن جب یہ اطلاع پہنچی کہ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر کل مرزائی طلبہ سے مسلمان طلبہ پر حملہ کر کے بڑا خون خرابہ کیا ہے تو پھر احساس ہوا کہ ایک قلندر کی نگاہ سے کوئی واقعہ مخفی نہیں ہوتا اور انہوں نے اپنے خطاب میں جس بشارت کی نوید سنائی ہے' وہ یقیناً ملت اسلامیہ کو سرخرو کرے گی۔

Marfat.com

جونہی حادثہ کی خبر ۳۰ مئی کو پہنچی تو جامعہ کے ہر فرد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ شوق شہادت موجیں مارنے لگا۔ طلبہ کے جذبات قابو سے باہر ہوگئے۔ قائدین طلبہ نے جذبات کو جلسہ احتجاج کی صورت میں منظم کر کے قادیانیوں کی اس جسارت کی پرزور مذمت کی اور حکمران طبقہ سے مطالبہ کیا کہ:

۱- مرزائیوں کو فی الفور غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲- ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۳- مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔

۴- حادثہ ربوہ کے مرتکبین کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

قائدین طلبہ نے مختلف وفود تیار کیے جو مختلف شہروں میں جا کر وہاں کے طلبہ قائدین سے مشترکہ لائحہ عمل تیار کریں اور اس جسارت پر قادیانی امت کے خلاف ایک منظم تحریک چلائیں۔ چنانچہ یہ وفود لاہور' فیصل آباد' سرگودھا اور جھنگ گئے۔ وہاں کے قائدین طلبہ سے مل کر تحریک ختم نبوت کو منظم صورت میں چلانے کے لیے مشاورت کی۔

۳۱ مئی کو ایک بہت بڑا جامعہ محمدی سے جلوس نکلا' جس کی قیادت انجمن طلبہ جامعہ محمدی کے جنرل سیکرٹری حافظ محمد سعد اللہ صاحب نے کی۔ یہ جلوس چنیوٹ گیا اور وہاں پر شہریوں اور طلبہ کے مشترکہ جلوسوں میں شامل ہوگیا۔ حافظ محمد سعداللہ صاحب نے اہالیان چنیوٹ سے کئی مقامات پر خطاب کیا اور واقعہ کی نزاکت کو اپنے پورے پس منظر میں بیان کیا۔ شہریوں اور طلبہ کو اس بات کا یقین دلایا کہ ہم سب مسلمان ہیں اور ناموس رسالت کی حفاظت ہی ہمارا اصل ایمان ہے جس کے لیے ہم بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

۲ جون کو ایک بہت بڑا جلوس انجمن طلبہ کے قائدین کی قیادت میں قریبی قصبہ بھوآنہ گیا۔ پولیس کی بھاری نفری نے جلوس کو منتشر کرنے کی کوشش کی لیکن قائدین نے انتظامیہ کو مشتعل طلبہ کو اپنی حرکت سے مزید مشتعل کرنے سے روکا اور جلوس کو پرامن طریقے سے اپنے جذبات کے اظہار کرنے کے لیے موقع کی درخواست کی۔ آخر انتظامیہ کے تعاون سے یہ جلوس بڑے پرامن طریقے سے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہوا بھوآنہ کے جملہ بازاروں میں پھرا۔ جلوس نے مختلف مقامات پر انجمن طلبہ کے صدر حافظ غلام حسین سفری' سیکرٹری حافظ محمد سعداللہ اور جواں سال مقرر میاں غلام رسول کوکب نے خطاب کیا۔ اپنے خطابات میں عوام الناس کی نمائندگی کرتے ہوئے انہوں نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت

Marfat.com

قرار دینے' ان کو کلیدی عہدوں سے ہٹانے' ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے اور قادیانی عسکری تنظیموں کو خلاف قانون دینے کا مطالبہ کیا۔

۴ جون کو انجمن طلبہ ہی کے زیر اہتمام محمدی شریف میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا' جس میں عوام کی بھاری اکثریت نے شرکت کی۔ صدارت جامعہ کے شیخ الجامعہ حضرت سید محمد متین ہاشمی صاحب نے فرمائی۔ حافظ غلام رسول قاضی' حافظ غلام حسین سنری اور حافظ محمد سعداللہ نے شرکائے جلسہ کو مرزائیوں کے پس منظر اور ان کی تخریبی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ آخر میں صدر جلسہ نے اپنی پرجوش اور معلوماتی تقریر میں فتنہ مرزائیت کے خدوخال سے نام نہاد اسلامیت کا غلاف اتارا اور برطانوی پروردہ نبی کی حقیقت سے عوام کو آگاہ کیا۔

۵ جون کو قریبی گاؤں قلعہ کنگراں میں انجمن طلبہ کے زیر اہتمام احتجاجی جلسہ ہوا۔ جلسہ میں مقررین نے عوام الناس کو مرزائیت کے تار و پود بکھیر کر اس کے اصل روپ سے آگاہ کیا اور عوام الناس کو ناموس رسالت پر کٹ مرنے کا عہد لیا۔

غرض اس طرح کے کئی اجلاس طلبہ کی قیادت میں مختلف علاقہ کے قصبات میں کیے گئے۔ ۲۰ جون کو طلبہ و اساتذہ پر مشتمل وفود لاہور' سرگودھا' لائل پور اور چنیوٹ بھیجے گئے جو وہاں کے آئمہ مساجد' خطباء اور دیگر تنظیموں کے سربراہوں سے مل کر رائے عامہ کو بیدار کرنے کی کوشش کریں اور علاقہ کے ممبران قومی و صوبائی اسمبلی کو مجبور کریں کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں اپنا کردار ادا کریں۔

طلبہ کی زبردست خواہش پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان کو دعوت دی گئی کہ وہ آ کر طلبہ کو قادیانی امت کے عقائد اور عزائم سے علمی طور پر مختلف لیکچرز میں آگاہ کریں۔ یہ ریفریشر کورس دو ہفتہ جاری رہا جس میں مرزا غلام احمد کے کذب' مرزائیت کے پس منظر' پیش منظر اور ان کے سیاسی عزائم سے انہی کی کتب اور دستاویزات سے آگاہ کیا گیا۔

۳۰ جون کی شام کو مولانا جب اسمبلی اجلاس میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے تو چنیوٹ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہونے والی کانفرنس کی صدارت کی۔ اس کانفرنس میں ہر مکتبہ فکر کے علماء' سیاست دان اور علاقے کے نامور افراد شریک ہوئے۔ علاقے کے تمام ممبران قومی و صوبائی اسمبلی نے اس کانفرنس میں عوام کے جذبات کے مطابق اپنے عزائم کا اعادہ کیا۔ مولانا مرحوم ان دنوں خاصے علیل تھے۔ چلنا پھرنا تک دشوار

Marfat.com

تھا۔ لیکن ختم نبوت کے آوازہ نے آپ کو آرام سے بیٹھنے نہ دیا۔ اتنے لمبے سفر پر تیار ہوگئے۔

کانفرنس کی صدارت کی اور اسی رات اسلام آباد روانہ ہوگئے جہاں جا کر اسمبلی میں ۴ جون ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے بھیجے گئے بل پر حکومت کی کارروائی پر اراکین اسمبلی کو اعتماد میں لینا تھا۔ بل کی عبارت یوں تھی:

قومی اسمبلی کی یہ رائے ہے کہ:

(الف) چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی جدول سوم متعلقہ دفعہ ۴۲ کی رو سے مرزائی (احمدی) فرقے اپنے عقائد کے لحاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے' جس کے ثبوت میں ان کا شائع شدہ لٹریچر شاہد ہے اور ان کی طرف سے اس قسم کا اظہار مسلسل ہوتا چلا آیا ہے۔

(ب) مذہبی اختلاف کے علاوہ سماجی اور سیاسی حیثیات سے پاکستان میں اپنے آپ کو الگ فرقہ سمجھتا ہے اور واقعات کے لحاظ سے یہ انگریز اسرائیل اور بھارت کا پاکستان میں ففتھ کالم ہے۔ پاکستان سے ان کی وفاداری نہایت ہی مشکوک ہے۔ چنانچہ تقسیم کے وقت سے ہی انہوں نے اپنی جماعت کا ایک حصہ قادیان میں متعین کر رکھا ہے تاکہ بوقت ضرورت کام آ سکے۔

حالیہ حادثہ اسٹیشن ربوہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ دراصل ان کا پروگرام پاکستان میں اپنی ریاست در ریاست قائم کرنا ہے۔ اس کا اظہار مختلف مواقع پر ان کے کارکنوں کی طرف سے ہوتا آ رہا ہے۔ اس لیے اس فرقہ کو معمولی تصور نہ کیا جائے۔ بیشتر اسلامی ممالک اس فرقہ پر عدم اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں۔ لہٰذا پاکستان کی سالمیت اور اسلام کی برتری بحال رکھنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اس مرزائی احمدی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کلیدی اسامیوں سے انہیں الگ کیا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے تاکہ نظریہ پاکستان اور ملکی سالمیت کا کماحقہ تحفظ ہو سکے۔

مخلص

محمد ذاکر غفرلہ

۴.۶.۷۴' ایم۔ این۔ اے (جھنگ)

ناظم عمومی جامعہ محمدی شریف' ضلع جھنگ

تحریک ابھی ابتدائی مراحل میں تھی اور حکومت کو یقین تھا کہ حسب سابق اس

Marfat.com

تحریک کو دبالیں گے۔ چنانچہ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ نے اپنے خط بحوالہ ایف ۱۷ (۱۹) / ۷۴ (آر- ڈی) نمبر ۲۵، اسلام آباد کو مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۸ء میں آپ کو مطلع کیا کہ آپ کا بل بعنوان "قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے" حسب قوائد ضابطہ کار و انصرام کارروائی برائے قومی اسمبلی ۱۹۷۳ کے قاعدہ ۱۲۷ بملاحظہ قاعدہ ۱۲۶ (ج) کے تحت اسپیکر نے نامنظور کر دیا ہے۔

چنانچہ آپ نے اس نامنظوری پر مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا مفتی محمود اور پروفیسر غفور احمد جیسے نامور ممبران سے رابطہ پیدا کیا اور بل کی نامنظوری سے مطلع کیا۔ لیکن انہی دنوں تحریک تحفظ ختم نبوت زور پکڑ گئی اور حالات حکومت کے قابو سے باہر ہو گئے۔ چنانچہ وزیراعظم نے ۱۳ جون ۱۹۷۴ء کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ جمہوری طریقے سے اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا اور وہ جو فیصلہ کرے گی وہ مجھے اور پوری قوم کو قابل قبول ہو گا۔

آخر ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو حکومت کی طرف سے قرارداد پیش ہوئی، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین نہ کرنے والوں یا ان کے بعد کسی دوسرے کو نبی یا مصلح قرار دینے والوں کی حیثیت کے تعین کی اپیل کی گئی۔ اس قرارداد میں اہل ربوہ اور قادیانی گروہ کا کوئی نام نہیں لیا گیا تھا۔ چنانچہ حزب اختلاف کے تعاون سے مولانا شاہ احمد نورانی پارلیمانی لیڈر جمعیت علمائے پاکستان نے دوسری قرارداد پیش کی جس میں غلام احمد مرزا اور اس کے عقائد کی واضح نشاندہی کی گئی۔ نیز امت مسلمہ کے واضح فیصلوں کو بھی باور کرایا گیا اور اس طرح سفارش کی گئی کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری طور پر بل پیش ہو، جس میں قادیانی مرزا کی امت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کے حقوق و مفادات کے تحفظ و تعین کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب ترامیم کی جائیں۔ اس قرارداد پر حزب اختلاف کے جملہ نامور عہدہ داران اور ممبران کے دستخط تھے۔ دستخط کرنے والے ممبران اسمبلی کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- مولانا مفتی محمود
۲- مولانا شاہ احمد نورانی
۳- مولانا سید محمد علی رضوی
۴- چودھری ظہور الٰہی
۵- مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری
۶- پروفیسر غفور احمد
۷- مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)
۸- سردار شیر باز خان مزاری
۹- مولانا ظفر احمد انصاری
۱۰- صاحبزادہ احمد رضا قصوری

Marfat.com

۱۱- مولانا صدر الشہید

۱۲- جناب عمرہ خان

۱۳- سردار شوکت حیات خان

۱۴- راؤ خورشید علی خان

۱۵- جناب عبدالمجید جتوئی

۱۶- جناب محمود اعظم فاروقی

۱۷- مولوی نعمت اللہ

۱۸- سردار مولا بخش سومرو

۱۹- حاجی علی احمد تالپور

۲۰- رئیس عطا محمد مری

۲۱- مخدوم نور محمود

۲۲- ۲۲- جناب غلام فاروق

۲۳- نوابزادہ محمد ذاکر قریشی

۲۴- جناب کرم بخش اعوان

۲۵- میر غلام حیدر بھروانہ

۲۶- صاحبزادہ صفی اللہ

۲۷- ملک جہانگیر خان

۲۸- جناب اکبر خان مہمند

۲۹- حاجی صالح خان

۳۰- خواجہ جان محمد گوریجہ

۳۱- جناب غلام حسن خان دھاندلہ

۳۲- صاحبزادہ محمد نذیر سلطان

۳۳- جناب محمد ابراہیم برق

۳۴- صاحبزادہ نعمت اللہ شنواری

۳۵- جناب عبدالسبحان خان

۳۶- میجر جنرل جمال داد

۳۷- جناب عبدالمالک خان

اس قرارداد کے پیش ہونے کے بعد قادیانیت سے متعلقہ جس قدر لٹریچر دستیاب ہو سکا، وہ اسمبلی کے ممبران میں تقسیم ہوگیا۔ ممبران سے ذاتی رابطے پیدا کیے گئے اور ختم نبوت کے مسئلہ پر انہیں آگاہ کیا گیا۔ اسمبلی میں موجود قادیانی لابی کی سرگرمیوں کے جواب میں مسلمان ممبران کے دلوں سے شکوک و شبہات کو دور کیا گیا۔ ان تمام سرگرمیوں میں مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے دیگر حلیف سرگرم رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی ان مساعی میں مولانا محمد ذاکر کی خدمات کا اعتراف اپنے ایک انٹرویو میں یوں کرتے ہیں جو انہوں نے ماہنامہ "ضیائے حرم" کے ختم نبوت نمبر کے سلسلہ میں دیا۔ آپ سے جب ماہنامہ کے نمائندہ نے ان مردان کار کا پوچھا، جنہوں نے اسمبلی میں ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تو آپ نے فرمایا مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد ذاکر، مولانا محمد علی، پروفیسر غفور احمد، مولانا مفتی محمود، سردار شیر باز خان مزاری، مخدوم نور محمد ہاشمی اور صاحبزادہ احمد رضا قصوری۔

۳۰ جون ۱۹۷۴ء کے بعد سے جب کمیٹی کے مسلسل اجلاس شروع ہوگئے تو قادیانی ربوہ گروپ اور لاہوری گروپ کے سربراہوں نے اپنی طرف سے صفائی پیش کرنے اور

Marfat.com

اپنے عقائد کی وضاحت کرنے کے لیے کمیٹی سے حاضری کی اجازت مانگی جسے کمیٹی نے بخوشی دے دیا۔

مرزا ناصر الدین سربراہ ربوہ گروپ نے اپنا تحریری محضرنامہ پیش کیا جس پر کمیٹی کے علماء نے کافی تعداد میں سوال کیے۔ مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری کی روایت کے مطابق مولانا محمد ذاکر' سید محمد علی رضوی اور صرف انہوں نے ۷۵ سوال کیے۔ اس کے محضرنامہ کا جواب تیار کرنے میں مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری' مولانا محمد علی رضوی' اور مولانا محمد ذاکر کی خدمات بڑی نمایاں ہیں جو مسلسل مہینوں کے اس اجلاس میں شرکت کے لیے اسلام آباد مقیم رہے۔ مولانا کی علالت طبع اور اس قدر جانکاہ کام کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عشق تھا کہ جس کی وجہ سے باوجود سخت علالت اور معذوری کے آپ نے اتنی طویل مدت میں اس قدر محنت سے اپنا فرض ادا کیا۔ آخر ان سرفروشان ناموس رسالت کی رات دن کی محنت پھل لائی اور اس حکومت کو جو سراسر قادیانی امت کی سرپرست تھی' کو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اسے غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا۔

جس پر مرزائیوں نے مسلمانوں اور حکومت پاکستان کے خلاف اس قدر زہر اگلا کہ خدا کی پناہ۔ اشتہارات شائع کیے' رسائل اور کتابیں لکھ کر تقسیم کیں۔ بعض غیر ملکی حکومتوں سے رجوع کیا۔ ظفراللہ خان نے اس فیصلے کے خلاف بیان دیا۔ مرزا ناصر نے اشتعال انگیز تقاریر کیں۔ ان کے پروپیگنڈے سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ پاکستان سے اسلام کا جنازہ نکال دیا گیا ہے۔ اس مسموم فضا کو اور مکدر کرنے کے لیے انہوں نے فوری طور پر چار عالمی مراکز تجویز کیے۔ یورپ میں لندن' افریقہ میں زیمبیا' مشرق وسطیٰ میں ابو ظہبی اور مشرق بعید میں جزائر فجی۔ قادیانیوں نے ان مقامات پر اپنے سینکڑوں مبلغ بھیجے۔ ربوہ کے محاذ اور مضبوط کرنے کی سوچ بچار کی گئی۔ ان سرگرمیوں پر حکومت خاموش تماشائی بن گئی جس پر مجلس تحفظ ختم نبوت نے فوراً نوٹس لیا اور باہمی مشاورت کے بعد قادیانیوں کی بیرونی دنیا میں اسلام دشمن سرگرمیوں کو روکنے کے لیے وفود تیار کر کے بھیجے جن کی مساعی سے ایک لاکھ مرزائیوں نے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا۔ ۳۴ اسلامی ممالک میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا جس سے قادیانیوں کے اسلام کے نام پر بنائے گئے تمام مراکز بند ہو گئے۔ ربوہ کو مسلمانوں کے لیے کھلا شہر بنا دیا گیا جس کے لیے مسلمانوں کے لیے ایک مسجد اور مدرسہ قائم کر کے کام شروع کر دیا گیا۔

قادیانیوں نے اپنے آپ کو انتخابی فہرستوں' شناختی کارڈوں اور اپنے رسائل و

Marfat.com

جرائد میں آئینی اقدام کے باوجود مسلمان ہی ظاہر کیا اور ملک میں موجود اصل مسلمانوں کے ساتھ پنجہ آزمائی میں اور جارحیت اختیار کر لی۔ جس پر ملک کے اخبارات' تنظیموں اور علمائے کرام نے زبردست شور مچایا۔ جولائی ۱۹۷۷ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ان تلخ حالات میں فوجی حکومت نے نئے انتخابات کی راہ نہ پا کر تطہیر کا کام شروع کر دیا۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے جب صدر کا عہدہ سنبھالا اور اپنی گورنمنٹ کو صدر پاکستان نے۔جمہوری صورت دے کر اسلامی نظام حکومت کے قیام کا عزم ظاہر کیا تو علمائے کرام نے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی توجہ قادیانیوں کی ان سرگرمیوں کی طرف دلاتے ہوئے خصوصی احکامات صادر کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ اپنے ایک صدارتی آرڈیننس میں چند اسلامی حدود اور تعزیرات کا نفاذ کیا۔ قادیانی جماعت چونکہ اپنی تخریبی سرگرمیوں سے پیچھے نہیں ہٹ رہی تھی۔ جس پر صدر مملکت نے اپنے خصوصی اختیارات کے تحت ۲۷ اپریل ۱۹۸۴ کو مندرجہ ذیل آرڈیننس نافذ کیا:

"ہرگاہ کہ یہ امر قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروہ' لاہوری گروہ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں کے ارتکاب سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔

ہرگاہ کہ صدر پاکستان کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جو فوری کارروائی کے متقاضی ہیں لٰہذا پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کی تعمیل میں اور ان تمام اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے جو اس سلسلہ میں انہیں حاصل ہیں' صدر پاکستان حسب ذیل آرڈیننس وضع اور نافذ کرتے ہیں:

## حصہ اول مختصر عنوان اور آغاز

(الف) اس آرڈیننس کا نام قادیانی گروہ اور احمدیوں کے خلاف اسلام سرگرمیوں کا ارتکاب (ممانعت و سزا) آرڈیننس ۱۹۸۴ء ہوگا۔

(ب) یہ فوری طور پر نافذ ہوگا۔

## ۲۔ عدالتوں کے احکام اور فیصلوں کے استرداد کا آرڈیننس

اس آرڈیننس کی دفعات / عدالتوں کے احکام اور فیصلوں کے علی الرغم نافذ ہوں گے۔

Marfat.com

## حصہ دوم (مجموعہ تعزیرات پاکستان کی ترامیم (قانون نمبر ۴۵' باب ۱۸۶۰)

مجموعہ تعزیرات پاکستان (قانون نمبر ۴۵' بابت ۱۸۶۰) میں نئی دفعات ۲۹۸ ب اور ۲۹۸ ج کا اضافہ

۲۹۸ ب بعض مقدس ہستیوں اور متبرک مقامات کے لیے مخصوص القاب و آداب و صفات وغیرہ کا غلط استعمال

ا - قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا جو شخص کسی تقریر' تحریر یا واضح علامت کے ذریعہ سے:

(الف) رسول پاکؐ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی خلیفہ یا صحابی کے سوا کسی اور شخص کو امیرالمومنین "خلیفۃ المومنین' خلیفہ المسلمین' صحابی' رضی اللہ عنہ لکھے گا۔

(ج) اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کے نام سے پکارے گا یا اس کا حوالہ دے گا وہ تین سال تک کی قید (کسی قسم) اور جرمانے کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

۲ - قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا جو شخص کسی تقریر یا تحریر یا واضح علامت کے ذریعے سے اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا شکل کو اذان سے موسوم کرے گا' یا مسلمانوں کے طریقے کے مطابق اذان کہے گا' وہ تین سال تک کی قید (کسی قسم) کی سزا نیز جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔

## ۲۹۸ ج - قادیانی گروہ وغیرہ کا اپنے آپ کو مسلم کہلانے' اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے یا نشرو اشاعت کرنے والا شخص

قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا جو شخص اپنے آپ کو بلاواسطہ یا بالواسطہ "مسلم" کہلاتا ہے یا اپنے عقیدے کو اسلام کہتا ہے یا ظاہر کرتا ہے' یا دوسروں کو تقریر' تحریر' یا واضح علامت یا کسی بھی اور طریقے سے اپنے عقیدے کی دعوت دیتا اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتا ہے' وہ تین سال تک کی قید (کسی قسم) کی سزا نیز جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔

Marfat.com

باب دوم

(حصہ دہم)

# تحریک احیائے تبلیغ

- معاشرتی مسائل
- دارالتبلیغ اور اس کی مساعی
- شعبہ نشر و اشاعت اور ماہنامہ "الجامعہ"
- ادارہ تصنیف و تالیف کی اشاعتی خدمات
- پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ میں آپ کی مساعی

Marfat.com

## ۱۔ معاشرتی مسائل

مولانا محمد ذاکر نے ضلع جھنگ کے جس علاقہ میں اصلاح کا بیڑا اٹھایا وہ بڑے مایوس کن اور تکلیف دہ مسائل سے اٹا پڑا تھا۔ علاقہ میں پوری آبادی طبقاتی طور پر جاگیردارانہ' مزارعین اور کمین اقوام میں منقسم تھی۔ انگریزوں کے پروردہ جاگیردارانہ طبقہ میں زیادہ تر لوگ شیعہ تھے۔ جو تعداد میں تھوڑے لیکن بڑی بڑی جاگیروں کے مالک تھے۔ جب کہ مزارعین اور کمین اقوام کی غالب اکثریت سنی العقیدہ تھی۔ دریا کے قرب و جوار کے بیشتر علاقے غیر آباد تھے۔ جہاں چوروں کے خفیہ اڈے تھے اور ان کی سرپرستی جاگیردار قبائل کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے علاقے میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ تھا۔ امن و سکون نام کا نہ تھا۔ جہالت زوروں پر تھی۔ جاگیردار اپنی امارت و عیاشی اور مزارعین و کمین اپنی مالی کمزوریوں کی وجہ سے علم کی تحصیل سے دور بھاگتے تھے۔ جاگیردار ان کے اذہان سے لے کر جسم و جان تک کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے۔ اس لیے ان غریب اقوام کا کوئی اپنا لائحہ عمل تیار کرنا بڑا ناممکن تھا۔

مولانا چونکہ ایک غریب خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ دین اور دینی علوم کی خدمت اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی تھی۔ علاقے میں اپنی دینداری اور سیاست کی وجہ سے محترم شمار ہوتے تھے۔ والدین کی تربیت اور قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ عقل سلیم کی وجہ سے علم و حکمت سے بڑی لگن تھی۔ دینی علوم کی تحصیل اور تحریک ہائے آزادی کی قید و بند نے آپ کو علاقے کے مسائل کو سمجھنے اور سلجھانے کی طرف مائل کیا۔ چنانچہ آپ نے درپیش معاشرتی مسائل کو مندرجہ ذیل زاویوں سے درست کرنے کا کام شروع کیا۔

۱۔ تعلیم کا فروغ

۲۔ رسومات قبیحہ کا انسداد اور اسلامی تعلیمات کا احیاء

۳۔ سماجی انصاف اور سیاسی شعور کی بیداری

جلد آپ کو اہل دل اور علم دوست افراد کا تعاون مل گیا۔ جس سے ضلع جھنگ کے بے آب و گیاہ اور اجڈ علاقے میں علم کی شمع سے جہالت کے تاریک سائے سمٹنے لگے اور چند ہی سالوں کی محنت سے علاقے میں ذہنی اور سماجی سطح پر ایک بڑا انقلاب آ گیا۔ جس کے طفیل سے جاگیرداری طلسم ٹوٹ گیا۔ مزارعین کو ان کی خودداری واپس مل گئی۔ وہ

Marfat.com

گاؤں اور قریہ سے پڑھے لکھے افراد کے دستے نکلنا شروع ہو گئے اور اس طرح چند ہی سالوں کی محنت سے ضلع جھنگ بالعموم اور تحصیل چنیوٹ بالخصوص کئی دور رس فوائد سے ہمکنار ہو گئے۔

## دارالتبلیغ اور اس کی مساعی

علاقہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام مولانا مرحوم کے اکابرین پہلے دن سے ہی کرتے آ رہے تھے۔ لیکن مولانا نے اس کام کو وقت کی ضرورت کے پیش نظر ایک منظم صورت دی۔ جامعہ محمدی کی بنیاد ہی دراصل اسی جذبہ کی مرہون منت تھی۔ جس کے تحت علاقہ کے عوام میں تعلیمی' مذہبی اور سیاسی شعور کی بیداری کا کام لیا گیا۔ دارالتبلیغ جامعہ محمدی کی تعلیمی تحریک کا ہی ایک شعبہ تھا' جس کے ذریعے علاقہ میں علماء کرام مختلف جلسوں' مذاکروں' مناظروں اور تعلیمی و تبلیغی اشتہاروں کی صورت میں عوام الناس کی تعلیم کا اہتمام کرتے۔

مولانا مرحوم نے جامعہ محمدی میں اس شعبہ کو مضبوط قدر بنیادوں پر استوار کیا۔ اس کو باقاعدہ منظم اور مربوط پروگراموں کے تحت علاقہ میں کام کرنے کا موقع دیا۔ اس شعبہ کا جامعہ کے زیر تعلیم طلبہ' فارغ التحصیل طلبہ' اساتذہ کرام' علمائے کرام اور ملک کے دیگر نامور علمائے کرام سے رابطہ رہتا۔ علاقہ کے اندر ہفتہ وار مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہر ہفتہ کے آخر پر شعبہ کے کارکنان کا اجلاس ہوتا گزشتہ کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا اور نیا لائحہ عمل تیار کیا جاتا۔ اس شعبہ کے زیر اہتمام علاقہ کے مختلف قصبات و دیہات میں ایک محتاط اندازہ کے مطابق کم و بیش چھ ہزار اجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں ہر سال کے اہم قومی ایام پر تقریباً ۱۵۰۰ اجلاس ہوئے۔ جامعہ محمدی میں اہم افراد کی آمد سے تبلیغی کانفرنسوں اور ادارہ کے یوم تاسیس کی مناسبت پر جو اجلاس ہوئے ان کا اندازہ قریباً ۲۰۰ اجلاس ہیں۔ علاقے میں اسی شعبہ کے ذریعے جو مختلف تبلیغی اجتماعات منعقد کیے گئے ان کا اندازہ ۳۰۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ مولانا مرحوم کے اکابرین کے عرس کی مناسبت سے جو تبلیغی اجتماعات کیے گئے ان کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے۔ جو صرف مولانا مرحوم کی زیر نگرانی ہوئے۔ یہ جائزہ صرف جامعہ محمدی کے قیام سے لے کر مولانا مرحوم کے یوم وصال تک کے عرصہ پر مشتمل ہے۔ شعبہ دارالتبلیغ کو جامعہ محمدی کے طلبہ کی انجمن' فارغ التحصیل طلبہ کی انجمن ابنائے جامعہ' اساتذہ کرام اور مقامی دینی تنظیموں کا ہر وقت تعاون حاصل

Marfat.com

رہا۔ اس شعبہ کی پر خلوص اور انتھک محنت سے علاقہ میں بڑے مفید اثرات مرتب ہوئے۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے علاقہ کی آبادی مذہبی اور تعلیمی شعور سے مالا مال ہے۔ رسومات قبیحہ اور غیر ضروری افعال کے خلاف ہر قصبہ اور دیہات سے اصلاحی انجمنوں کی صورت میں نوجوان ابھر رہے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں جب انشاء اللہ مولانا مرحوم کے خلوص سے بوئے گئے اسلامی ثقافت کے بیج گھنے اور سایہ دار متمدن چمن کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

شعبہ دارا لتبلیغ کے ارباب کار نے ہمیشہ فرقہ وارانہ عصبیت اور لایعنی اختلافی مسائل سے اپنے آپ کو دور رکھا۔ چونکہ مولانا اور ان کے رفقائے کار زیادہ تر سنی العقیدہ متوسط مسلمان تھے اور علاقے کا جاگیردار طبقہ زیادہ تر شیعہ تھا' اس لیے یہ ابھرتی تحریک جاگیردار طبقے کی آنکھوں میں ہمیشہ کھٹکتی رہی۔ چنانچہ انہوں نے اس تحریک کو دبانے کے لیے جہاں سیاسی سطح پر اپنے داؤ پیچ لگائے۔ وہاں انہوں نے مذہبی طور پر کئی اشتعال انگیز اقدامات کیے جن کی وجہ سے ادارہ چپ نہ رہ سکا۔ اور مولانا محترم نے اس اشتعال انگیز امور پر زبردست احتجاج کیا۔ جن کی وجہ سے بعض لوگ مولانا کو علاقہ میں فرقہ وارانہ عصبیت کو جنم دینے کا مورد الزام ٹھہراتے ہیں جو کہ بالکل غلط اور نامناسب ہے۔ شیعہ اقلیت سنی العقیدہ اکثریت کے ساتھ اگر باہمی احترام اور عدم تجاوز کے اصول پر معاملات رکھتے تو کبھی بھی علاقے میں اس پریشان صورتحال کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ لیکن جب اقلیت نے ذاتی جاگیرداری کی بنیاد پر اکثریت کے مذہبی' تعلیمی' سماجی اور سیاسی حقوق پر ڈاکے ڈالنا شروع کر دیے تو اس کا نتیجہ لازماً تصادم تھا۔ ان تجاوزات کی ہلکی سی جھلک ذیل میں دی جاتی ہے۔

۱۔ شیعہ العقیدہ جاگیرداروں نے ضلع جھنگ میں کثرت سے شیعہ العقیدہ مہاجرین کو آباد کرنے کی کوشش کی اور سنی العقیدہ مہاجرین کو آباد ہونے میں بری طرح مزاحم ہوتے رہے۔

۲۔ قیام پاکستان کے بعد ہی علاقہ پر وسیع سطح پر مجالس عزاء کا سلسلہ شروع کیا اور عوام الناس کو شیعہ عقیدے کو اپنانے کی تحریک کی۔

۳۔ مزارعین جن کی اکثریت سنی العقیدہ تھی' کو مجبور کیا گیا کہ وہ مجالس عزا میں بھرپور سطح پر حصہ لیں جو کوئی مزارع کسی طرح بھی تردد سے کام لیتا اس سے زمین چھین لی جاتی یا اسے کسی مالی بحران سے دو چار کر کے پریشان کر دیا جاتا۔

Marfat.com

۴- سنی العقیدہ لوگوں کے زیور تعلیم سے آراستہ ہونے میں رکاوٹیں ڈالی جاتیں۔ مزارعین کو اپنے بچوں کو پڑھانے سے منع کیا جاتا۔ اور انہیں ذاتی مشاغل میں نوکری چاکری کے لیے ساتھ رکھا جاتا۔

۵- غریب سنی العقیدہ عوام کے مذہبی اکابرین کو برا بھلا کہا جاتا۔ ان کے عقائد پر استہزا کیا جاتا۔ یہاں تک کہ اکابر صحابہ کرام کے پتلے بنا کر ان کی سرعام توہین کی جاتی۔

۶- غریب مزارعین کی بہو بیٹیاں جاگیرداروں کے گھروں میں لونڈیوں کے طور پر کام کرتیں۔

۷- ملکی سیاست سے انہیں دور رکھا جاتا جس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے حاصل جمہوری حقوق سے بھی محروم رکھا جاتا۔ غرض اس قسم کی کئی اور وجوہات تھیں جن کی وجہ سے مولانا مرحوم کو اہل سنت والجماعت عوام کی داد رسی کرنی پڑی۔ ان کی مذہبی، تعلیمی سماجی اور سیاسی بقا کے لیے جاگیردار طبقہ سے جنگ مول لینا پڑی اور آخر آپ کی پرخلوص اور منصفانہ جدوجہد کی وجہ سے علاقہ میں اکثریتی عوام کو ان کی جمہوری آزادی کا پروانہ ملا۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے جاگیردار حضرات کسی کے مذہبی، سماجی، تعلیمی، اور سیاسی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ آج غریب مزارعین کے بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ان کو اپنے حقوق اور فرائض کا احساس ہے۔ آج جاگیردار کو ان سے دھونس اور دھاندلی کی بجائے باہمی اخلاق، رواداری اور علاقہ کی بہتری و ترقی کے لیے منصفانہ حکمت عملی کے ساتھ بات کرنا ہوگی۔

دارا تبلیغ کا رویہ ان تمام مظالم کے خلاف احتجاجانہ رہا۔ جب کہ مخالفین نے ہمیشہ جارحانہ رویہ رکھا۔ دارا تبلیغ کی مساعی میں تنظیم اہل سنت والجماعت کی مساعی بڑی قابل قدر ہیں۔ جن کی علمی اور عملی مساعی سے علاقہ کے عوام کو اپنے حقوق کا شعور ملا اور انہیں اپنی بقاء کے لیے لڑنے کا جذبہ ملا۔ ہفت روزہ تنظیم اہل سنت کے ضلع جھنگ نمبر کی خصوصی اشاعت (۲۰ شوال المکرم ۱۳۶۸ھ) سے اس دور کی مظلومیت کا پتہ چلتا ہے کہ ضلع جھنگ ایک طرف قادیانی فتنہ کی تبلیغی یلغار میں تھا اور دوسری طرف شیعہ جاگیردار کے مظالم کا شکار تھا۔ ہر اتوار کو مرزائی نوجوانوں کی ایک کھیپ ربوہ کے مضافات میں نکلتی اور انہیں مرتد کرنے کی کوشش کرتی اور آہستہ آہستہ ان کی تبلیغی جماعتیں سارے جھنگ میں تبلیغ کا پروگرام بنانے لگیں۔ جس پر مولانا مرحوم کی زیر نگرانی دارا تبلیغ کے شعبہ کے اہتمام علاقہ میں ان کی سرگرمیوں کا محاسبہ کیا گیا اور اللہ کے فضل و کرم سے چند ہی ماہ

Marfat.com

میں ان کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ حالانکہ اس وقت جھنگ کے شیعہ اکابرین مرزائیوں سے جنگ لینے کو فرقہ واریت کا شاخسانہ سمجھتے تھے۔

غرض واقعہ حسو بلبل' واقعات شاہ صادق ننگ' مظالمین سادات رجوعہ اور واقعات فسادات جھنگ شیعہ جاگیرداروں کی زیادتیوں اور چیرہ دستیوں کی زندہ داستانیں ہیں۔ جن کے بیان کرنے سے قلم لرزتا ہے۔

## شعبہ نشرو اشاعت اور ماہنامہ "الجامعہ"

شعبہ نشر و اشاعت مولانا محمد ذاکر کی تبلیغی مساعی کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ اس شعبہ کے زیر اہتمام ہر مقدس تہوار اور اسلامی ایام کے مواقع پر پمفلٹ اور اشتہارات چھاپے جاتے ہیں۔ جو علاقے کی مساجد اور پڑھے لکھے افراد کے حلقوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ اسلامی تقویم تاریخ اسلامی کی تدریجی تخلیق کا بہت بڑا آئینہ ہے۔ ہر ماہ کسی خاص واقعہ اور کسی خاص موقعہ سے منسوب ہے۔ اس لیے اس شعبہ کے تحت ہر اہم واقعہ اور اہم موقعہ پر عوام الناس کو تبلیغی اجتماعات' تبلیغی' پمفلٹوں اور اشتہارات سے آگاہ کیا جاتا۔ ماہنامہ "الجامعہ" اس شعبہ کا بہت بڑا اشاعتی ذریعہ تھا۔ جس کے اندر مختلف مضامین پر جید علماء اور اہل قلم کی نگارشات دی جاتیں۔ اس کے ادارتی نوٹ ملک کے اہم ملی و قومی مسائل پر بے لاگ تبصروں کے حامل ہوتے۔ ماہنامہ اپنی زندگی کی پچاس بہاریں گزار چکا ہے۔ لیکن اس کے مضامین کی سچائی اور بلند فکری کا خط ہنوز کسی زوال کا شکار نہیں ہوا۔

شعبہ نشر و اشاعت کی تعلیمی' اصلاحی اور فکری خدمات علاقہ کے عوام کے لیے لائق صد تحسین ہیں۔ جامعہ محمدی کی نصابی اور تعلیمی تحریک اس ادارہ کی خدمات سے آج بھی تازہ اور زندہ ہے۔

شعبہ ہذا کے زیر اہتمام جامعہ محمدی کے قیام سے لے کر مولانا محترم کے وصال تک معمول کی اشاعتوں کے علاوہ الجامعہ کے بیس خصوصی نمبر پانچ سو پمفلٹس اور ایک ہزار مختلف النوع اشتہارات شائع کر چکا ہے۔

طباعت اور اشاعت کی تکلیف دہ مالی صورتحال کے باوجود اس قدر اشاعتی کام ادارہ کی گراں قدر خدمت ہے۔

## ادارہ تصنیف و تالیف کی اشاعتی خدمات

یہ ادارہ مولانا محمد ذاکر کی زیر نگرانی ۱۹۴۹ء میں قائم کیا گیا۔ ادارہ کی ضرورت سے

Marfat.com

پیش نظر تحقیق اور نایاب کتب فراہم کر کے ایک بڑا کتب خانہ قائم کیا گیا۔ تعلیم، تاریخ، ادب اور اسلام پر نہایت عمدہ قسم کی تصانیف جمع کی گئیں۔ جن کی مدد سے ادارہ کے اراکین نے بڑی قابل قدر نگارشات کو جنم دیا۔ جامعہ کی تعلیمی تحریک کو اس شعبہ کے اراکین کی ہمت مردانہ اور جہد مسلسل سے بڑی تقویت ملی۔ ادارہ کے عزائم و مقاصد کی روشنی میں حدیث، تفسیر، تاریخ اور دیگر اسلامی موضوعات پر گراں قدر مقالے لکھے گئے۔ جن کو ماہنامہ "الجامعہ" کی ماہوار اشاعتوں میں جگہ ملی۔ ان مضامین کو یکجا طور پر شائع کرنے کا پروگرام مولانا مرحوم کے پیش نظر تھا۔ لیکن مالی مشکلات اور لامحدود اخراجات کے پیش نظر یہ خواب تشنہ رہے۔ ماہنامہ کی اشاعت بھی اپنے اخراجات کے اعتبار سے بہت بڑی اشاعتی ذمہ داری تھی، جس کو باوجود تمام مالی مشکلات کے جاری رکھا گیا لیکن کئی اہم اشاعتی منصوبے تکمیل کا مرحلہ نہ طے کر سکے۔ تاہم مولانا کی زندگی ہی میں اس شعبہ کی طرف سے گراں قدر تخلیقی و تحقیقی کام ہوئے جن میں سے مندرجہ ذیل کتب باوجود شدید مالی مشکلات کے شائع بھی ہو گئیں:

۱- حدیث ثقلین / مولانا محمد نافع صاحب۔

۲- تحریک جامعہ محمدی / مولانا سید محمد متین ہاشمی۔

۳- رحماء بینھم (تین جلدیں) / مولانا محمد نافع صاحب۔

۴- عربی قاعدہ / مولانا صادق جامعی

## پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ

۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیائے عالم کے نقشہ پر اسلام کے حوالے سے ایک نظریاتی مملکت کے طور پر ابھرا۔ ابتدائے قیام سے ہی گوناگوں مسائل سے پالا پڑا۔ مہاجرین کی آبادکاری، ہندو اور سکھوں کی نقل مکانی اور باہمی قتل و غارت کے سنگین واقعات نے ملکی معیشت کا تیا پانچہ کر دیا۔ خزانے خالی تھے۔ تربیت یافتہ عملہ نہ ہونے کے برابر اور اس طرح کے بیسیوں دیگر مسائل میں اس نوزائیدہ مملکت کا اپنے وجود کو قائم رکھنا ایک معجزہ سے کم نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت اور مسلمان جانثاروں کی قربانیاں کے طفیل دشمنان اور بدخواہاں پاکستان کے خواب غلط ثابت ہوئے۔ اس ابتدائی کسمپرسی میں قوانین ہند کو ضروری ترامیم کے ساتھ عبوری طور پر نافذ کیا گیا۔ جن کے تحت نئی دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کر کے نئے دستور کی تدوین و ترتیب

Marfat.com

کا کام مکمل کرنا تھا۔ بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے علمائے کرام کو اسلامی قانون کے سلسلہ میں مناسب سفارشات تیار کرنے کی دعوت دی' لیکن اسی دوران ۱۱ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو آپ کا انتقال ہوگیا جس سے دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کا کام سرد خانے میں پڑ گیا اور قوم ایک نئے بحران سے دوچار ہوگئی۔ نوابزادہ لیاقت علی خان نے اس مشکل موقع پر قوم کو سنبھال لیا۔ ۷ر مارچ ۱۹۴۹ء کو انہوں نے مجوزہ دستور کے نمائندہ اصولوں کے تعین کے لیے قرارداد مقاصد تیار کر کے اسے تحریک کی صورت میں پیش کیا۔ اس میں خدا کی وحدانیت اور اس کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا۔ اور حکومت پاکستان کے لیے خدا کے بتائے گئے احکامات کی بجا آوری ایک مقدس عہد سے تعبیر کی گئی۔ پاکستانی عوام کی نمائندگان پر مشتمل دستور ساز اسمبلی کی یہ ذمہ داری لگائی گئی کہ وہ آزاد مملکت پاکستان کے لیے ایسا دستور تیار کرے جن میں جمہوریت' آزادی فرد' مساوات' سماجی انصاف اور عفو و درگزر کے اسلامی اصولوں کی ضمانت فراہم ہو۔ نیز اس میں ایسی راہوں کا تعین ہو جن پر چل کر ایک مسلمان اسلامی اصولوں کے مطابق کامیابی سے اپنی زندگی گزار سکے۔ اس قرارداد میں دستور میں ایسے نکات کی فراہمی پر بھی زور دیا گیا جس نے غیر مسلم اقلیتوں کو اپنی مذہبی فرائض کی انجام دہی اور اپنی تہذیب و ثقافت کی آزادانہ فروغ کی ضمانت مل سکے۔ ۱۲ر مارچ ۱۹۴۹ء کو قرار داد مقاصد نے متفقہ طور پر اس وقت کی اسمبلی نے منظور کر لی اور اس طرح مملکت پاکستان کے دستور کی آئینی حیات کا ایک رخ پہلی دفعہ آئینی طور پر متعین ہوگیا۔ علمائے کرام نے اس پر قناعت نہ کی بلکہ ایک مکمل دستور اسلامی کی تشکیل کے لیے حکومت پر زور دیتے رہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اس قافلہ کے سالار تھے۔ فروری ۱۹۵۰ء میں ڈھاکہ کے اندر ہونے والی علوم اسلامیہ کانفرنس میں صدارتی خطبہ دیتے ہوئے دستور ساز اسمبلی سے انہوں نے مطالبہ کیا' کہ نامور علماء اور مفکرین پر ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اسمبلی کے لیے دستور کا ایک ڈرافٹ تیار کر کے پیش کرے۔

چنانچہ ۲۵ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے چیئرمین دستور ساز اسمبلی کے صدر تمیز الدین خان بنائے گئے۔ اس کمیٹی نے نامور علماء پر تعلیمات اسلامیہ کے نام سے ایک بورڈ تشکیل دیا جو انہیں قرارداد مقاصد کے آئینہ میں مناسب تجاویز دے۔ اس بورڈ نے کمیٹی کو جو سفارشات پیش کیں وہ زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں اور اسی وجہ سے رائے عامہ کو ان سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔ اس دوران علمائے کرام اور سیاستدان حضرات میں اختلافات کا ایک لایعنی سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس کی وجہ سے دستور

Marfat.com

ساز اسمبلی نے بورڈ کی سفارشات کو نظر انداز کر کے رائے عامہ سے اس سلسلہ میں ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء تک سفارشات طلب کر لیں۔ چنانچہ مختلف مکاتیب فکر کے علماء جنوری ۱۹۵۱ء میں مل بیٹھے اور انہوں نے بائیس نکات پر مشتمل ایک دستاویز حکومت کو پیش کی۔ اسی دوران قائد ملت لیاقت علی خان نے مارچ ۱۹۵۱ء میں دستور ساز اسمبلی کے نئے انتخابات کروائے جس میں مولانا محمد ذاکر مرحوم جھنگ کے حلقہ نمبر ۹ سے بڑے بھاری ووٹوں کی اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ مسلم لیگ نے اس انتخاب میں کثیر تعداد میں جاگیرداروں کو ٹکٹ دیے جس کے نتیجہ میں بننے والی دستور ساز اسمبلی کے ممبران میں کثیر تعداد جاگیرداروں کی تھی۔ مولانا محمد ذاکر آزاد امیدوار کے طور پر اپنے علاقہ میں ایک ایسے معروف اور بااثر جاگیردار کو شکست دے کر منتخب ہوئے تھے جنہیں مسلم لیگ کی حمایت حاصل تھی۔ حلف برداری کی تقریب میں ہی مولانا محمد ذاکر نے حلف نامہ کی عبارت میں واقع کوتاہیوں کو محسوس کرتے ہوئے وضاحت طلب کر لی اور یہ کہا کہ دستور پاکستان کا لفظ ابھی قیام پاکستان کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں اس لیے دستور پاکستان کے لفظ کی بجائے قرارداد مقاصد کے حوالہ سے حلف برداری ہونی چاہیے۔ کیونکہ اس قرارداد مقاصد میں یہ طے ہے کہ پاکستان ایک آزاد اسلامی مملکت ہے جس میں کوئی قانون کتاب و سنت کے احکام سے ہٹ کر نافذ نہیں کیا جا سکے گا۔ وقتی نزاع کے باوجود آپ نے حلف نامہ کے الفاظ کو اپنے مقصود و معانی سے مربوط کرتے ہوئے حلف نامہ اٹھایا۔ آپ کا یہ اقدام اسلامی قانون کی برتری کے احساس کو اجاگر کرنے میں دستوری ایوان کے دروازہ پر پہلی دستک ثابت ہوئی اور آپ کا یہ عزم اس وقت حقیقت بن گیا جب اس قرارداد مقاصد کو بطور ابتدائیہ آئین پاکستان میں شامل کر لیا گیا۔

مولانا مرحوم نے اسمبلی کے اندر اور باہر رہ کر حکومت اور ارباب علم کی ہمیشہ توجہ ہر اس کام کی طرف مبذول کرائی جس سے نظریاتی مملکت کو اس مقصود سے قریب تر کیا جا سکے۔ اسلامی تعلیم پر بڑا زور دیا۔ نصاب تعلیم میں اسلامی موضوعات کے اضافہ اور شعبہ اسلامیات کے قیام اور کارکردگی کے بارے میں آپ کے استفسارات آپ کے اسی جذبہ کے مرہون منت ہیں۔ ۱۹۵۶ء کے آئین کی تیاری کے وقت آپ نے اپنے موقر جریدہ "الجامعہ" میں ضروری راہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے لیے کئی راہنما مضامین شائع کیے، بالخصوص الجامعہ کا اسلامی آئین نمبر شائع کر کے اسلامی آئین کی تدوین کے لیے علمی سرمایہ مہیا کیا۔ ۱۹۵۸ء میں جب ایوب خان کا مارشل لاء لگ گیا اور اسمبلی توڑ دی گئی تو آپ نے

Marfat.com

اپنے ادارہ میں متعدد ارباب علم اور ارباب سیاست کے اجتماعات میں اسلامی قوانین کی تنفیذ کی قراردادیں پاس کر کے حکومت کی توجہ مبذول کروائی۔

۱۹۶۰ء میں جب حکومت نے آئین کمشن تشکیل دیا اور اس نے عوام الناس کی بھلائی کے لیے سوالنامہ مشتہر کیا تو آپ نے مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام کو مل بیٹھ کر ایک جامع جواب دینے کی ترغیب دی۔ چنانچہ ۵، ۶ مئی ۱۹۶۰ء کو علماء کا ایک اجلاس جامعہ اشرفیہ لاہور میں منعقد ہوا اور اس نے متفقہ طور پر حکومت کے چالیس سوالات کا جامع جواب تیار کیا۔

جون، جولائی ۱۹۶۰ء کے "الجامعہ" میں مولانا نے یہ جوابات بطور خاص شائع کیے اور اس کے ساتھ ایک اسلامی آئین کا مثالی خاکہ بھی شائع کیا۔ اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کے عنوان سے آپ نے سابق مجلس دستور ساز کی راہنمائی کے لیے تمام فرقوں کے علماء کرام کی طرف سے بنائے گئے ان بائیس نکات کو بھی شائع کیا جو اسلامی آئین کے سلسلہ میں علماء کرام کے باہمی اتفاق کی لازوال مثال تھے۔

یہ دور سیکولر افکار کے تسلط کا دور تھا۔ سکندر مرزا اور اس کے حواریوں نے ملک کو فکری انتشار اور لادینیت کے جس دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا، اس کے اثرات معاشرے میں ناسور کی طرح پھیل چکے تھے۔ سکندر مرزا نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہم اسلام کو مذہبی جنونیت میں کسی طور پر مان نہیں سکتے۔ اسی لیے ۱۹۵۶ء کے آرٹیکل ۱۹۷ کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کا مسئلہ معرض التوا میں ڈال دیا گیا۔ ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء نے اس فکری انارکی کو لگام دی اور ایوب خان کی حکومت نے اسلامی دفعات کے نفاذ کی قدرے حوصلہ افزائی کی۔ ۱۹۵۶ء کے آئین پر عوامی حلقوں نے جس شدت سے تنقید کی اور جتنا بھرپور احتجاج کیا اس نے اس کے نفاذ کو مشکل بنا دیا۔ جنرل ایوب خان کے مارشل لاء نے نفرت و استرداد کے بڑھتے ہوئے لاوے کو فوجی آمریت دباؤ کے تحت غیر موثر کر دیا۔ ۲/ مارچ ۱۹۶۱ء کو جنرل ایوب خان نے فیملی آرڈیننس نافذ کیا جس پر زبردست تنقید ہوئی لیکن حکومتی مصلحتوں نے تمام تر تنقید کے باوجود اس قانون پر عمل درآمد لازمی رکھا۔ مولانا محمد ذاکر مرحوم نے بھی اس بدعتی اجتہاد پر ماہنامہ "الجامعہ" اور ملک کے نامور اخبارات میں اپنے بیان کے ذریعہ زبردست احتجاج کیا۔ جماعت اسلامی نے اس کے خلاف ملک گیر تحریک چلائی۔ علاوہ ازیں تمام مذہبی عمائدین نے ان قوانین کو اسلامی شریعت سے دور ازکار قرار دیا۔ لیکن حکومت کے ایوانوں میں کوئی شنوائی نہ ہو سکی۔ ۲۳/ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو

Marfat.com

حکومت نے وقف جائیداد آرڈیننس نافذ کیا۔ جس سے ایک دفعہ پھر مذہبی ایوانوں میں زبردست ہلچل مچی۔ علمائے کرام نے حکومت کے ان مس مانے اجتہادات پر نظر ثانی کی اپیل کی۔ لیکن نام نہاد مصلحین اور جدت پسند مذہبی عمائدین کی تحقیق کاریوں نے کسی کا کوئی بس نہ چلنے دیا۔ یکم مارچ ۱۹۶۲ء کو صدر جنرل محمد ایوب خان نے ریڈیو پاکستان پر دستور پاکستان ۱۹۶۲ء کا اعلان کیا۔ جس میں ۱۹۵۶ء کے آئین ابتدائیہ میں بعض فکری تبدیلیاں کر دی گئیں۔ "اللہ کی طرف سے حاصل اختیارات کو امانت" کے الفاظ ختم کر دیے گئے۔ یہ الفاظ بدستور رکھے گئے کہ کوئی قانون اسلام سے بالاتر ہو کر نہیں بنایا جائے گا۔ دستور ۱۹۵۶ء کی دفعہ ۱۹۸ میں دیے گئے قرآن و سنت کے الفاظ کو مذہبی فرقوں کے اپنے اپنے مرادی معنوں سے مختص کر دیا گیا اور اس طرح اس دستور میں پہلی دفعہ مذہبی تفرقوں کو تسلیم کر لیا گیا۔

تاہم اس قانون میں اسلامیات اور قرآن کی تعلیم لازمی کر دی گئی اور اس بات کا تہیہ کیا گیا کہ اسلامی اخلاقیات اور عقائد کو ابھرنے کے پورے پورے مواقع دیے جائیں گے۔ نیز زکوٰۃ' اوقاف اور مساجد کے نظام کو موثر کرنے کی خواہش ظاہر کی گئی۔ دفعہ ۱۹۹ کے تحت ایک اسلامی مشاورتی نظریاتی کونسل کی تشکیل کا ارادہ ظاہر کیا گیا تاکہ وہ حکومت کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں موثر رہنمائی فراہم کر سکے۔ لیکن اس کی حیثیت مشاورتی رکھی گئی اور دستور ساز اسمبلی کو اس کے کسی فیصلے کا پابند نہ کیا گیا۔

۱۹۶۲ء کے اس دستور نے پہلے کی نسبت اسلامی تعلیمات کی اہمیت کو کسی حد تک زیادہ تسلیم کیا اور اسلامی مشاورتی نظریاتی کونسل کی تشکیل نے یہ امید بخشی کہ حکومت کسی حد تک ملک کی نظریاتی بنیادوں کو تسلیم کرنے لگی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے کئی اجلاس ہوئے جن میں اس نے سود' عشر نصاب اور معاملات کے طے کرنے کے لیے کسی مذہبی اتھارٹی کے قیام کی سفارشات تیار کیں۔ حکومت نے یہ سفارشات نظرثانی کے لیے دوبارہ واپس بھیج دیں۔ اور اس طرح کونسل کی کارکردگی غیر موثر کر دی۔

ایوب خان کی حکومت کا اندازہ جمہوریت کے پردے میں آمریت کا سیاہ دور تھا۔ جس سے عوام الناس میں بے چینی اور نفرت کے جذبات پروان چڑھے۔ سیاستدانوں نے اس کوتاہ دامنی کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسے ایک تحریک کی صورت میں زبردست طریقے سے پورے ملک میں پھیلا دیا۔ حکومت کے آہنی ہتھکنڈوں اور جبرو سطوت کے سلوک نے مجبور محض عوام کو اور زیادہ غضبناک کر دیا۔ جس سے نفرت و غضبناکی کا یہ طوفان ملک کے طول

Marfat.com

د عرض میں پھیل گیا۔ اور ایوب خان کو صدارت کی مسند سے دستبردار ہونے کے سوا اور کوئی عافیت نظر نہ آئی۔ جنرل یحییٰ خان نے اقتدار سنبھال لیا اور ملک ایک بار پھر مارشل لاء کی چھتری تلے آ گیا۔ یحییٰ خان نے نئے انتخابات کا اعلان کیا اور انتہائی ذمہ داری سے غیر جانب دارانہ الیکشن کروائے۔

۱۹۷۰ء میں جب قومی و صوبائی اسمبلی کے یہ دوبارہ انتخابات ہوئے تو مولانا بھی اپنے حلقہ میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ نے اسلامی آئین کی تنفیذ کے لیے تمام اراکین اسمبلی کو اجلاس شروع ہونے سے پہلے ایک اپیل مطبوعہ کرا کے بھیجی جس میں اسلام پسند قوتوں سے یہ درخواست کی گئی کہ قرآن و سنت پر مبنی آئین کی تیاری کے لیے باہم متحد ہو کر کام کریں اور تمام جماعتی و ذاتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی آئین کی تیاری کے لیے یک آواز ہو جائیں۔ اور ہر اس قانونی اساس کے خلاف کمربستہ ہو جائیں جو کسی ملحدانہ نظام کی نمائندہ بن سکے۔ "الجامعہ" جنوری ۱۹۷۱ء میں آپ نے اسلام پسند جماعتوں کے سربراہان کو ایک گول میز کانفرنس کے انعقاد کی تجویز دی اور اس میں ایک سب کمیٹی کی تشکیل پر زور دیا جو کہ متفقہ مسودہ آئین تیار کر کے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی راہ ہموار کر سکے۔ آپ نے اس کانفرنس کے ایجنڈے میں اسلامی متحدہ محاذ کے قیام کی بھی تجویز دی جو اسمبلیوں کے اندر و باہر منظم طور پر کام کرے۔

اپریل ۱۹۷۲ء میں جب قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس ہوا اور ممبران اسمبلی کی حلف برداری کی تقریب منعقد ہوئی تو اس میں مولانا نے اپنے حلف نامے کی عبارت بذات خود بڑھائی کہ "میں یہ حلف نامہ اس امید پر پڑھتا ہوں کہ مستقبل قریب میں پاکستان کا آئین قرآن و سنت کے مطابق ہوگا"۔ جولائی میں جب قومی اسمبلی کا دوبارہ اجلاس شروع ہوا اور اس میں معاہدہ شملہ زیر بحث آنا تھا تو آپ بطور خاص تشریف لے گئے باوجود علالت طبع کے آپ نے سانحہ مشرقی پاکستان اور حالیہ معاہدہ شملہ کو بہت بڑا عالم اسلام کے لیے نظریاتی نقصان قرار دیا۔ آپ نے اپنے خطبات میں سندھ کی لسانی تحریک کے زہریلے پروپیگنڈے اور تنظیم سازی کی طرف بطور خاص حکومت کی توجہ دلائی اور یہ واضح کیا کہ ملک کو اس کی نظریاتی اساس سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں اور ان عوامل کی سرکوبی کریں جو ملک میں تفرقہ بازی اور انتشار کے عناصر کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ اگست ۱۹۷۲ء کے ماہنامہ "الجامعہ" میں آپ نے اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کے عنوان سے علمائے اسلام کے متعلقہ نکات پر مبنی ایک راہنما مضمون شائع کرا دیا تاکہ پاکستان کی نو منتخب

Marfat.com

دستور ساز اسمبلی کو نظام اسلامی کی افادیت و اہمیت باور کرائی جا سکے۔ اس کے علاوہ بعد میں بھی ماہنامہ الجامعہ میں نظام اسلامی کیلئے ارباب علم کو اس اہم امر پر سوچ و بچار اور تفکر و تدبیر کی دعوت دی جاتی رہی۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو جب تمام سیاسی جماعتوں نے "وفاقی پارلیمانی طرز حکومت" کو متفقہ طور پر تسلیم کر لیا تو آپ نے اس آئینی مفاہمت پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ ماہنامہ "الجامعہ" نومبر ۱۹۷۲ء کے اداریہ میں اس اہم قدم پر تمام سیاسی اکابرین اور ارباب اقتدار کو اس مفاہمانہ رویہ اور تعمیری انداز فکر پر زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس سمجھوتہ کے اہم نکات درج ذیل تھے۔

۱۔ مملکت کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا۔

۲۔ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔

۳۔ صدر پاکستان کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔

۴۔ کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔

۵۔ اسلامی مشاورتی کونسل کو اسلامی نظریات کی تبلیغ کے لیے زیادہ سے زیادہ موثر بنایا جائے گا۔

۶۔ عدلیہ اور الیکشن کمیشن انتظامیہ سے آزاد ہوں گے۔

۷۔ بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی جائے گی اور امتناعی نظر بندی کے خلاف مناسب تحفظ حاصل ہوگا۔

۸۔ ملک کا نظام حکومت وفاقی پارلیمانی ہوگا۔ حکومت قومی اسمبلی کے سامنے جوابدیدہ ہوگی۔ وزیراعظم حکومت کا سربراہ ہوگا جب کہ صدر کے لیے وزیراعظم کے مشورہ پر عمل کرنا لازمی ہوگا۔

۹۔ قومی پارلیمنٹ دو ایوان پر مشتمل ہوگی۔

۱۔ سینٹ (ایوان بالا) جس کے ۶۰ ارکان ہوں گے جہاں ہر صوبے کو مساوی نمائندگی ہوگی۔

۲۔ قومی اسمبلی (ایوان زیریں) جس کے دو سو ارکان ہوں گے اور اس میں تناسب آبادی کی بنیاد پر ہوگا۔

۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو یہ مسودہ کی صورت میں اسمبلی کے سامنے پیش کیا گیا تو جنوری ۱۹۷۳ء کے ماہنامہ "الجامعہ" میں ایک اداراتی نوٹ کے ذریعے مسودہ کی اسلامی دفعات پر

Marfat.com

عمل درآمد کرنے کے لیے موثر نظامت کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی ذمہ داریوں اور اس کے دائرہ کار کی نشان دہی کرتے ہوئے حکومت کی بہتر انداز فکر کی تحسین کی گئی۔

۲۲؍ فروری ۱۹۷۳ء کو جامعہ محمدی شریف کا یوم تاسیس بڑے تزک و احتشام سے منایا گیا جس سے ملک کے نامور علمائے کرام اور دانشوروں نے خطاب کیا۔ یوم تاسیس کی تقریبات کے اختتام پر کئی ایک تجاویز اور قراردادیں پاس ہوئیں جن میں پہلی قرارداد آئین اسلامی کی تنفیذ سے متعلق تھی جس کو بڑے شدومد سے پیش کیا گیا۔ اور ارباب اقتدار سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام صرف اور صرف اس قدم سے مشروط ہے کہ اس ملک خداداد میں اس کا نظام اور قانون نافذ ہوا اور صرف اسلامی اقدار کو فروغ ملے جن سے اسلامی تہذیب و تمدن کو جلا اور نشوونما مل سکے۔

اس سے پہلے ۱۷؍ فروری ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں مجوزہ دستور پاکستان پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا نے آئین اسلامی کے نفاذ سے کوتاہی پر گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

"اگر پاکستان بنتے ہی جیسا کہ ضرورت تھی اس کے آئین میں تجویز و ترمیم ہو جاتی تو یہ مشکلات پیش نہ آتیں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا ہماری ہمتوں، ہماری کوششوں اور ہماری صلاحیتوں میں فرق آتا گیا۔ ہم نے اپنی تمام کوششیں اور صلاحیتیں غیر اسلامی چیزوں اور اصولوں کی طرف صرف کر دیں۔ اور اگر ہم سوچتے سمجھتے تو یہ مصائب دیکھنے نہ پڑتے"۔

آپ نے وطنیت اور صوبائی قومیت کے فتنوں پر بڑے غضب دار الفاظ میں کلام کیا۔ اور مطالبہ کیا کہ نئے آئین میں صوبوں کو جائز مراعات ضرور ملنی چاہئیں۔ لیکن لسانی و صوبائی تفرقہ جات دشمنوں کی سازش ہیں ان کی ہر طرح سے سرکوبی کرنی چاہیے۔ آپ نے صوبوں کے درمیان تعلقات کے فروغ کے لیے مصالحانہ کمیٹی کے قیام کا مطالبہ کیا۔ آپ نے تمام ارکان اسمبلی پر زور دیا کہ وہ باہم صلح جوئی اور افہام و تفہیم کو فروغ دے کر ملک کو درپیش مسائل سے نکالنے کی کوشش کریں۔ آپ نے ایوان میں غیر انسانی رویوں اور موشگافیوں پر گہرے افسوس کا اظہار کیا۔ آپ نے یہ بات زور دار الفاظ میں کی کہ اگر ایوان کے اراکین کا یہ استہزا اور تمسخر جاری رہا تو میرے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا کہ میں مستعفی ہو کر ایوان سے کنارہ کش ہو جاؤں۔

۱۰؍ مارچ ۱۹۷۳ء میں دستور ساز اسمبلی نے متفقہ طور پر نیا آئین منظور کر لیا۔

Marfat.com

حزب اختلاف کی مساعی اس سلسلہ میں بڑی قابل قدر ہیں جنہوں نے آئین میں اسلامی دفعات کی شمولیت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا۔ ان کے باہمی اتحاد نے ارباب اقتدار کو من مانی کارروائیوں سے بڑی حد تک باز رکھا۔ ماہنامہ الجامعہ کے اپریل ۷۳ء کے شمارہ میں آپ نے اس نئے دستور کو خوش آئند قرار دیا اور اہم دستاویز کی تیاری میں اراکین اسمبلی کی محنت اور محبت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا نے نئے دستور میں مشرقی پاکستان کے لیے برابر واپسی کی گنجائش مہیا کرنے پر بڑا زور دیا۔ اور اسمبلی کے اراکین سے فرداً" فرداً" اور اجتماعی سطح پر اسمبلی میں اس بات پر زور دیا کہ مشرقی پاکستان کے لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ غیروں کی سازش نے انہیں ہم سے دور کر دیا ہے۔ لیکن اگر وہ کل کلاں واپس پاکستان سے اپنا رشتہ جوڑنا چاہیں تو ہمارے آئین میں اس کی پوری پوری گنجائش ہونی چاہیے۔ قومی اسمبلی نے اس کی برابر گنجائش پیدا کی۔ آئین جب منظور ہوگیا تو معینہ آئین کے سلسلہ میں آپ نے اپنے اخباری بیان میں مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے امید ظاہر کی کہ جس ذات کریم نے مسلمانوں کی عرصہ دراز کی قربانیوں کو منظور فرماتے ہوئے برصغیر میں ایک خطہ زمین انہیں عنایت کیا اس نے اپنے خاص کرم سے اب اسے دشمن سے بچا لیا۔ پچھلے دنوں باہمی خلفشار سے ہمارے ہاں اندرونی و بیرونی خطرات اٹھ کھڑے ہوئے تھے آئین کی تشکیل سے بفضلہ تعالیٰ وہ سب دور ہوگئے ہیں۔ اس جمہوری اسلامی آئین سے نظریہ پاکستان کی تکمیل اتحاد بین المسلمین اور تحریک اتحاد عالم اسلام کے امکانات روشن ہوگئے۔ اس ذات کریم کی بے پایاں رحمت سے یہ توقعات بھی استوار ہوگئی ہیں کہ مستقبل قریب میں مغربی و مشرقی پاکستان متحد ہو جائیں گے۔ (ھو اللہ المستعان)

اپریل ۷۳ء میں منظور ہونے والے متفقہ دستور کے نفاذ کو جب ۱۴ اگست تک ملتوی کا اعلان ہوا تو آپ کو بڑا دکھ ہوا اور آپ نے اس پر گہرے افسوس کا اظہار کیا۔ آپ نے اس موقع پر "الجامعہ" مئی ۷۳ء کے اداراتی نوٹ میں اس شکوہ کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ دیا کہ ہمارا مستقل آئین جس قومی اتحاد اور جس بے مثال یک جہتی کا مرقع بن کر سامنے آیا ہے اس سے اقوام عالم میں ہمیں کھویا ہوا وقار بحال کرنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ اب اگر ہم اسے نافذ کرنے میں دیر کرتے ہیں تو ہر شخص شک و شبہ میں مبتلا ہو جائے گا اور یہ سمجھنے سے قاصر رہے گا کہ کون سی تنی مصلحتیں اسے فوری طور پر لاگو کرنے کی راہ میں حائل ہیں۔

Marfat.com

جون ۷۳ء میں الجامعہ کے ایک اداریہ میں ایک ضروری آئینی کوتاہی کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی کہ اس میں کسی پاکستانی کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ اگر وہ آئین کی کوئی شق غیر اسلامی دیکھے تو اسے عدالت میں چیلنج کر سکے۔ موقر جریدہ کی وساطت سے یہ مطالبہ کیا کہ حکومت نیا آئین جلد نافذ کرے اور اس شق کو دوبارہ زیر غور لائے تاکہ ہر مسلمان شہری اس کا یہ جمہوری حق مل سکے۔

۱۴ اگست کو نیا آئین نافذ ہوا اور اس کے دوسرے روز ہی صدر مملکت نے ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر کے بنیادی حقوق معطل کر دیے۔ اس پر حزب اختلاف نے تحریک سول نافرمانی چلانے کا اعلان کیا۔ مولانا نے اس تحریک میں حزب اختلاف کا برابر ساتھ دیا اور حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ تحریک کے مطالبات منظور کر لے تاکہ ملک میں صحیح پرامن حالات جنم لے سکیں۔

مئی ۱۹۷۴ء کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں ایک ناخوشگوار بل منظور ہو گیا جس کے ذریعے مشرقی پاکستان کو پاکستان کی حدود سے آئینی طور پر خارج کر دیا گیا۔ مولانا چونکہ بیماری کی وجہ سے پہلے ہی نہایت کمزور تھے اور اسمبلی کے اجلاسوں میں شریک ہونا مشکل ہو گیا تھا۔ اسمبلی کا یہ فیصلہ آپ کی طبیعت پر نہایت ناگوار گزرا۔ جامعہ میں اس اخراج پر احتجاجی جلسہ ہوا اور اس فیصلے کے خلاف گہرے غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔

Marfat.com

باب سوم

(حصہ اول)

# بااصول سیاست دان

- جھنگ کا سیاسی جغرافیہ
- قبائلی وجاگیرداری سیاست
- مذہبی تعصب
- حسو بلیل کی تحریک
- واقعہ صادق شاہ نہنگ
- ضلعی سیاست اور جانبداریاں

Marfat.com

# جھنگ کا سیاسی جغرافیہ

- قبائلی و جاگیرداری سیاست
- مذہبی تعصب
- ضلعی سیاست

Marfat.com

## قبائلی و جاگیرداری سیاست

پنجاب ڈسٹرکٹ گزیٹر' جلد نمبر ۳۲' حصہ اول بابت ضلع جھنگ ۱۹۲۹ کے مطابق اس ضلع کی عوام میں سیاسی دلچسپی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ تمام تحصیلوں میں چند معروف لوگ تھے جنہیں اپنی جاگیرداری اور خاندانی پس منظر کی وجہ سے اہمیت حاصل تھی۔ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے انتخابات میں صرف زمیندار کامیاب قرار پاتے۔ بڑے زمینداروں کے باہمی سمجھوتے اور رواداری کی وجہ سے انتخابات نہایت پرامن طور پر ہو جاتے۔ ان انتخابات میں کسی فرد کی کامیابی کسی سماجی خدمت پر منحصر نہ تھی۔ بلکہ اس کامیابی سے مقصود ان کی اعلیٰ حکام سے تعلقداری اور رابطہ کی صورت پیدا کرنا ہوتی۔

اس مختصر سی رپورٹ سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ مولانا محمد ذاکر مرحوم نے جس وقت تحریک خلافت میں حصہ لیا یا اس کے بعد ۱۹۳۵ء میں جب تحریک کشمیر میں شرکت کے لیے جلوس کی صورت میں عوام کو گرفتاریاں دینے پر آمادہ کیا تو اس وقت عوام الناس میں اس سطح کی سیاسی جدوجہد کا جذبہ نام کو نہ تھا۔ گزیٹر کی رپورٹ میں سیاسی سطح پر صرف جھنگ کے قصبہ میں بے جان سی آل انڈیا نیشنل کانگریس کے آثار کا پتہ چلتا ہے۔ اس رپورٹ سے یہ بھی انداز ہوتا ہے کہ اس وقت حکومتی حلقوں میں ضلع کی سطح پر جاگیرداروں کا اثر و رسوخ زیادہ تھا۔ کیونکہ صوبائی سطح پر انگریز حکومت نے جو درباری نامزد کیے ہوتے تھے' وہ تقریباً تمام اسی قبیل کے لوگ تھے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ خان صاحب حکیم خان آف جھنگ سٹی۔
۲۔ خان ولیداد خان۔ سیال آف جھنگ سٹی۔
۳۔ خان احمد خان کاڈی آف چھتہ بختہ۔
۴۔ سید اللہ یار شاہ آف کوٹ عیسیٰ شاہ۔
۵۔ مولوی محمد اشرف آف واصو آستانہ۔
۶۔ رائے بہادر لعل گردھاری لعل آف کمیانہ۔
۷۔ خان بہادر سید سردار شاہ آف پیر کوٹ سدھانہ۔
۸۔ فقیر گل محمد آف اچ گل امام۔
۹۔ فقیر محمد خورشید آف شاہ صادق نتھ

اس رپورٹ میں ضلعی قبائل کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ جس کے بعد

Marfat.com

حالات کی نزاکت کے مطابق بعض خاندانوں کو حکومت کا ہمدرد بنایا گیا۔ سیال خاندان ان دنوں روبزوال تھا۔ ان کی جائیداد شدید بار قرض کی وجہ سے رہن تھی' سید عابد حسن' سید خضر حیات' سید مبارک شاہ اور خان ولیداد خان سیال کی جملہ جائیداد حکومت کی نگرانی میں تھی۔ سید خضر حیات کو اپنی جائیداد کے ہتھیائے جانے کا خطرہ تھا۔ رجوعہ سادات رنجیت سنگھ کے دور سے قبل تک ایک آزاد اور خود مختار قبیلہ آ رہا تھا۔ ملتان کی لڑائیوں میں اس خاندان نے انگریزوں کی بڑی مدد کی۔ نیز چنیوٹ کے گرد و نواح میں نرائن سنگھ کے مقابلہ میں انہوں نے بڑی جان لڑائی اور اس میں بہت سارے افراد مارے گئے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے انہیں ان خدمات پر گراں قدر انعامات سے نوازا۔ سید محمد غوث شاہ' سید چراغ شاہ' سید غلام عباس شاہ اور سردار حسین شاہ ان کے نامور افراد ہیں۔ سردار حسین شاہ دو بار ممبر لیجسلیٹو اسمبلی منتخب ہوئے۔

شاہ جیونہ کی سادات کو بھی انگریز حکومت نے بڑی اہمیت دی۔ سید خضر حیات کو لائل پور کے زرعی سکول میں اور ان کے چھوٹے بھائی مبارک شاہ کو ایچی سن کالج میں تعلیم دلوائی گئی جس کے بعد انہیں لیجسلیٹو اسمبلی کا ممبر چنا گیا۔ سید عابد حسین شاہ بھی اس رپورٹ کے دور میں ایچی سن کالج میں زیر تعلیم تھے۔

۱۹۲۹ء کے بعد حکومت انگلشیہ کے یہی لوگ دست و بازو بنے جن کی وجہ سے علاقہ میں ۱۹۳۲ء تک آزادی کا کوئی سیاسی ارتعاش تک محسوس نہ ہوا۔ حکومت وقت کی سرپرستی اور ہمدردی کی وجہ سے ضلع کی حکمرانی و سیادت کے جملہ امور انہی کے مشورہ سے طے پاتے۔ تمام اہم جمہوری مناصب پر انہیں فائز کیا جاتا اور اس طرح حکومت انگلشیہ علاقہ میں سید خاندان یا اس کے حواری قبائل کو ضلعی سیاست میں کھل کھیلنے کا موقع فراہم کر گئی۔

## مذہبی تعصب

مذکورہ بالا گزیٹر کی رپورٹ کے مطابق ضلع جھنگ میں اہم مسلمان شخصیتوں کے شیعہ ہونے کی وجہ سے حکومتی حلقوں میں شیعہ مکتب فکر کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ حسو بلیل کے قریشی' شاہ جیونہ اور رجوعہ کی سادات کو علاقہ میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا اور یہ تمام لوگ شیعہ تھے اور شیعہ مکتب فکر کی ترقی کے لیے ان کی مساعی بڑی تیز تھی جس کی وجہ سے عوام الناس میں اس مکتب فکر کو خاصی وسعت ملنے لگی۔ نہری آبپاشی کے رواج پا جانے کے بعد ان کی جاگیروں کی اہمیت بڑھ گئی اور انہیں وسیع آمدنی ملنے لگی تو

Marfat.com

انہوں نے اپنے مکتب فکر کو پھیلانے کے لیے اپنی کوششیں اور تیز کر دیں۔ محرم الحرام کو بڑے اعزاز سے منایا جاتا۔ تعزیہ کے جلوس کثرت سے نکالے جاتے۔ مسلم لیگ جب مقبول ہوتی دیکھی تو اس کی باگ ڈور بھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ قیام پاکستان کے بعد سیاسی اور مالی اثر و رسوخ کی وجہ سے یہ کوششیں اور بڑھ گئیں۔ شیعہ مہاجرین کو زیادہ سے زیادہ اس ضلع میں آباد کرنے کی کوششیں کی گئیں اور اپنے زیر سایہ کے علاوہ کبھی کسی سنی مسلمان کو ضلعی سیاست میں نمایاں طور پر ابھرنے کا موقع نہ دیا۔ قیام پاکستان کی تحریک میں شیعہ سوال دبا رہا۔ کیونکہ ان جاگیرداروں کے سامنے کسی کو دم مارنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد جب ان کا مذہبی جوش سنی اعتقادات اور جذبات پر حملہ آور ہوا تو سنی لوگ سراپا احتجاج بن گئے۔ یہ مذہبی جوش کئی مواقع پر دیکھا گیا لیکن حسو بلیل اور صادق شاہ نہنگ کے واقعات انہی مذہبی تعصب کا ہلکا سا خاکہ پیش کرنے کے لیے کافی رہیں گے۔

## حسو بلیل کی تحریک

تحصیل شورکوٹ کے موضع حسو بلیل میں ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ایک مہاجر شیعہ نے جید صحابیؓ کا بت انتہائی نازیبا اور گستاخانہ شکل میں تیار کر کے جلوس نکالا اور پورے قصبہ میں پھرایا اور نعرے لگائے۔ اس احمقانہ حرکت پر نہ صرف پورے ضلع کی اہل سنت الجماعت کو بڑا دکھ ہوا بلکہ پورے ملک میں سنی ملت سراپا احتجاج بن گئی اور ایسی حرکت کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے ایک تحریک چلائی گئی' جس تحریک کا نام "حسو بلیل" تحریک تھا۔۔۔۔۔۔ اس تحریک کے صدر مولانا غلام حسین خطیب جامعہ مسجد دھجی والے۔۔۔۔۔ نائب صدر مولانا محمد ذاکرؒ اور سیکرٹری حاجی شیخ محمد شریف تھے۔

اس تحریک کا مقصد حکومت پاکستان سے قانون کے مطابق ملزم کو سزا دلوانا تھا۔ اس دور میں پاکستان کے صدر سکندر مرزا تھے اور ضلع جھنگ کی طرف سے مرکز میں نمائندگی کرتے ہوئے کرنل عابد حسین شاہ وزارت کے عہدہ پر تعینات تھے' جنہوں نے توہین کرنے والے ملزم کی بھرپور امداد کی۔ جب حکومت نے احتجاج کا کوئی اثر قبول نہ کیا تو تحریک کے نمائندوں نے بہت بڑی احتجاجی کانفرنس ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کرنے کا اہتمام کیا۔ کانفرنس میں سارے پاکستان سے بڑے بڑے علماء' خصوصاً سجادہ نشین حضرات نے شریک ہونے کا اعلان کیا۔ جب کانفرنس کا اشتہار شائع ہوا تو حکومت پریشان ہو گئی جس پر ڈپٹی کمشنر غلام فرید نے اعلیٰ حکام کے کہنے پر کانفرنس کو کرنے سے حکماً منع کر دیا مگر عوام اور علماء

Marfat.com

کی کثیر تعداد کانفرنس کو کامیاب کرانا چاہتی تھی۔ جب حکومت کو یقین ہوگیا کہ سنی لازماً کانفرنس کریں گے تو حکومت نے تحریک کے نمائندگان کو گرفتار کر کے شہربدر کرنا شروع کر دیا جس میں صدر تحریک مولانا غلام حسین حضرت نظام الدین صاحب تونسوی' حضرت محی الدین گولڑوی' حضرت خواجہ قمرالدین صاحب سیال شریف اور دوسرے علماء' صلحاء اور فقراء بڑے نمایاں تھے۔ عوامی احتجاج کی وجہ سے گستاخی اور توہین کرنے والے ملزم کو گرفتار تو کر لیا گیا مگر اسے چالان کر کے سزا کے لیے مقدمہ نہ چلایا گیا۔ تاہم وہ جیل میں ہی اپنی موت مر گیا۔

## واقعہ صادق شاہ نہنگؒ

تحصیل شورکوٹ کے موضع شاہ صادق نہنگ میں اکثریت شیعہ زمینداروں کی ہے مگر وہاں کے مزارعین لوگوں کی اکثریت سنی ہے۔ موضع شاہ صادق نہنگ کے دربار کی مسجد کے امام مولوی محمد رمضان پسر محمد بخش قوم قاضی تقریباً بیس سال کے عرصہ سے مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ یکم اپریل ۱۹۶۶ء کو جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان دی گئی تو موضع شاہ صادق نہنگ کے وڈیرے فقیر محمد خورشید اور اس کے ساتھی سعید' مجید اور مظہر وغیرہ لاٹھیوں' تلوار اور ریوالور سے مسلح ہو کر آ گئے اور نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ تمام نمازیوں کو جبراً مسجد سے باہر نکال دیا۔ کیونکہ وہاں مسجد میں موجود سب لوگ ان کے مزارعین اور غرباء میں سے تھے۔ ساتھ ہی انہوں نے اعلان کر دیا کہ اگر نماز پڑھنا ہے تو شیعہ بن کر پڑھو ورنہ گاؤں سے نکل جاؤ۔ کچھ لوگوں نے احتجاج کیا تو انہوں نے بڑی بری طرح زد و کوب کیا۔ ان کو ان کے گھروں سے زبردستی نکال دیا اور ان کا سامان نکال کر باہر رکھ دیا۔ ضلع کی اس مذہبی تعصب والی صورت میں حکام بالا ٹس سے مس نہ ہوئے۔ کیونکہ ضلع کی سطح پر شیعہ حضرات کو حکمرانی اور بالادستی حاصل تھی۔

## ضلعی سیاست اور جانبداریاں

تاریخی طور پر عیاں ہے کہ پنجاب ایک ایسا خطہ تھا' جہاں جاگیرداروں کی باہمی ملی بھگت سے ہمیشہ ایسے لوگ ضلعی سیاست پر چھائے رہے' جنہیں عوام الناس کے بجائے محض سرکار انگریزی کی اشیرباد حاصل تھی اور ان کی عظیم جاگیریں' اونچے اونچے خطابات اور اعزازی مناصب ان کی خدمات کا صلہ تھے۔ اسی نظر خاص کا ہی فیض تھا کہ یہاں کے صاحب اقتدار' وڈیرے اور اعزازی مناصب کے حامل لوگ غرباء اور متوسط طبقہ کو خاطر

Marfat.com

میں ہی نہ لاتے تھے۔ اپنے آپ کو ضلعی نمائندگی کے واحد حقدار سمجھتے تھے۔ برطانوی دور سے لے کر اب تک سیاست اور اقتدار کا یہی انداز چلا آ رہا ہے۔ رجوعہ اور شاہ جیونہ---- یہاں کے سادات خاندان ضلع بھر کی سیاست کے واحد مالک تصور ہوتے ہیں۔ ۱۹۵۰ء میں رجوعہ سے سردار حسین شاہ اور سردار غلام عباس شاہ' شاہ جیونہ سے کرنل عابد حسین اور میجر مبارک علی شاہ کا طوطی بولتا تھا اور ضلع کی سیاست' اقتدار' ضلعی مناصب اور جاگیرداری کے لحاظ سے انہیں بالادستی حاصل تھی۔ ان کے مذہبی تعصب اور جانبداری نے ضلع کی تینوں تحصیلوں (چنیوٹ' جھنگ اور شورکوٹ) کی آبادی کی اکثریت کو سیاسی اچھوت بنا دیا تھا جس کی واضح مثال ۱۹۴۹ء کے ضلع کونسل کے ممبران کے انتخاب سے ملتی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| چیئرمین | کرنل عابد حسین شاہ | آف شاہ جیونہ |
| وائس چیئرمین | سید احمد شاہ | آف رجوعہ |
| جونیئر وائس چیئرمین | سید زوار حسین شاہ | آف شاہ جیونہ |
| ممبر | سردار غلام محمد شاہ | آف رجوعہ |
| ممبر | سردار غلام عباس شاہ | آف رجوعہ |
| ممبر | سید سلطان شاہ | آف رجوعہ |
| ممبر | سید حسن شاہ | آف رجوعہ |
| ممبر | سید مبارک شاہ | آف شاہ جیونہ |
| ممبر | سید مقصود علی شاہ | از متعلقین بزرگان شاہ جیونہ اور رجوعہ |
| ممبر | سید رضا علی شاہ | از متعلقین بزرگان شاہ جیونہ اور رجوعہ |
| ممبر | سید غلام علی شاہ | از متعلقین بزرگان شاہ جیونہ اور رجوعہ |
| ممبر | مخدوم علی حسین شاہ | از متعلقین بزرگان شاہ جیونہ اور رجوعہ |
| ممبر | سید اختر حسین شاہ مہاجر | از متعلقین بزرگان شاہ جیونہ اور رجوعہ |
| ممبر | مہر محمد عارف خان سیال | از متعلقین شاہ جیونہ اور رجوعہ |
| ممبر | خان عنایت اللہ خان | از متعلقین شاہ جیونہ اور رجوعہ |
| ممبر | مخدوم عباس خان | از متعلقین شاہ جیونہ اور رجوعہ |

علی ہذا القیاس تحصیل چنیوٹ کی ۹۵ فیصد آبادی کو بالکل عضو معطل تھی۔ گو چہرے بدلتے رہے لیکن مجموعی نمائندگی چنیوٹ میں سادات رجوعہ اور تحصیل جھنگ میں

Marfat.com

سادات شاہ جیونہ کے پاس رہی۔ اس کے علاوہ جو چند چہرے بدلے گئے' وہ بھی انہی کے حواری تھے۔ سب سے پہلے تحصیل شورکوٹ میں مہر طالب حسین خان سیال ممبر بنائے گئے۔ اس کے بعد مہر محمد عارف خان سیال بن گئے تھے۔ ۱۹۲۰ء سے لے کر اصلاحات کی آخری قسط (انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء) کے تحت ہونے والے آخری عام انتخاب ۱۹۴۵ء تک ضلع جھنگ کی کونسل اور ملکی اسمبلی میں ہمیشہ دو گروپوں کی نمائندگی رہی۔ اس عرصہ کے دوران انہوں نے سیاسی قیادت' ضلع ترقیاتی منصوبہ بندی اور دیگر اصلاحی و رفاہی امور سے عوام الناس کی فیض یابی میں مکمل جانبداری برتی۔

۳ مارچ ۱۹۴۹ء کو جامعہ محمدی شریف کے ہائی سکول کے لیے انتہائی خطیر رقم مبلغ پانچ ہزار روپیہ کی سپیشل گرانٹ جو محترم قاضی عبدالرحمٰن صاحب انسپکٹر آف سیکولر ملتان ڈویژن کی خاص سفارش پر پنجاب گورنمنٹ نے منظور کی تھی۔ اس وقت ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین کرنل عابد حسین شاہ نے روک دی۔ جبکہ اس سے پہلے اسے ہر سال کثیر رقم بطور گرانٹ ملتی تھی۔

اس طرح محض مذہبی تعصب کی بناء پر حکومت کی طرف سے منظور شدہ روپیہ ضلع کی ۹۵ فیصد آبادی کے واحد ادارہ کو دینے سے صاف انکار کر دیا اور ایک نہ مانی۔

۱۹۴۹ء میں اس سلسلہ میں جب پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم سازی ہو رہی تھی' حکیم عطا محمد قریشی کے بقول میں' کرنل سید عابد حسین اور محمد عارف سیال ضلع جھنگ کے دورے پر نکلے۔ حکیم عطا محمد قریشی اور ایک مجلس میں جب آنے والے الیکشن کے لیے نمائندگان کی تجویز زیر بحث آئی اور عوامی ذہن ہونے کے باعث ہم نے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے متوسط طبقہ عوام میں سے کچھ ممبران لینے کی تجویز پیش کی تو عارف صاحب چونک کر بولے سادات کے بغیر یا ان لوگوں کے بغیر جس کو سید صاحبان نامزد کریں اور ان کی بھرپور اعانت کی ذمہ داری قبول کریں کوئی فرد اس اہل نہیں کہ الیکشن میں حصہ لے سکے یا نمائندگی کا کام کر سکے۔ یہی چند جملے ان کے بقول ان کے کانوں کو چیرتے ہوئے دل میں نشتر کی طرح پیوست ہو گئے۔

اسی ضمن کا ایک اور واقعہ قارئین کی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا جو کہ رجوعہ ہاؤس جھنگ کی میٹنگ میں پیش آیا۔

مہر نور محمد سپرا چک نمبر ۱۹۸ ڈھول والا نے بتایا کہ میٹنگ ہو رہی تھی۔ ضلع بھر سے معززین جمع تھے۔ چیدہ چیدہ زمیندار موجود تھے۔ انتخابات 1951 زیر بحث تھے۔ سردار

Marfat.com

حسین شاہ آف رجوعہ مختلف حلقوں کے لیے نام تجویز کر رہے تھے۔ اندھے کی شیرنی تقسیم کرنے کی طرح ہر حلقہ میں سادات رجوعہ کے نام نامزد کیے جا رہے تھے۔ خود ہی نام تجویز کرتے' خود ہی اس کی توثیق کرتے۔ نہ کسی کے لیے مشورہ کی گنجائش نہ اعتراض کی۔ نور محمد سپرا نے اٹھ کر کہا کہ اگر اپنے تجویز کردہ ناموں کا اعلان ہی کرنا تھا تو ہمیں اپنے گھروں میں ہی مطلع کر دیتے۔ میٹنگ کی کیا ضرورت تھی۔ جواباً سروار بولے تم میں کوئی اس اہل ہے کہ ممبری کر سکے؟ ممبری اونچے ذہن اور اہلیت کی متقاضی ہوتی ہے۔ مہر صاحب اس جواب کو سن کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جاتے جاتے سرداران سادات سے کہا کہ کوئی اہل آدمی تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ اگر اپنے میں سے کوئی اہل آدمی مل گیا تو پھر ملیں گے۔

اقتدار کا خمار اس حد تک سمایا ہوا تھا کہ انہیں واپس بلانے کی ضرورت تک محسوس نہ کی۔

مذہبی تعصب اور سیاسی جانبداری کے مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ ضلع کی ترقیاتی منصوبہ بندی میں بھی تعصب کا یہ زہر برابر موجود رہا۔ علاقہ میں ترقیاتی کاموں پر رقم صرف کرنے کی بجائے اپنے محلات کی زیبائش' نام کی نمود و نمائش کے میلوں ٹھیلوں اور ذاتی شکار گاہوں اور ڈیری فارموں کی صورت میں بجٹ ہضم ہوتے رہے۔ مزارعین کی آبادیاں اور علاقے تعلیم سے دور رکھے گئے۔ خود رجوعہ میں ایک عرصہ تک ہائی سکول صرف اس لیے نہ بننے دیا گیا کہ نوکروں اور مزارعین کے بچے یہاں نہ پڑھ سکیں۔ اور اس وقت سرداران کے بچے لاہور کے ایچی سن کالج جیسے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم تھے۔ جھنگ چنیوٹ شاہراہ ایک عرصہ تک نہ بننے دی گئی اور اس کی بجائے رجوعہ کے راستہ سے فیصل آباد جھنگ ریلوے لائن کو ملانے کا منصوبہ بنایا گیا تاکہ ایئرکنڈیشنڈ ڈبے میں وہ خود آسانی سے گھر پہنچ سکیں۔ بسوں کی دھول اور دھکے ان کی طبیعت نازک کے لیے گراں تھے اور صرف سخت جان مزارعین اور غریب کاشتکار کو کسی طور ان سے فائدہ ہو سکتا تھا۔

بجلی کی تنصیب صرف ان علاقوں میں پہلے کروائی گئی' جہاں ان کی آسائشات کا وہ زیادہ سے زیادہ سامان بن سکتی۔ اس کو غریب کاشتکاروں اور اپنے مزارعین کے کھیتوں اور گھروں تک نہ پہنچنے دیا گیا۔ ذرائع مواصلات کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ کسی راہ گزر یا شاہراہ میں پڑنے والے نالے یا نہر پر پل بنانے کی کبھی تحریک نہ کی گئی۔ سیلاب کی تباہ کاریاں اس عرصہ میں ہزاروں جانوں کے اتلاف اور مال و متاع کی بربادی کا سبب بنتی

Marfat.com

رہیں۔ لیکن ان قائدین نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جنگلات کی صورت میں ہتھاڑ کا یہ بیشتر رقبہ ان کی شکارگاہیں بنا رہا۔ عوام الناس کو آبادکاری کی جدید سہولیات سے دور رکھ کر انہیں بھوک و افلاس کے چنگل میں پھنسائے رکھا گیا۔ چوری چکاری اور لڑائی جھگڑوں میں حوصلہ افزائی کی جاتی اور وقوعہ کے صدور کے بعد اپنے گروہ کی طرفداری اور مخالف کی مار کٹائی اور سخت سزا میں حکومت کو مجبور کیا جاتا۔ غرض اس طرح اس قیادت نے اپنے عرصہ اقتدار میں غریب معاشرے کو گوناگوں مسائل میں تڑپتے پھڑکنے اور اعلیٰ زندگی کے اقدار سے ناآشنا رکھنے کا ہر موقع بخشا۔ اور خود زندگی کی ہر جائز و ناجائز سہولت کو اپنا واحد حق بنائے رکھا۔ اس کے لیے کیا کیا ذرائع اختیار کیے، کیسے کیسے مظالم ڈھائے اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے، قلم اس کی تحریر سے عاجز ہے۔ اس تصویر کی ہلکی سی جھلک جناب قدرت اللہ شہاب نے اپنی کتاب "شہاب نامہ" میں شامل کیے گئے ڈی۔ سی کی ڈائری کے عنوان سے دیئے گئے متعدد خاکوں میں ابھارنے کی کوشش کی ہے۔

Marfat.com

باب سوم

(حصہ دوم)

# مذہبی قیادت سے سیاسی قیادت تک

- عوامی متحدہ محاذ
- 2 فروری 1951ء
- 1951ء کے صوبائی انتخابات
- 1970ء کے انتخابات
- ضلعی سیاست اور تعمیری فکر

Marfat.com

## عوامی متحدہ محاذ

تنظیم اہل سنت الجماعت جو اہل سنت الجماعت لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے معرض وجود میں آ چکی تھی' روسائے جھنگ کی ہٹ دھری کی وجہ سے ۱۹۵۱ء کے صوبائی انتخابات میں تنظیم اہل سنت الجماعت نے آزادانہ طور پر الیکشن میں حصہ لیا۔ یہ تنظیم حضرت خواجہ سجادہ نشین سیالوی کی زیر قیادت عوام میں مقبول ہو چکی تھی۔ جس کے قیام کے بعد ضلع کی تینوں تحصیلوں کے مختلف مقامات پر کئی اجلاس ہوئے جن میں مولانا باقاعدگی سے شمولیت فرماتے رہے۔

اس وقت کے پیش آمدہ ۱۹۵۱ء کے الیکشن میں حصہ لینے کے لیے تنظیم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہر سیٹ پر تنظیم کا ایک نمائندہ کھڑا ہونا چاہیے۔ چاہے اسے مسلم لیگی ٹکٹ ملے یا نہ ملے اسے روساء رجوعہ و شاہ جیونہ کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ پورے ضلع میں انتخابات میں حصہ لینے کے لیے اپنے امیدوار چنے گئے جو مسلم لیگی تھے۔ انہیں ٹکٹ کے حصول کے لیے درخواست دینے کے لیے کہا گیا جس میں مولانا اور رائے نور احمد سکرا جو بنیادی مسلم لیگ کے ورکروں میں سے تھے' مسلم لیگی ٹکٹ حاصل کرنے سے محروم رہے۔ مسلم لیگ کی ٹکٹوں کی تقسیم میں حد درجہ ناانصافی برتی گئی۔ شیعہ مکتب فکر کو سات اور سنی جو اکثریت میں تھے' صرف دو ٹکٹ دیئے گئے۔ یہ دونوں ٹکٹ جھنگ سے شہر حلقہ نمبر۵ کے شیخ محمد سعید اور ستیانہ حلقہ نمبر۱۶ کے مہر غلام حیدر کے حصہ میں آئے۔ یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ حضرت مولانا کے فلاحی و رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھےاور بغیر کسی فرقہ یا جماعت کے ضلع جھنگ اور اس کی سیاست میں پورے ضلع کی ترجمانی کے واحد علمبردار تھے۔ مگر جب ۱۹۵۱ء کے الیکشن میں انہیں پارٹی ٹکٹ اور الیکشن میں حصہ لینے کے لیے کہا گیا اور تنظیم اہل سنت کی طرف سے آزادانہ طور پر بھی آمادہ کرنے کی کوشش کی' آپ نے سیاسی میدان میں آنے سے معذوری ظاہر کی تھی جس میں آپ نے واضح کیا کہ اگر میں الیکشن میں اس تنظیم یا کسی پارٹی کی طرف سے حصہ لینے کی خواہش کروں تو معترضین کو موقعہ ملے گا۔ مگر اس سے پہلے ایک خصوصی اجلاس جو سیال شریف ہوا تھا' جس میں ضلع کی نمائندگی کا چناؤ کیا جا رہا تھا' وہاں مولانا کے بڑے بھائی حافظ محمد صالح بھی موجود تھے۔ وہ بھی اس پر اصرار کرتے رہے کہ ہم فقیروں کو سیاست کے جھنجھٹ میں نہ ڈالیں۔ مگر حضرت خواجہ صاحب کے زور دینے پر خاموشی اختیار کی گئی۔ خواجہ صاحب نے

Marfat.com

حکم دیا کہ مولوی صاحب تم نے خود اپنے علاقہ میں کھڑا ہونا ہے۔ مولانا محمد نافع اپنی ذاتی ڈائری میں اس انتخاب میں حصہ لینے کے بارے میں اس طرح راقم ہیں کہ:

## ۲ فروری ۱۹۵۱ء

تنظیم کے عوامی رابطہ مہم کے سلسلہ میں مختلف علاقوں کا دورہ کر کے جب ہم لوگ محمدی شریف واپس پہنچے تو حضرت صاحب سیالوی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جمعہ کے بعد عام جلسہ مدرسہ میں ہوا۔ ہفتہ کی شب طے ہوا کہ درخواستیں ۳ سے ۵ تک ہیں۔ احتیاط سے درخواست گزار کی جائے کہ معمولی سی غلطی پر سخت کارروائی کی جاتی ہے۔ بعض میں تاکیداً حکم دیا کہ مولوی محمد ذاکر خود درخواست دینے کے لیے پہنچے۔ اس وقت میاں محمد علی شاہ آف کوٹ وساوا---- مہر نور محمد سپرا---- مولوی حکیم عطا محمد اور دوسرے علاقہ کے معززین بھی موجود تھے------ ہفتہ کی صبح مولانا مہتمم جامعہ محمدی میاں حکیم ظہور احمد---- منشی صالح محمد---- نور محمد سپرا یہ سب لوگ جھنگ صدر روانہ ہوئے تاکہ درخواست احتیاط سے جمع کرا سکیں۔

مسلم لیگ کی حکومت تھی اور الیکشن میں حکومتی پارٹی پورے زور و شور سے حصہ لے رہی تھی۔ پنجاب یونینسٹ ختم ہو جانے کے بعد کوئی بڑی جماعت ایسی نہیں تھی جو وسیع پیمانہ پر انتخابات میں مسلم لیگ سے ٹکر لے سکے۔ مزید برآں نواب' جاگیردار' سرمایہ دار اپنے روایتی ذہن کے مطابق اب مسلم لیگ میں شمولیت کر چکے تھے۔ ضلع جھنگ میں عملاً ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں دو گروپ سامنے آ چکے تھے۔ سادات رجوعہ و شاہ جیونہ اور آزاد عوامی گروپ بایں ہمہ ضلع کی تمام نشستوں پر آزاد عوامی گروپ نے انتخاب میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ ضلع جھنگ میں ۱۹۵۱ء کے الیکشن کا نقشہ کچھ یوں مرتب ہوا:

حلقہ نمبر ۱: شور کوٹ

امیدوار (۱) مہر محمد عارف سیال' مسلم لیگ کا ٹکٹ (شاہ جیونہ گروپ)

امیدوار (۲) میاں فیض محمد جنجانہ' آزاد (عوامی محاذ)

حلقہ نمبر ۲: تھانہ گڑھ مہاراجہ

امیدوار (۱) نوازش علی شاہ' مسلم لیگ کا ٹکٹ' (عوامی محاذ)

امیدوار (۲) علی حسین شاہ' آزاد (شاہ جیونہ گروپ)

حلقہ نمبر 3: تھانہ اٹھارہ ہزاری

Marfat.com

امیدوار (1) کرنل سید عابد حسین شاہ' مسلم لیگ کا ٹکٹ' (شاہ جیونہ گروپ)

امیدوا (۲) میاں جان محمد چیلہ' آزاد (عوامی محاذ)

حلقہ نمبر ۴: شاہ جیونہ

امیدوار (۱) میاں مبارک علی شاہ' مسلم لیگ کا ٹکٹ' (شاہ جیونہ گروپ)

امیدوار (۲) مولوی غلام حسین' آزاد (عوامی محاذ)

امیدوار (۳) حکیم نور محمد انصاری' آزاد' (آزاد عوامی محاذ)

حلقہ نمبر ۵: گھیانہ شہری حلقہ

امیدوار (۱) شیخ محمد سعید' مسلم لیگ کا ٹکٹ' (آزاد عوامی محاذ)

امیدوار (۲) مہر غلام فرید کپلانہ' آزاد (شاہ جیونہ گروپ)

امیدوار (۳) حاجی عزیز الحسن' آزاد' (آزاد گروپ)

حلقہ نمبر ۶: ستیانہ

امیدوار (۱) غلام حیدر بھروانہ' مسلم لیگ کا ٹکٹ

امیدوار (۲) جمال خان بلوچ' آزاد

امیدوار (۳) محمد نواز شاہ' آزاد

امیدوار (۴) غلام محمد چیلہ' آزاد

حلقہ نمبر ۷: لالیاں

امیدوار (۱) مہر محمد محسن لالی' آزاد (عوامی محاذ)

امیدوار (۲) غلام عباس شاہ ولد چوہڑ شاہ' مسلم لیگ کا ٹکٹ' (شاہ جیونہ گروپ)

امیدوار (۳) سید شمس الحق' آزاد' (رجوعہ گروپ)

حلقہ نمبر ۸: چنیوٹ شہر

امیدوار (۱) سید غلام عباس شاہ' مسلم لیگ کا ٹکٹ

امیدوار (۲) قاضی غلام مرتضیٰ' آزاد' (عوامی محاذ)

امیدوار (۳) الطاف حسین شاہ' آزاد' (شاہ جیونہ گروپ)

امیدوار (۴) ڈاکٹر محمد اسماعیل' (خاکسار گروپ)

امیدوار (۵) شیخ محمد صادق' جماعت اسلامی

حلقہ نمبر ۹: تھلہ بھوانہ و رجوعہ

امیدوار (۱) سید غلام محمد شاہ' مسلم لیگ کا ٹکٹ' (رجوعہ گروپ)

Marfat.com

امیدوار (۲) مولانا محمد ذاکر' آزاد (عوامی محاذ)

امیدوار (۳) سید احمد شاہ' آزاد' (رجوعہ گروپ)

## ۱۹۵۱ء کے صوبائی انتخابات

اہل سنت الجماعت ضلع جھنگ کی جماعت جو ایک عوامی محاذ قائم کر چکی تھی' نے طے کیا کہ اس الیکشن میں شیعہ امیدواروں کے مقابلہ میں سنی امیدوار کھڑا کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۹۵۱ء کے الیکشن نے ضلع جھنگ میں ایک نیا رنگ پیدا کر دیا تھا۔ پہلے ضلع کی پوری سیاست سادات رجوعہ اور شاہ جیونہ کے ہاتھوں میں تھی مگر اب انہیں لوگوں نے متوسط طبقہ خصوصاً سنی حضرات کو متحد کرنے پر مجبور کر کے سیاسی عمل میں آنے کی دعوت دی تھی۔ جس میں ایک منظم تنظیم کے ساتھ یہ سب لوگ جمع ہو کر اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے میدان عمل میں آ گئے تھے۔ ضلع کی ہر سیٹ پر ایک سنی آدمی الیکشن لڑ رہا تھا۔

حلقہ نمبر۹' جس میں تھانہ بھوانہ کے دیہات اور تھانہ چنیوٹ کا کچھ حصہ بشمول رجوعہ شامل تھا۔ اس حلقہ میں رجوعہ کے رئیس اعظم سردار حسین شاہ کے اکلوتے بیٹے سید غلام محمد شاہ کو مسلم لیگ کا ٹکٹ حاصل ہوگیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں تنظیم اہل سنت الجماعت کی طرف مولانا محمد ذاکر کو الیکشن لڑنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مولانا کو اس سیاسی میدان میں لانے والے اور رجوعہ ہاؤس جھنگ کی میٹنگ سے علاقہ میں کسی اور کی اہلیت جتانے کے عزم سے ایک چیلنج بن کر آنے والی شخصیت مہر نور محمد سپرا (مرحوم مغفور) تھے۔ تاحین حیات مولانا موصوف" کے رفیق خاص رہے۔ جب الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ ہوگیا تو مولانا نے مہر نور محمد سے کہا سنو! ممبری ہو یا تخت سلیمانی کی پیشکش' میں کسی صورت بھی جامعہ کی تعلیمی تحریک سے غفلت نہیں کر سکتا۔ میری یہ جامعہ کی تحریک سینکڑوں الیکشنوں پر بھاری ہے۔ اگر آپ نے فیصلہ کر لیا ہے تو بسم اللہ! لیکن نہ تو میں الیکشن مہم میں حصہ لوں گا کہ اس سے جامعہ کی غیر حاضری ہوتی ہے' نہ جامعہ کے کارکن ووٹ مانگنے جائیں گے۔ آپ نے مہم کا آغاز کیا ہے' سپرد خدا۔ میرا بھائی (مولانا محمد نافع صاحب) تمہارے ساتھی ہوں گے۔ اس وقت مہر صاحب نے ایک کارکن مولانا محمد خان کے بارے میں اجازت حاصل کر لی۔ مولانا محمد نافع صاحب کی ڈائری کے مطابق وہیں اسی وقت عوامی رابطہ مہم کے لیے وفد ترتیب دیا گیا' جس میں میاں حسام الدین اور میاں غلام میراں' چودھری

Marfat.com

سکندر خان' لال خان کلیار اور بھائی خان رجوکہ مولانا محمد خان' مولانا محمد نافع' مہر نور محمد سپرا اور مولانا حکیم عطا محمد قریشی شامل تھے۔

مولانا کا مقابلہ سردار حسین شاہ کے سید غلام محمد شاہ آف رجوعہ سادات سے تھا۔ سردار حسین شاہ زندہ تھے۔ موصوف نیک اور شریف سرداروں میں سے تھے۔ حلقہ انتخاب بھی مختصر تھا۔ سردار صاحب رئیس اعظم تھے اور حلقہ کے تمام بڑے زمیندار بھی ان کے ساتھ تھے۔ موصوف ذرائع رسل و رسائل' دولت و سیاست کے داؤ پیچ سے باخوبی واقف تھے۔ ڈرانے دھمکانے' لڑنے مرنے والے طبقہ کی بھی ان کے پاس کمی نہ تھی۔ گورنمنٹ کے ٹکٹ ہولڈر کو جتوانے کے لیے حکومتی اہل کار ہر حربہ استعمال کرتے رہے۔ اس الیکشن کی صورت بھی پورے ضلع میں عجیب رنگ اختیار کر گئی کہ ایک رئیس اعظم کے مقابلہ فقیر اعظم تھا۔ جب پوچھا جاتا کہ حضرت اب انتخاب کیسے لڑا جائے گا تو فرماتے کہ آپ لوگ اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ ضرور مدد کرے گا۔

آپ کے انتخاب میں تائید ربی اور امداد غیبی کا بڑا عمل دخل تھا۔ علاقہ میں کئی ایسے لوگ بھی میدان میں آ گئے جو مولانا کے لیے تائید غیبی ثابت ہوئے۔ یہ لوگ کوئی معمولی آدمی نہ تھے بلکہ یہ اپنے اپنے قبائل اور اپنے اپنے علاقہ پر بڑے موثر تھے۔ ورکروں کی ایک فوج ظفر موج تیار ہو گئی' جن کے خلوص کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ورکروں نے جو قربانیاں دیں' وہ مثالی تھیں۔ ان لوگوں میں مہر نور محمد سپرا' رائے لعل محمد کلیار' میاں امام شاہ' چودھری سکندر خان رجوکہ' چودھری بھائی خان رجوکہ' میاں سلطان احمد ہنجرا' مولا بخش ہنجرا' میاں حسام الدین ہنجرا' غلام محمد رنگین ایڈیٹر رسالہ "عروج" جھنگ' چودھری ولی محمد ریٹائرڈ' اکسائز انسپکٹر جھنگ' میاں شیر علی شاہ' میاں محمد علی شاہ (آف کوٹ وساوا) مہر احمد سعید جپ وغیرہ وغیرہ پیش پیش تھے' جنہوں نے انفرادی یا اجتماعی دورے کیے۔ علاقہ میں پیدل' سائیکلوں یا گھوڑوں پر گئے۔ حکیم عطا محمد قریشی الیکشن کے روئیداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سب سے علیحدہ ایک تانگہ کرایہ پر لیا اور اس پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے علاقہ میں نکل کھڑا ہوا۔ ہر چک میں کسی چوک میں تانگہ کھڑا کر کے آواز دیتا۔ لوگ تماشائیوں کی صورت میں جمع ہو جاتے۔ میرا شاگرد میاں کریم بخش میرے ساتھ تھا جو خوش الحانی سے میاں شیر علی شاہ صاحب کی پنجابی نظمیں پڑھتا اور جب مجمع لگ جاتا' میں الیکشن کے موضوع پر تقریر کرتا اور آگے چل پڑتا۔ اس طرح تھانہ چنیوٹ کا جنوبی حصہ' تھانہ بھوانہ کے چکوک کی آبادی ہم نے طے کر لی۔ لب دریا (کدھی علاقہ) رجوعہ اور

Marfat.com

رجوعہ کا گرد و نواح مولوی محمد خان صاحب' مولانا محمد نافع' میاں حسام الدین ہنجرا نے اپنے ذمہ لیا۔

دوسری طرف انتخابی مہم زور شور پر تھی' ان کی انتخابی مہم کاروں پر جاری تھی۔ اہل اقتدار بھی ہمنوا تھے۔ دوسرا حربہ دھونس دھاندلی تھا۔ مولانا کے ہمنوا غربا کو خوب ڈرایا جاتا مگر جب عوامی رابطہ مہم نتائج پورے علاقہ میں فقیراعظم کے حق میں سامنے آنے لگے تو سادات رجوعہ کو پاؤں تلے زمین نکلتی نظر آنے لگے جو پہلے کبھی وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ مجبورا ایک سیاسی چال چلنے کی خاطر سردار حسین شاہ اپنے ہمراہ مہر نجابت ، اور مہر منتہ ہرل کو ساتھ لے کر جامعہ محمدی شریف پہنچے۔

جس وقت یہ لوگ جامعہ پہنچے' اس وقت مولانا کے پاس ان کے قریبی دوست میاں حسام الدین ہنجرا' میاں فضل احمد ہنجرا اور میاں محمد اسلم ہنجرا موجود تھے۔ عجیب منظر تھا کہ جھنگ کا سرکردہ رئیس فقیر بے نوا سے مخاطب تھا: سردار صاحب نے کہا کہ مولانا آپ فقیر آدمی ہیں۔ ممبروں سے آپ کو کیا واسطہ؟ آپ مدرسہ چلائیں۔ تین سال کے لیے ممبری ہے۔ جامعہ کے تین سال جو آپ کا بجٹ ہے' یہ میں اپنے پاس سے دیتا ہوں۔ آپ الیکشن سے دستبردار ہو جائیں۔ سردار صاحب نے ۲ لاکھ روپے یکمشت دینے کی پیشکش کی۔

مولانا کا سادہ سا جواب تھا کہ میں اپنی خواہش سے اقتدار کی خاطر اور ذاتی وقار کی خاطر الیکشن کے میدان میں نہیں آیا۔ یہ ذمہ داری عوام نے میرے کندھوں پر ڈالی ہے' جس سے سبکدوش ہونا میرے بس کی بات نہیں۔ رہا معاملہ جامعہ کا' تو وہ رب ذوالجلال کی رضا کی خاطر ہے۔ اسی کا کام ہے۔ جس حد تک اسے چلانا منظور ہوگا' وہ اسباب و ذرائع فراہم کر دے گا۔ مجھے اس ادارہ کی خدمت ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے کرنی ہے۔ وہ ادا کر رہا ہوں اور جہاں تک اللہ نے توفیق دی' کرتا رہوں گا۔ مہر نجابت نے سیخ پا ہو کر کہا کہ سردار صاحب اٹھو چلیں۔ گر گر التجائیں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم دیکھیں گے کہ مولوی ہمارے سامنے کیسے کامیاب ہوگا اور پچھتائے گا کہ اس نے پیشکش کو ٹھکرا کر کتنا نقصان اٹھایا ہے؟ مہر نجابت جپہ نے سردار صاحب کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے کہا "مولوی صاحب کل ویکر اک دے منہ تے دھوڑ ہونی اے" (یعنی مولوی صاحب کل ایک کو عبرت ناک شکست ہونی ہے")۔ اس کے جواب میں میاں حسام الدین ہنجرا نے کہا کہ "مہر صاحب یہ تو وقت بتائے گا"۔

الیکشن کے طریقہ کار کے مطابق دس روز میں پولنگ کرانے کا پروگرام تشکیل دیا

Marfat.com

گیا تھا جو کہ دس مارچ ۱۹۵۱ء سے لے کر ۱۹ مارچ ۱۹۵۱ء تک جاری رہا۔ مولانا موصوفؒ کے رفقاء نے گاؤں گاؤں' قریہ قریہ جا کر ووٹ کی صداقت' امانت کا پیغام پہنچا چکے تھے۔ جس کے نتائج میں خصوصاً غرباء طبقہ مولانا موصوفؒ کے حق میں سرداروں کے ڈر و خوف کی وجہ سے چھپے چھپے آواز میں آواز ملا چکا تھا۔ جب پولنگ شروع ہوئی' مختلف گاؤں کے سطح پر پولنگ اسٹیشن قائم کیے گئے تھے۔ مولانا کے رفقاء اپنے طریقہ کار کے مطابق ہر گاؤں میں پہنچ کر پولنگ کی نگرانی کرتے رہے۔ کئی پولنگ اسٹیشن ایسے بھی تھے' جہاں سرداران رجوعہ کے خوف سے کوئی آدمی سامنے آ کر حمایت کرنے کو تیار نہیں تھا۔ وہاں یہ طریقہ کار اختیار کیا گیا کہ رات کے وقت لوگوں کے گھروں میں ووٹوں کی پرچیاں پہنچا دی جاتی رہیں۔ پورے دس روز حکومتی سطح پر بھی اور مقامی اثر و رسوخ ہونے کی وجہ سے بھی سرداران رجوعہ نے کامیابی کے لیے دھونس' دھاندلی وغیرہ کا حربہ اختیار کیا۔ جن لوگوں کے بارے میں انہیں پتہ چل جاتا کہ گاؤں کا فلاں شخص مولانا کا امدادی ہے' اس کے ہاں رات کو چوری کی واردات کر دی جاتی یا زبانی ڈرایا دھمکایا جاتا۔

پولنگ اسٹیشن پر حکومت کی پولیس کا کھلے بندوں ووٹروں کے بھگانے یا مسلم لیگ کے نمائندہ کی صندوقچی میں پرچی ڈالنے کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز دولتانہ کا انتظامیہ کو حکم تھا کہ مسلم لیگ کو ہر قیمت پر جتایا جائے۔ دھونس' دھاندلی اور مولانا صاحب کے سیاسی ورکروں کے ساتھ ظلم و زیادتی کے واقعات بے شمار ہیں۔ اس ضمن کا ایک واقعہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ مولانا موصوفؒ کا ایک کارکن حافظ محمد عبداللہ اہیر اپنے پولنگ اسٹیشن کا رزلٹ حاصل کرنے کے لیے جھنگ برانچ نہر کی پٹڑی پر جا رہا تھا کہ سردار صاحبان کے سیاسی غنڈے جیپ پر سوار وہاں سے گزرے۔ جب مولوی صاحب پر ان کی نظر پڑی تو فوراً پہچان گئے کہ مولانا محمد ذاکر صاحب کا ورکر ہے۔ اسے اپنے نزدیک بلایا اور پکڑ کر نہر میں ڈال دیا۔ یہ بیچارہ غوطے کھاتا بڑی مشکل سے جان بچا کر نہر سے نکلا۔ اس کے کپڑے بھیگ گئے۔

دوسرا واقعہ موضع بخاریاں کا ہے۔ وہاں منشی صالح محمد مولانا کے الیکشن ایجنٹ تھے۔ میاں غلام سرور نمبردار محمدی شریف بھی وہاں موجود تھے۔ غلام سرور بتلاتے ہیں منشی صاحب جب پولنگ کے نزدیک گئے تو سردار صاحبان کے غنڈوں نے منشی کی چادر (تہ بند) اتار لی تو منشی صاحب شرم کے مارے اس طرف دوڑے جہاں جناب غلام سرور اور کچھ دیگر مولانا کے سپورٹر کھڑے تھے۔ منشی صاحب کو برہنہ دیکھ کر کسی صاحب نے چادر

Marfat.com

دی تو منشی صاحب نے اپنی ستر پوشی کی۔

دھن' دھونس' دھاندلی کے تینوں حربے استعمال کرنے کے باوجود ووٹ شماری کے نتائج مولانا کے حق میں امید افزا رہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ووٹوں کی تعداد میں ہر آنے والے دن میں اضافہ ہوتا گیا۔ غیر سرکاری اعلان کے مطابق مولانا رئیس اعظم کو ناکام کر چکے تھے۔ اب سرکاری رائے شماری کا انتظار تھا' جس میں مولانا کے پاس افواہیں آ رہی تھیں کہ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں امیدواروں کی صندوقچیوں کو توڑ کر مسلم لیگی امیدوار کو کامیاب کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مہر عارف سیال کے مقابلہ میں فیض محمد جنجانہ کے ساتھ شرمناک زیادتیوں کی اطلاع بھی ہو چکی تھی۔ چنانچہ مولانا نے اپنے پولنگ ایجنٹ حکیم عطا محمد قریشی کو فورا اس سلسلہ میں ڈسٹرکٹ آفس جھنگ گھیانہ بھیجا تاکہ ناجائز کارروائی کرنے والوں کی نگرانی کی جائے اور صحیح رائے شماری ہو۔ دوسری طرف سردار حسین شاہ کے ہاں جیت کے لیے رات کو خوشیاں منائی گئی تھیں مگر ابھی سرکاری نتائج باقی تھے۔ سرکاری رائے شماری میں مولانا کی طرف سے حکیم عطا محمد قریشی اور سردار غلام محمد شاہ کی طرف سے سید طالب حسین شاہ ایجنٹ تھے۔

۲۹ مارچ ۱۹۵۱ء کی سرکاری رائے شماری کے مطابق حلقہ نمبر ۹ تھانہ بھوانہ' تھانہ چنیوٹ میں مندرجہ ذیل صورت حال سامنے آئی:

مولانا محمد ذاکر ۷۵۶۷ ووٹ

سید غلام محمد شاہ ۷۰۳۷

سید احمد شاہ ۳۱۰

مندرجہ بالا ریکارڈ کے مطابق مولانا محمد ذاکر ۵۳۰ ووٹ سید غلام محمد شاہ سے زائد لے کر کامیاب قرار دیے گئے۔

(یکم اپریل ۱۹۵۱' پندرہ روزہ "قلندر" جھنگ)

اور اس طرح ضلع جھنگ نشستوں کے نتائج پر درج ذیل امیدوار کامیاب قرار دیے گئے:

| | | |
|---|---|---|
| حلقہ نمبر۱' شور کوٹ | مہر محمد عارف سیال | آزاد |
| حلقہ نمبر۲' تھانہ گڑھ مہاراجہ | نوازش علی | مسلم لیگ |
| حلقہ نمبر۳' تھانہ اٹھارہ ہزاری | کرنل عابد حسین شاہ | مسلم لیگ |
| حلقہ نمبر۴' شاہ جیونہ | میجر مبارک علی شاہ | مسلم لیگ |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| حلقہ نمبر۵' کھیانہ شہر | شیخ محمد سعید | مسلم لیگ |
| حلقہ نمبر۶' ستیانہ | مہر غلام حیدر بھروانہ | مسلم لیگ |
| حلقہ نمبر۷' لالیاں | مہر محمد محسن لالی | آزاد |
| حلقہ نمبر۸' چنیوٹ شہر | الطاف حسین شاہ | آزاد |
| حلقہ نمبر۹' تھانہ بھوانہ و رجوعہ | مولانا محمد ذاکر | آزاد |

مندرجہ بالا الیکشن کے انتخاب کے نتائج میں تنظیم اہل سنت الجماعت کے پانچ نمائندے کامیاب ہو گئے تھے۔ جن میں نوازش علی سیال' شیخ محمد سعید' مہر غلام حیدر بھروانہ' مہر محمد محسن لالی اور مولانا محمد ذاکر شامل تھے۔ ان نتائج کے مطابق تنظیم اہل سنت ضلع میں اکثریت حاصل کر کے اپنا حق نمائندگی کی اہلیت جتانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

انتخاب کے نتائج سے بچنے کے لیے کچھ ناکام امیدواروں نے الیکشن پٹیشن کا ڈھونگ بھی رچایا۔ مولانا موصوف" کے حلقہ نمبر۹ میں سردار حسین شاہ اپنی شکست کو کبھی بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے۔ لہٰذا انہوں نے سرکاری نتائج سے اتفاق نہ کرتے ہوئے پٹیشن دائر کر دی کہ مولانا دھاندلی کے ساتھ کامیاب قرار دیئے گئے ہیں۔ مگر عدالت میں کوئی ثبوت پیش نہ کر سکنے کی وجہ سے ناکام رہے اور مولانا ہی کامیاب ہوئے۔

عوامی محاذ گروپ کو ضلعی سیاست میں تو برتری حاصل ہو گئی لیکن شاہ جیونہ گروپ نے' جو چار ممبروں پر مشتمل تھا' مسلم لیگ سے کٹ کر ڈاکٹر خان کی قائم کردہ نئی جماعت ری پبلکن پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔ حالانکہ مسلم لیگی ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے۔ شاہ جیونہ گروپ کے دونوں سرکردہ رئیسوں نے وزارتوں کے چکر میں آ کر مسلم لیگ کو خیرباد کہہ دیا جبکہ عوامی محاذ کی طرف سے منتخب ہو کر آنے والے بدستور مسلم لیگ سے منسلک رہے۔

اسی دوران ون یونٹ بنایا جا رہا تھا' چار اسمبلیوں سے بالواسطہ انتخاب کے ذریعے ون یونٹ (مغربی پاکستان) اسمبلی کا چناؤ کرنا تھا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ مغربی پاکستان اسمبلی سابق ممبران سے ایک تہائی تعداد کی تخفیف کر کے بقیہ دو تہائی تعداد کو برقرار رکھا جائے۔ چنانچہ طے پایا کہ ہر ضلع میں ممبران اپنے اپنے سیاسی گروہی گروپوں کے لحاظ سے دو حصوں میں مقابلہ کر لیں۔ اکثریتی گروپ برقرار رہے گا اور قلیتی گروپ کے ممبران کالعدم قرار دیئے جائیں گے۔

ہر ضلع کی طرح یہاں بھی جوڑ توڑ شروع ہو گیا۔ یہاں بھی مولانا نے اپنی اکثریتی

Marfat.com

کامیابی کو بحال رکھنے کے لیے سرتوڑ کوشش کی۔ ضلع جھنگ کے لیے چھ نشستیں مقرر کی گئی تھیں اور نو ارکان نے ان کا اکثریت سے انتخاب کرنا تھا۔ ضلع بھر میں پرانی دھڑا بندی موجود تھی جس میں سید عابد حسین جو اب وزیر تھے' کا گروپ مسلم لیگ سے نکل چکا تھا۔ بظاہر غالب تھا اور دوسرے کمزور ممبران کو اپنے ساتھ ملانے میں اس کی کامیابی میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا۔ عوامی محاذ کے منتخب نمائندوں اور مسلم لیگی ممبران نے آپس میں اتحاد کر کے معاہدہ کر لیا اور ان کے ساتھ مہر شیر محمد بھروانہ بھی مل گیا جو کہ منتخب نہیں تھا' دوبارہ مسلم لیگ پارٹی کی صورت میں پھر سے منظم ہوگئے۔

۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء کو نامزدگی کاغذات کی پڑتال ہو جانے کے بعد پنجاب سے باہر نکل گئے۔ ۱۹ جنوری ۱۹۵۶ء کو انتخاب کے روز واپس آئے۔ اس دوران انہیں تلاش کر کے پکڑنے کی بڑی کوشش کی گئی۔ ڈراؤ دھمکاؤ کے حیلے اختیار کیے گئے۔ ان کے رشتہ داروں کو یرغمال بنایا گیا مگر انتخاب میں یہ پانچ ارکان کامیاب ہوگئے اور ایک چھٹا غیر منتخب شخص اکثریتی ووٹوں کے ذریعے مہر شیر محمد بھروانہ بھی ان کے ساتھ مغربی پاکستان کی اسمبلی میں نمائندگی کے لیے منتخب ہوگیا۔ اس طرح شاہ جیونہ گروپ کو بڑی زبردست سیاسی شکست ہوئی۔ جبکہ مولانا اس سے پہلے سادات رجوعہ کو ۱۹۵۱ء کے الیکشن میں ہرا چکے تھے۔ شاہ جیونہ گروپ کو اپنی نمائندگی کی اہلیت و قابلیت پر فخر تھا لیکن یہ بھی ۱۹۵۶ء میں آ کر مرکزی اسمبلی میں شکست سے دو چار ہوگئے۔

اس وقت ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ تھے۔ انہیں یہ بات بڑی ناگوار گزری۔ انہوں نے ایک الیکشن ٹریبونل قائم کر کے پٹیشن دائر کرائی اور دسمبر ۱۹۵۶ء میں ان کا انتخاب ناجائز قرار دیا گیا۔ یہ دور ری پبلکن پارٹی کا تھا اور وہ کبھی یہ نہیں چاہتی تھی کہ مسلم لیگ کو اکثریت حاصل ہو۔ چنانچہ دوران سماعت مہر غلام حیدر بھروانہ سے استعفیٰ دلوا کر سید عابد حسین جو وزیر تھے' ممبر منتخب کرائے گئے۔ اور وعدہ کیا گیا کہ ممبران کا چناؤ بحال کیا جائے گا مگر سخت بدعہدی کر کے منتخب شدہ ممبران کو نااہل قرار دیا گیا اور درخواست واپسی الیکشن پٹیشن جو مہر محمد عارف سیال نے گزاری تھی' اس کو خارج کر دیا گیا۔

مولانا موصوفؒ نے انصاف تلاش کرنے کی غرض سے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ مکمل بحث و مباحثہ کے بعد سپریم کورٹ کے چیف جسٹس محمد منیر نے مسلم لیگ کے حق میں ضلع جھنگ سے مغربی پاکستان اسمبلی کے پانچ ارکان شیخ محمد سعید' مولانا محمد ذاکر'

Marfat.com

مہر محسن لالی' مہر شیر محمد بھروانہ اور مہر نوازش علی سیال کی رکنیت بحال کر دی جس پر انتخابات میں ناجائز طریقے اختیار کرنے کی بناء پر گورنر مشتاق احمد گورمانی نے ان کی رکنیت معطل کر دی اور ان کی جگہ میجر مبارک علی شاہ' مہر محمد عارف سیال' نوابزادہ افتخار احمد انصاری' سید الطاف حسین شاہ اور مہر کریم بخش بھروانہ کو منتخب قرار دے دیا۔ اس فیصلہ پر سپریم کورٹ سے مولانا نے Stay Order لے لیا جو فیصلہ ہونے کے دو گھنٹے بعد متعلقہ افسر انتخابات کو ملا۔ (روزنامہ "امروز" ۲۶ فروری ۱۹۵۷ء)

سیاست کی بساط بچھ چکی تھی اور جس میں مولانا نے علاقہ کے نمائندہ کی حیثیت سے سیاسی میدان میں اپنا تاریخی کردار ادا کر کے روسائے جھنگ سادات رجوعہ اور شاہ جیونہ دونوں گروپ اور ان کے حواریوں کو اہلیت و قابلیت کا جواب دے چکے تھے۔ ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں اہل رجوعہ اپنے تمام امیدواروں کے ساتھ ناکامی کا سامنا کر چکے تھے۔ اور بھرون یونٹ کے ضمنی انتخاب میں شاہ جیونہ گروپ اپنے جاہ و منصب کے باوجود ممبریاں تو کجا وزارتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ کیونکہ یہ گروپ ری پبلکن پارٹی کے بنیادی ستون گردانے جاتے تھے۔ ان میں ایک مرکزی وزیر میجر مبارک علی شاہ اور ایک صوبائی وزیر کرنل عابد حسین جس کے ہاتھ میں پنجاب کی زمام اختیار تھی اور صدر مملکت اسکندر مرزا ذاتی طور پر ان کی تعداد میں دلچسپی لے چکے تھے۔ ضلع کے سیاسی میدان میں شکست کا سامنا کر چکے تھے۔

اس وقت پاکستان کی سیاست نئی کروٹ لے رہی تھی۔ پاکستان کے صدر سکندر مرزا پر غداری کے الزام لگا کر ان سے استعفیٰ لے لیا گیا اور ان کو ملک بدر کر دیا گیا۔ کمانڈر انچیف محمد ایوب خان کی زیر قیادت فوج نے حکومت سنبھال لی تھی اور مارشل لا نافذ کر دیا گیا تھا۔ اس وقت کے کچھ چند سیاست دانوں کے مشورے سے صدر ایوب خان نے کنونشن لیگ قائم کر کے اقتدار کو سنبھالا دینے کی کوشش کی۔ آمریت کا دور شروع ہوگیا۔ جمہوریت پسند سیاست دانوں کی کچھ پیش نہ چل سکی تو خاموش بیٹھ گئے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے دور میں شہری صنعت کو فروغ ملا اور دیہی ترقی ہوئی تاہم ملک کے سیاست دانوں کو جمہوریت والی آزادی نہ دے سکے۔ نئے سرمایہ دار ابھرے۔ ملک کا سرمایہ چند مخصوص خاندانوں کی تجوریوں میں سمٹنے لگ گیا۔ جبکہ غریب عوام کے وسائل محدود اور ضروریات زندگی کا ملنا دشوار ہوگیا جس پر ۱۹۶۹ء میں ان کے خلاف عوامی تحریک زور پکڑ گئی اور آخرکار فوجی قیادت کو عوامی قوت کے سامنے جھکنا پڑا۔ چنانچہ ایوب خان نئے الیکشن

Marfat.com

کے لیے اقتدار فوج کے سپرد کر کے خود سیاست سے ریٹائر ہو گئے۔ ایوبی دور میں مولانا نے صدر ایوب کی غیر جمہوری پالیسیوں کی بنا پر عملاً حصہ نہ لیا اور جامعہ کی تعلیمی سکیم میں ہمہ تن مصروف رہے۔

## ۱۹۷۰ء کے انتخابات

سیاست سے ایوب خان کے ریٹائر ہونے پر اقتدار فوجی جنرل یحییٰ خان نے سنبھال لیا تھا اور دسمبر ۱۹۷۰ء میں حق بالغ رائے دہی کے لیے جماعتی بنیاد پر انتخابات کرانے کا اعلان کیا گیا۔ اس وقت ملک میں کئی پارٹیاں نئی بھی تشکیل پا چکی تھیں۔ مسلم لیگ مختلف دھڑوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ۷۰ کے انتخابات میں پیپلز پارٹی عوامی لیگ کے علاوہ کئی دوسری پارٹیاں جماعت اسلامی' جمعیت العلماء پاکستان' خاکسار' جمعیت العلماء اسلام اور مختلف مسلم لیگی دھڑے حصہ لینے کے لیے میدان میں آ گئے۔ ایوبی دور کے وزیر خارجہ نے صدر ایوب سے بغاوت کا تاثر پیدا کر کے پیپلز پارٹی قائم کی اور عوامی مسائل کو خوب ہوا دی۔ نئے انتخابات میں اسلام ہمارا مذہب' سوشلزم' ہماری معیشت اور جمہوریت کا نصب العین لے کر میدان عمل میں اترا۔ روٹی کپڑا اور مکان کا منشور دیا اور آنے والے انتخاب میں مغربی پاکستان کی غالب فضا اپنے حق میں کر لی جبکہ دوسری طرف مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ پارٹی کا غلغلہ جاری و ساری تھا۔

مولانا موصوفؒ ہمیشہ سے ملک کے اندر اسلامی قانون کے نفاذ کے دعویدار تھے۔ اب ان کے سامنے سوشلزم کا نعرہ بجلی کی کڑک سے کم نہ تھا۔ اگرچہ اس دور میں مولانا موصوفؒ اپنی طویل علالت کے باعث کمزور ہو چکے تھے۔ رعشہ نے زور پکڑ لیا تھا۔ تاہم اسلام کے مقابلہ میں سوشلزم کی تحریک انہیں قطعاً گوارا نہیں تھی۔ چنانچہ دوبارہ کوچہ سیاست میں آ گئے۔ مقامی سطح پر جھنگ کی سیاسی مذہبی جماعتوں کو اکٹھا کیا۔ اپنے رفقاء سیاست دانوں شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ جھنگ صدر' رائے نور احمد سگرا ایڈووکیٹ' مولانا غلام حسین صاحب خطیب جامع مسجد وچی روڈ اور دربار حضرت سلطان باہو سلطان مجید صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت ضلع کی سیاست میں مختلف پارٹیاں اپنی تنظیم قائم کر چکی تھیں۔ چونکہ آپ پہلے ۱۹۵۱ء کے انتخابات عوامی متحدہ محاذ کے نام سے جیت چکے تھے' اس لیے اسی محاذ کو دوبارہ فعال بنانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ عوامی محاذ کو آنے والے انتخابات (دسمبر ۱۹۷۰ء) کے لیے فعال کرنے کے لیے مختلف جگہوں اور تینوں تحصیلوں کی سطح پر

Marfat.com

اجلاس منعقد کرنے کا لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ محاذ کی قیادت باوجود معذوری اور لاچار بیماری کے خود کر رہے تھے۔ اسی دوران یہاں ایک اور صورت سامنے آگئی کہ مولانا کا مرشد خانہ حضرت خواجہ قمرالدین جمیعت العلما پاکستان کے صدر نامزد ہوگئے جو ایک باقاعدہ جماعت کے طور پر انتخابات میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہر حلقہ میں اپنا نمائندہ منتخب کرنے کے لیے حضرت خواجہ قمرالدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف باقاعدگی سے ملک کا دورہ کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب نے ضلع جھنگ کے عوامی محاذ کے نمائندوں کو جمیعت العلماء پاکستان کی طرف سے الیکشن میں حصہ لینے کے لیے دعوت دی۔ مولانا پہلے ہی سوشلزم کے مقابلہ میں ایک اسلامی ذہن رکھنے والی جماعت کا پلیٹ فارم چاہتے تھے جس پر سرمایہ داری اور سوشلزم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جا سکے۔ مزید برآں آپ کے مقابل ضلع کے روساء سرمایہ دار، جاگیردار طبقہ مسٹر بھٹو کی اٹھتی ہوئی تحریک اور بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر پیپلز پارٹی کا جھنڈا تھام چکے تھے۔ چنانچہ علاقہ کی عوام اور رفقاء کے مشورہ سے آپ نے جمیعت العلماء پاکستان کی قیادت میں انتخابات میں حصہ لینے کی حامی بھرلی۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں تحصیل جھنگ کی سیٹ پر سید عابد حسین شاہ اور تحصیل شور کوٹ کی سیٹ پر شاہ جیونہ گروپ کے سیاست دان مہر عارف خان سیال امیدوار تھے۔ ادھر تحصیل چنیوٹ کی سیٹ کے لیے سادات رجوعہ کے سردار محمد علی شاہ اور سردار زادہ ظفر عباس شاہ کمریں کس چکے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مولانا کو مرض نے لاچار کر دیا ہے۔ اول تو الیکشن میں حصہ نہیں لیں گے اگر انہوں نے لیا تو ان کی علالت کا پروپیگنڈہ کر کے ہم بہت حد تک کامیاب ہو جائیں گے۔ مولانا کا اس دفعہ سیاست میں حصہ لینے کا قطعاً ارادہ بھی نہیں تھا۔ آپ نے اپنے دیرینہ سیاسی رفیق مہر محمد محسن لالی کے صاحبزادہ مہر غلام عباس لالی اور مہر دوست محمد لالی ولد احمد یار کانویں والہ کے درمیان مصالحت کرا کے تحصیل چنیوٹ کی مرکزی سیٹ کے لیے آمادہ کرنے کی بڑی کوشش کی مگر ان میں کوئی بھی مرکزی سیٹ کے لیے تیار نہ ہوا۔ آخر صوبائی سیٹ کے لیے مہر دوست محمد ولد اللہ یار لالی کو اتفاق رائے سے نامزد کیا گیا۔

جمیعت العلماء پاکستان کے صدر حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی نے ضلع کی مرکزی دو سیٹوں کے لیے شورکوٹ سے حضرت سلطان باہو کے چشم و چراغ صاحبزادہ نذیر سلطان کو نامزد کیا اور سید عابد حسین شاہ کے مقابلہ کے لیے جھنگ کی سیٹ پر مہر غلام حیدر بھروانہ کو نامزد کیا گیا۔ لیکن تحصیل چنیوٹ کے لیے نامزدی کرنے کے لیے ایک مجلس بلائی گئی اور

Marfat.com

ارکان مجلس بالخصوص خواجہ صاحب کا اصرار تھا کہ مولانا محمد ذاکر کو آمادہ کیا جائے تو یہ بہتر ہوگا مگر مولانا نے اپنی بیماری کی وجہ سے معذرت کا اظہار کیا۔ مرکزی سیٹ تحصیل چنیوٹ کے لیے امیدوار نامزد کرنے کے لیے جامعہ محمدی شریف میں جو ایک خصوصی اجلاس بلایا گیا تھا' جس میں قابل ذکر شخصیتیں حضرت خواجہ صاحب (صدر جمعیت العلماء پاکستان) کے علاوہ خواجہ فخرالدین سیالوی' مہر غلام حیدر بھروانہ' سید امام شاہ آف رجوعہ' صاحبزادہ نذیر سلطان اور حکیم عطا محمد قریشی موجود تھے۔ جب مولانا انکاری رہے تو آخرکار خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میرا حکم ہے کہ آپ نے الیکشن لڑنا ہے۔ ہم نے فیصلہ کر دیا ہے۔ مولانا کو اپنے مرشد خانہ کی حکم عدولی بھی گوارا نہ تھی۔ مولانا نے کہا کہ آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر ایک میری اپیل ہے کہ آپ مجھے معذور سمجھیں۔ شاید اپنی کمزوری کے باعث فرائض منصبی سے قاصر رہوں جو میرے لیے انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوگی۔ میری تجویز ہے کہ دربار سیال شریف کی طرف کسی اور کو نامزد کیا جائے تو انشاء اللہ کامیابی ہماری ہوگی۔

اس وقت موجود سید امام شاہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا نے کہا شاہ رجوعہ جیسے مرکز میں بیٹھ کر اہل سنت الجماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ لیکن شاہ صاحب نے بھی معذرت کی اور خواجہ سیالوی صاحب کے ساتھ مل کر مولانا کو مجبور کرنے لگے۔ آخرکار فیصلہ ہوا کہ اپنی تمام تر مشکلات کے باوجود یہ ذمہ داری قبول کریں۔

چنانچہ مجبوراً مولانا کو دوبارہ ۷۰ء کے الیکشن میں لایا گیا۔ اب روسائے جھنگ کو سب سے بڑا حریف محمدی شریف کا مرکز دکھائی دے رہا تھا اور اس طرح دوبارہ ایک رئیس اعظم اور فقیر اعظم کی صورت حال عوام کے سامنے تھی۔ تحصیل چنیوٹ کی مرکزی سیٹ کے لیے سردار حسین شاہ کے پوتے سردار محمد علی شاہ اور صوبائی نشست پر ان کے اپنے قریبی عزیز سردار زادہ ظفر عباس پیپلز پارٹی کے امیدوار تھا جبکہ جمعیت العلماء پاکستان کے ٹکٹ پر جھنگ کی ہر سیٹ پر اپنا نمائندہ کھڑا کر دیا گیا۔

اس دفعہ مقابلہ کی عجیب صورت حال تھی۔ مولانا خود علیل تھے۔ ضعف پیری کی وجہ سے ان کا چلنا بھی مشکل تھا۔ آپ کی علالت اور ضعف پیری کو اچھال کر مخالف فریق پروپیگنڈہ کر رہے تھے مگر مولانا کی روحانیت اور پہلے سیاسی عمل کا ہی اثر تھا کہ وہ چارپائی پر پڑے ہیں۔ لوگ ان کا الیکشن لڑ رہے ہیں۔ جیسا کہ ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں بھی آپ نے کسی سے جا کر ووٹ نہیں مانگا بلکہ اپنے ورکروں اور نمائندوں کے ذریعے ہی انتخاب جیت لیا۔ اپنے سابقہ تجربات کی بنا پر اس دفعہ بھی منظم طریقے سے انتخابی مہم کا

Marfat.com

آغاز کیا گیا۔ تحصیل چنیوٹ کی مرکزی سیٹ کے لیے جو حلقہ ترتیب دیا جا چکا تھا۔ اس کی مولانا پہلے ہی نمائندگی کر چکے تھے۔ اس انتخابی مہم میں جدوجہد کرنے والوں کے لیے کوئی خاص منت سماجت اور بلند و بالا دعوے نہ کرنا پڑ رہے تھے۔ تمام صورت حال لوگوں کے سامنے آ گئی تھی۔ مولانا موصوف ؒ عوام خصوصاً غرباء اور متوسط طبقہ کے دلوں میں گھر کر چکے تھے۔ نمائندے جہاں بھی جاتے' ان کا استقبال کیا جاتا مگر پھر بھی بعض جگہوں پر کئی رکاوٹیں سرداران مرحوم کی طرف سے سامنے آئیں۔ لوگوں کے ذہنوں میں انتخابی مہم کے دوران کئی وسوسے پیدا کیے گئے لیکن لوگوں کو باور کرا دیا گیا کہ حقدار آپ کے ووٹ کا وہ ہے جو کونسل یا اسمبلی میں جا کر آپ کے حقوق کی ترجمانی کرے۔ آپ کی معیشت ثقافت اور ضرورت کی جانب سے غفلت نہ برتے اور وہاں جا کر الیکشن کا خرچ کردہ روپیہ پیسہ واپس لوٹانے میں نہ مصروف ہو جائے۔ تھانے' تحصیل عدالت میں کسی کو ناجائز امور میں امداد و اعانت نہ دے۔ امیدوار کا ماضی میں بھی پبلک کے ساتھ کوئی رابطہ رہا ہو۔ صرف امیر ابن امیر ہونے کی حیثیت سے آپ کے ووٹوں کا حقدار نہ بن رہا ہو؟ مولانا محمد ذاکرؒ ایک دفعہ پہلے بھی ممبر رہ چکے ہیں۔ اس اثناء میں سب سے بڑا کارنامہ چنیوٹ سے جھنگ تک کی پختہ سڑک کی تعمیر ہے انہوں نے پبلک کی تعلیمی حالت سدھارنے کے لیے دینی مدرسہ نہیں بلکہ کئی مدارس بنائے۔ ہائی سکول اور کالج بنوایا۔ جن بے سہارا بچوں کے سر سے ماں باپ کا سایہ اٹھ گیا' ان کے لیے پختہ عمارت پر مشتمل یتیم خانہ بنایا اور خود ایک کچے کمرے اور جھونپڑے میں رہے اور جو صاحبان ان کے مقابلہ میں ہیں' ان کا طرز بالکل عوام پر حکمرانی کا سا ہے۔

رئیس اعظم کی ہمنوائی میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو جیسی وقت کی مقبول ترین شخصیت بھی حلقہ کا دورہ کر کے اپنا اثر و رسوخ اور وعدے و عہد وغیرہ کا اظہار کر چکی تھی۔ مگر بستر مرض پر پڑے مریض نے نہ صرف الیکشن اپنے حلقہ کا جیتا بلکہ جمیعت کی طرف سے پورے ضلع کی تمام سیٹیں جیت لی تھیں۔ ضلع جھنگ کو ۷۰ء کے الیکشن میں یہ خصوصیت حاصل رہی کہ یہاں نہ پیپلز پارٹی جیت سکی نہ کوئی دوسرا شخص کامیاب ہوا۔ صرف اور صرف عوامی محاذ کے نمائندے جو جمیعت العلماء پاکستان کے ٹکٹ لے کر الیکشن لڑے اور کامیاب ہوئے۔ مولانا نے اپنے حلقہ انتخاب میں دوسرے دونوں فریق سردار محمد علی شاہ اور سردار زادہ ظفر عباس کے مقابلہ میں تقریباً پانچ ہزار زائد ووٹ حاصل کر کے ایک مرتبہ پھر رئیس اعظموں کو شکست فاش دے کر قومی اسمبلی پاکستان کے ممبر منتخب

Marfat.com

ہو گئے۔

سرداران رجوعہ نے سابقہ روایت کے مطابق الیکشن کے نتائج کو تسلیم نہ کیا۔ اس وقت سردار حسین شاہ فوت ہو چکے تھے۔ ان کے بیٹے سردار غلام محمد شاہ نے اپنے بیٹے سردار محمد علی شاہ کو جتانے کی غرض سے آخری حربہ پٹیشن کا آغاز کیا۔ کافی عرصہ تک مقدمہ زیر سماعت رہنے کے بعد آخرکار فیصلہ مولانا کے حق میں ہوا۔ مخالف رئیس اعظم تھا۔ وسائل اور تعلقات بے بہا تھے۔ جبکہ مولانا موصوف کے پاس صرف توکل علی اللہ اور رفقاء کا خصوصی تعاون تھا۔ آپ کا سب سے بڑا عمل اور دعویٰ حسبی اللہ و نعم الوکیل تک محدود تھا۔ جس میں یقیناً وہ کامیاب ہو گئے۔

## ضلعی سیاست اور تعمیری فکر

مولانا موصوف" نے مختلف ذرائع سے اپنے ضلع کی جاہلیت کو ختم کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ پہلے چھوٹی چھوٹی تنظیموں کے ذریعے علاقہ کی اصلاح کے لیے کام کرتے رہے لیکن اب پورے ضلع کی سیاست کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ آپ کی یہ کوشش رہی کہ ضلع کی پسماندگی و جاہلیت کو ختم کر کے ایک عوامی سیاسی شعور پیدا کیا جائے جس میں کافی حد تک کامیاب ہو گئے۔ پاکستان بننے کے بعد پورے ضلع میں صرف چند تعلیمی ادارے' سکول / کالج تھے اور وہ بھی شہری حدود میں آتے تھے۔ مولانا نے تعلیم کو دیہاتی زندگی کے اندر پھیلانے میں سب سے پہلے دیہات کی سطح تک چھوٹا سا ادارہ کو بنیاد بنا کر پوری دیہی ضلعی زندگی میں مختلف جگہوں پر سکول قائم کرنے کی تحریک چلائی۔ کیونکہ تعلیم ہی ضلع کی پسماندگی ختم کرنے میں اہم رول ادا کر سکتی تھی۔ جامعہ محمدی کے نام سے ادارہ قائم کر کے اس کی مختلف علاقوں میں شاخیں قائم کی گئیں جو کہ بعد میں ہائی سکول اور کالج بنا دیا گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ دنیوی اور دینی تعلیم کو جاری رکھنے کے لیے دارالعلوم بھی جاری رکھا۔

مولانا کا ضلعی سیاست میں قدم رکھنے سے پہلے بھی اپنے علاقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے روسائے جھنگ سے علاقائی مسائل کی طرف توجہ دینے کے لیے کہتے رہتے تھے۔ مگر جب ضلع کی طرف سے نمائندہ چنے گئے تو اس ذمہ داری کو باحسن طریقے سے پورا کیا۔ آپ کے دور میں سب سے اہم کام جھنگ چنیوٹ روڈ کو پختہ سڑک کے ذریعے ملانے کا ہے۔ اسی طرح پورے ضلع میں سوئی گیس پہنچانے کے لیے بھی کوشش تھی مگر کچھ وسائل

Marfat.com

کی کمی کے باعث صرف چنیوٹ شہر تک گیس پہنچ سکی۔ دیہاتوں میں بجلی پہنچانا اور مین سڑک کے ذریعے دیہاتوں کو ملانا جیسے ترقیاتی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ دیہات کی زندگی میں طبی سہولتیں پہنچائی گئیں۔ کئی ہسپتال' ڈسپنسریاں قائم ہوئیں۔ الغرض ضلعی سیاست میں آ کر غرباء اور متوسط طبقہ کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ حالانکہ پہلے یہ دور تھا کہ سادات رجوعہ اپنے علاقہ میں کوئی سکول بھی قائم نہیں ہونے دیتے تھے کیونکہ ان کو خوف تھا کہ اگر یہ لوگ پڑھ گئے تو ہماری خدمت کون کرے گا' ہمارے حقے کون بھرے گا۔ اس لیے ضلع سے جاہلیت کے دبیز پردے اٹھانے کے لیے مولانا جو عزم لے کر میدان میں آئے' اس میں یقیناً وہ اپنی زندگی ہی میں کامیاب ہو گئے۔

Marfat.com

باب سوم

(حصہ سوم)

# حق قیادت

- عوامی امور میں دلچسپی
- تعصب سے بالاتری
- جرائم کی سرکوبی
- تعلیم کا فروغ
- بجلی کی فراہمی
- سوئی گیس کی فراہمی
- مواصلاتی روابط

Marfat.com

## عوامی امور میں دلچسپی

مولانا کو بچپن ہی سے عوامی امور میں دلچسپی تھی۔ جس کے لیے بڑی قربانیاں بھی دینا پڑیں۔ اپنی تعلیم مکمل کرتے ہی اپنے آبائی گاؤں کی فلاح و بہبود اور آبائی ضلع سے جاہلیت کو ختم کرنے کی تگ و دو شروع کی۔ اس وقت ضلع میں متوسط طبقے غیر سیاسی تھے۔ جن کو اپنے روسائی توجہ مقامی مسائل کی طرف دلانے کے لیے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ غریب کسانوں اور چھوٹے زمینداروں کی حالت بڑی دگرگوں تھی۔ چنانچہ انجمن زمینداران قائم کی اور اس طرح مقامی زمینداروں کے مسائل سے وقت کے حکمرانوں کو آگاہ کرتے رہے اور اسی طرح تعلیمی میدان میں علم کی شمع روشن کر کے اجڈ اور جاہل لوگوں میں تعلیمی ذوق پیدا کیا۔

مقامی سطح پر ہر معاملہ یا جھگڑا یا کوئی عوامی رفاہی پہلو سامنے آتا تو اس میں فوراً دلچسپی لیتے۔ اسی طرح آپ کے پاس جب بھی کوئی اپنے ذاتی کام کے سلسلہ میں حاضر ہوتا تو اس سے انتہائی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ مقامی لڑائی کو زیادہ تر مقامی سطح تک حل کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ کا اصول تھا کہ فریقین کے معززین میں سے چند آدمیوں کی پنچائیت کے ذریعے فیصلہ کراتے جس کی وجہ سے کسی فریق کو بھی اعتراض نہیں ہوتا۔

آپ ایک نڈر مسلمان تھے۔ چنانچہ جب اسمبلی کے پہلے اجلاس میں تشریف لے گئے تو حلف وفاداری اٹھاتے وقت آپ نے اعتراض کیا اگر حکومت صحیح اسلامی نہیں ہوگی تو میرا حلف نامہ نہیں ہوگا۔ اس وقت کے سپیکر اسمبلی خلیفہ شجاع الدین نے آپ کو یقین دلایا کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہوا تو تمام ایوان آپ کے ساتھ ہوگا۔ اس یقین دہانی پر آپ نے حلف اٹھایا۔ اسمبلی میں سب سے پہلا بل جو آپ نے پیش کیا تھا کہ وہ اسمبلی کے نزدیک مسجد بنوانے کا تھا۔

## تعصب سے بالاتری

آپ ہر قسم کے تعصب سے بالاتر تھے۔ آپ نے جس عظیم تعلیمی منصوبہ کا آغاز کیا تھا' اس میں ہر مکتب فکر کے لوگ تعلیم حاصل کرنے آتے رہے۔ سیاسی میدان میں بھی کلی طور پر انصاف اور خدمت کو پیش نظر رکھا۔ اعتدال پسندی آپ کا مشن تھا۔ ہر اس کام کی حوصلہ افزائی کرتے جس میں علاقائی خیر خواہی ہو۔ جب علاقہ کی جاگیردار قیادت

Marfat.com

کی ہٹ دھرمی حد سے بڑھ گئی تو آپ پر سیاست میں آنے کے لیے زور ڈالا گیا۔ آپ نے مکمل حمایت اور اعانت کا یقین دلاتے ہوئے خود سیاست کی دریوزہ گری سے دور رہنے کی خواہش کی لیکن علاقے کے مسائل کی زیادتی اور عوامی دباؤ کی وجہ سے سیاست میں آ گئے۔ کیونکہ عوامی فلاح آپ کا مشن تھا اور اپنے مشن کی تکمیل چاہتے تھے۔

آپ کے پاس جب بھی کوئی ذاتی یا قومی' عوامی کام کے سلسلہ میں آتا ان سب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ کے مخالفین بھی اپنے ذاتی کام کروانے کے لیے آتے تو آپ ان کو عزت دیتے اور پوری پوری مدد کرتے۔

## جرائم کی سرکوبی

ایک روایت مشہور ہے کہ علاقہ میں چوری ڈکیتی کا میاں امام الدین کے زمانہ سے ہی بڑا زور تھا۔ لیکن آپ کی آمد کے بعد جب یہاں کوئی چوری یا ڈاکہ ڈالتا تو اسی وقت ہی بزرگوں کی دعاؤں سے فوراً ظاہر ہو جاتا یا اندھا ہو جاتا۔ جب انتخابات کی ہوا چلی تو علاقہ میں جرائم بڑھ گئے۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے اپنی دھونس جمانے کی غرض سے مختلف علاقوں میں جرائم کی سرپرستی کرنا شروع کر دی۔ تقریباً ہر گاؤں میں کوئی نہ کوئی ان کا غنڈہ موجود ہوتا تھا جس کے ذمہ غریبوں کو تنگ کرنا' رات کو چوری کروانا اور مخالفین کو جعلی مقدمات میں پھنسانا ہوتا تھا۔ مگر آپ کے کردار کا اتنا رعب بیٹھ گیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں بعض مجرم لوگ آپ کے مرید ہوگئے اور انہوں نے جرائم سے توبہ کر لی جبکہ دیگر اپنے آپ کو اپنے کیے کی سزا سے نہ بچا سکے۔ آپ کے دور میں پولیس نے پورے علاقہ میں جرائم کی سرکوبی کی۔ اگر بڑے سے بڑا شخص بھی ملوث ہوتا تو وہ ضرور پکڑا جاتا۔ جرائم کی سرکوبی میں آپ کا اخلاقی اور روحانی کردار بڑا موثر تھا۔

## تعلیم کا فروغ

مولانا موصوفؒ کا شروع ہی سے تعلیم کو عام کرنے کا مشن تھا اور اس سے بڑھ کر دینی اور دنیوی تعلیم کو ایک سطح پر لانے کی سعی مولانا کے آخری دم تک جاری رہی۔ آپ کا خیال تھا کہ جب تک عوام تعلیم یافتہ نہیں ہو سکتے اس وقت تک ترقی ناممکن ہے۔ آپ نے ایک چھوٹے سے ادارے کی بنیاد رکھ کر ایک بہت بڑا رفاہی تعلیمی ادارہ قائم کیا جس کا تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے۔

آپ نے مختلف جگہوں پر پرائمری' مڈل اور ہائی سکول بنوائے جبکہ اس سے پہلے

Marfat.com

سوائے شہری حلقہ کے دیہاتوں میں کہیں کوئی سکول نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے ہر مرکزی جگہ پر جہاں اشد ضرورت ہوتی تھی ایک گورنمنٹ کا سکول منظور کروایا تاکہ زیادہ سے زیادہ علم کی روشنی علاقہ میں پھیل سکے۔

## بجلی کی فراہمی

بجلی وقت کی ضرورت کے تحت ترقیاتی کاموں میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ دوسری کوششوں کے ساتھ ساتھ شہروں کی طرح دیہی زندگی کی ترقی بھی بجلی کی مرہون منت ہے۔ اولین دور میں جب آپ نے مقامی سطح پر دیگر کئی مسائل حل کیے' وہاں آپ نے کئی ترقیاتی سکیمیں شروع کروائیں جن سے علاقہ میں ذرائع آب پاشی کے لیے بجلی کے ٹیوب ویل لگوائے جبکہ اس سے پہلے پانی کی کمی کی وجہ سے بے آباد زمین کی بہتات تھی۔

پورے حلقہ میں بجلی کی سپلائی یقینی بنانے کے لیے آپ نے اسمبلی میں کئی بل پیش کیے۔ آپ کی کوشش تھی کہ علم کے ساتھ ساتھ زرعی اور صنعتی ترقی بھی ہونی چاہیے۔ پہلے یہاں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے زمین غیر آباد اور گھر بے نور تھے۔ لیکن جب بجلی پہنچی تو اس نے نہ صرف گھروں کو روشن کیا بلکہ زرعی ترقی کی شاہراہ کو کھول دیا۔ اس طرح یہاں کے متوسط اور کمزور طبقہ کسانوں پر لادے گئے مشکل امور کا بوجھ قدرے ہلکا ہوگیا۔

## سوئی گیس کی فراہمی

ضلع جھنگ میں ربوہ کا قیام اور وہاں ایک خاص فرقہ کی آبادکاری پوری دنیا میں اہمیت کی حامل ہے۔ وہاں کے لوگ بڑے بڑے حکومتی عہدوں پر فائز ہیں اور اپنے تبلیغی مشن کو کامیاب کرنے کے لیے ربوہ کو ایک عظیم الشان ترقیاتی شہر کی تمام سہولیات فراہم کر چکے ہیں۔ پانی' بجلی' حتیٰ کہ سوئی گیس کی پائپ لائن بھی فیصل آباد پہنچنے کے ساتھ ہی یہاں ربوہ میں بھی بچھائی جا چکی تھی جبکہ دوسرا پورا ضلع ان سہولیات سے محروم تھا۔

مولانا نے اسمبلی کے اندر اور باہر ایک تحریک کے ذریعے وقت کی نزاکت کا احساس دلایا اور اس طرح بھرپور کوشش کر کے جھنگ شہر کو سوئی گیس پائپ لائن پہنچا کر اپنا حق نمائندگی ادا کیا۔ آپ کا سوئی گیس پائپ لائن دیہاتی علاقوں میں بھی پہنچانے کا منصوبہ تھا جس کے لیے فیصل آباد سے لے کر جھنگ شہر تک راستے کے عام دیہاتوں میں بچھائی جانی تھی مگر آپ کی صحت کمزور ہو جانے اور زندگی کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

Marfat.com

## مواصلاتی روابط

شہروں سے گاؤں اور ہر گاؤں کو گاؤں سے سڑکوں کے ذریعہ ملانا آپ کا مشن تھا۔ چنانچہ ہر گاؤں کو دوسرے گاؤں سے بذریعہ سڑک ملانے کی منصوبہ بندی کی گئی اور اس طرح چند بڑے مرکزی دیہاتوں کو آپ کی زندگی میں ہی بذریعہ پختہ سڑک ملا دیا گیا۔

جھنگ سے چنیوٹ کو ملانے والی شاہراہ شیر شاہ سوری کے نام سے منسوب ہے۔ یہ ایک عظیم شاہراہ ہے جو کہ زمانہ قدیم سے سیالکوٹ تا ملتان رابطہ کے کام آتی تھی علاقہ بھوانہ کی ترقی میں ہمیشہ سے اس شاہراہ کا بڑا عمل دخل رہا ہے اس کو پختہ کرانے میں مولانا نے اہم کردار ادا کیا اور پانچ سال تک مسلسل جدوجہد کرتے رہے جبکہ روسانے مختلف زمینداروں کے ذریعہ مقدمہ بازی کر کے روڑے اٹکائے لیکن مولانا موصوفؒ کے دلائل چونکہ حقیقت پر مبنی تھے اور عوام الناس کا اس میں زیادہ مفاد تھا اس لیے تمام مقدمہ باز ہار گئے اور یہ اہم شاہراہ جھنگ چنیوٹ پایہ تکمیل کو پہنچ پائی۔ جس کا شمار اب صوبہ کی مصروف ترین سڑکوں میں ہوتا ہے۔

اسی طرح مرکز جامعہ محمدی کو بذریعہ ٹیلی فون بڑے شہروں سے رابطہ کے لیے ملایا گیا۔ ایک پبلک آفس قائم کر کے علاقے کے لوگوں کو بھی سہولت پہنچائی گئی۔ جس کے بعد بھوانہ میں ایک ٹیلی فون ایکسچینج کے قیام کی تجویز بھی آپ کی طرف سے پہنچائی گئی جو آپ کی زندگی کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

Marfat.com

باب چہارم

# ذی شان صوفی

- سلسلہ بیعت
- خواجہ شمس الدین سیالویؒ
- خواجہ محمد الدین سیالویؒ
- خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ
- خواجہ قمر الدین سیالویؒ
- مرشد خانہ سے عقیدت
- دارالعلوم دیوبند میں دربار سیال شریف
- شریعت و طریقت
- وظائف و معمولات

Marfat.com

## سلسلہ بیعت

حضرت مولانا محمد ذاکر کو حضرت خواجہ ضیاء الدین قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ جو آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین اور سلسلہ چشتیہ کے صاحب مجاز بزرگ تھے۔ آستانہ عالیہ سیال شریف سلسلہ ہائے تصوف کا عظیم سنگم ہے۔ سلسلہ سہروردیہ' سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ سے یہاں کے بزرگوں کو خرقہ خلافت حاصل تھا اور اس طرح سیال شریف کے توسط سے مولانا محمد ذاکر کو بھی ان سلاسل میں بیعت کرنے کی اجازت حاصل تھی۔ حضرت مولانا کے جد امجد حضرت خواجہ امام الدین سلسلہ سہروردیہ کے فیض یافتہ تھے۔

آپ کے دادا حضرت میاں عبدالرحمٰن اپنے نانا حضرت میاں بدر الدین صاحب کے فیض یافتہ تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ شمس الدین چکی والے (کیمل پوری) سے سلسلہ بیعت کی اجازت حاصل تھی۔ اور اس طرح حضرت مولانا محمد ذاکر کو اپنے بزرگوں سے تصوف کے چاروں مشہور سلاسل سے سند خلافت وراثت میں ملی ہے۔ آپ کی ذات میں چاروں سلاسل کے کمالات جمع تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعلیمات سے جو اعتدال کی قوتیں آپ کے حصہ میں آئیں ان کا یہ اعجاز تھا کہ آپ نے ہر چہار سلاسل کے وظائف و معمولات کو حد اعتدال کے ساتھ نبھایا۔ آپ میں سلسلہ چشتیہ کی وارفتگی سلسلہ سہروردیہ کی شرعی پاسداری' سلسلہ قادریہ کی وحدت ذات اور سلسلہ نقشبندیہ کی اتباع سنت میں جذب و کیف کی سرمستی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

## حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی

کڑک محمدی کی بستی کو سلسلہ سہروردیہ کے بعد آستانہ عالیہ سیال شریف سے روحانی فیوض کا گراں مایہ حصہ ملا۔ یہ آستانہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی بابرکت شخصیت کی وجہ سے مرجع خلائق بنا۔ آپ کے آباء و اجداد پشتہا پشت سے دنیاوی وجاہت اور علم دونوں میں بڑے ممتاز تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت شیر کرم علی سلسلہ قادریہ کے ایک شہباز لامکانی حضرت موسیٰ پاک شہید سرہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پچاس واسطوں سے حضرت عباس علمدار شہید کربلا سے جا ملتا ہے۔

اس فرخندۂ روزگار اور تاجدار اقلیم معرفت کی پشت سے حضرت خواجہ شمس الدین

Marfat.com

متولد ہوئے۔ آپ کے والد کا نام محمد یار اور والدہ کا نام جنت بی بی تھا۔ آپ کی والدہ حافظہ قرآن تھیں اور ان کے شب و روز عبادت و ریاضت میں گزرتے۔ کثرت سے تلاوت کلام پاک کرتیں۔ آپ نے ایک درس قرآن بھی جاری کیا جس میں بچیاں قرآن کریم یاد کریں۔

آپ جمال ظاہری و باطنی میں فرید روزگار تھے۔ ساڑھے چار سال کی ہی عمر میں تعلیم قرآن پر بٹھا دیئے گئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔

فارسی کی ابتدائی کتابیں میکی ڈھوک کے ایک مدرسہ سے پڑھیں۔ استاد محترم کی زندگی نے مزید وفا نہ کی تو کمڈ شریف پہنچے جہاں مولانا محمد علی جیسے فاضل استاد نے علم کی شمع روشن کر رکھی تھی۔ آپ نے تیرہ سال تک آپ سے کسب فیض کیا۔ اسی دوران استاد محترم کے حسب حکم ایک تاجر کے ساتھ کابل جانے کا موقع ملا۔ جس کی وجہ سے وہاں کے مایہ ناز اور متبحر عالم مولانا حافظ دراز صاحب کے درس سے استفادہ کرنے کا موقع مل گیا۔

فقہ و حدیث کی سند وہاں سے حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی دل باطنی علوم کے لیے کسی مرد کامل کی تلاش میں تھا۔ چنانچہ کئی بزرگوں سے ملے اور لوٹ آئے۔ دل کی تسکین کا سامان کہیں نہ ملا۔ ایک روز کسی نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی قدس سرہ کا تذکرہ کچھ اس طور سے کیا کہ دل بے چین ہوگیا۔ پنجاب میں حضرت شاہ فخر الدین کا فیض اور چشتیہ نظامیہ سلسلہ کا نام نور محمد صاحب مہاروی کے ذریعہ پہنچا اور شاہ سلیمان تونسوی کے ذریعہ اس کی تکمیل ہوئی۔ آپ بڑے برگزیدہ بزرگ تھے' جن کی ارشاد و تلقین سے پنجاب اور افغانستان کے ہزاروں گمراہ لوگوں نے ہدایت پائی۔ آپ فوراً استاد محترم کے ساتھ تونسہ شریف پہنچے اور حضور پیر پٹھان کی قدم بوسی کی۔ یارائے صبر نہ رہا۔ موقع ملتے ہی اسی بارگاہ ناز میں بیعت کے لیے گزارش کی۔ مرشد راہ طریقت نے غایت بندہ نوازی سے شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور نماز مغرب کے بعد نفل اوابین' حفظ الایمان اور ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ درود پاک پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا سردست تمہارے لیے اتنا وظیفہ کافی ہے۔ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ تو پھر سلوک کی راہ اختیار کرنا۔ دوبارہ استاد محترم کے ساتھ واپس کمڈ آئے اور تعلیم میں مصروف ہوگئے۔ آپ کے استاد محترم بھی ایک کامل بزرگ تھے۔ انہیں بھی اسی موقع پر حضور پیر پٹھان سے شرف بیعت حاصل ہوا اور طویل عرصہ کی ریاضت کے بعد نعمت باطنی کے فیوض سے ہمکنار ہو کر موجب خرقۂ خلافت قرار پائے۔ استاد محترم کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے شاگرد رشید کو

Marfat.com

جانشین بنا لیا۔ اس چیز کا علم جب آپ کے والدین کو ہوا تو وہ ہجر و فراق کے تصور سے تڑپ اٹھے۔ فوراً خواجہ تونسوی کے حضور جا کر ماجرا عرض کیا۔ آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مولانا محترم کو تحریر کیا کہ آپ نے اس فقیر کو کیوں اسیر کر رکھا ہے اس کو ان کے باپ کے ساتھ روانہ کر دو۔ نیز شمس العارفین کو حکم نامہ تحریر کیا کہ اپنے والد کے ساتھ جائیں اور سنت نکاح ادا کریں۔

حسب ارشاد فوراً گھر پہنچے۔ ذکر و اذکار اور مجاہدہ و ریاضت کے معمولات جاری رکھے۔ سال میں کئی بار پاپیادہ منزل جاناں کی زیارت کے لیے حاضری دیتے۔ چودہ سال تک مرشد کی لطف خسروانہ کے انتظار میں رہے۔ مرشد کی خدمت اور غلامی آپ کے لیے سرچشمہ سعادت تھی۔ ان کی گھوڑی کے پیش پیش دوڑتے رعنا جوان کے جسم نازک پر مشقت و جفاکشی اور شوق و مستی میں اس عالم کو دیکھنے والے متحیر ہو جاتے۔ آخر ایک روز دریائے معرفت میں شور رحمت ہوا۔ جذبہ نیازمندی سے مسرور ہو کر گھوڑی سے نیچے اترے اور جوان بخت مرید کو سینہ سے لگا کر اسرار و معارف کے انمول خزینے بخش دیے۔

چھتیس سال کی عمر تھی۔ زہد و ریاضت سے سینہ گنجینہ نور بن چکا تھا۔ جب شاہ تونسہ نے خرقہ خلافت سے مرحمت فرمایا اور ہدایت کی کہ گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت پر لانے کی تجھے اجازت ہے' آپ نے کمال عاجزی سے معذرت چاہی تو حضور نے فرمایا کہ "تو کہاں ہے جب تو میں ہوگیا تو پھر تو کہاں رہا۔ تیرے ہر کام کا میں ذمہ دار ہوں اپنے آپ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے تجھے اس کا مجاز کرتا ہوں"۔ ان ظاہری و باطنی انعامات سے سرفراز ہو کر مرشد کے گھر سے رخصت ہوئے۔ مرشد نے روانگی کے وقت سخت تاکید کی کہ جس فیض اور خزینہ کا تجھے قاسم مقرر کیا گیا ہے' اس سے کسی کو محروم نہ رکھنا۔ جو بیعت کا خواہش مند آئے' اس کی ضرور دستگیری کرنا۔

آپ کا انداز تبلیغ نہایت پر تاثیر' خطاب نہایت عمدہ اور اخلاق بڑے خوش خصال تھے۔ جو بات فرماتے' محبت و پیار کے رنگ میں رنگی ہوتی۔ علم و فضل میں یکتا تھے۔ علاقہ کے بڑے بڑے علم و فاضل آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے میں فخر محسوس کرتے۔

آپ کے روحانی فیوض کا چرچا تھوڑے ہی عرصہ میں چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ علم و معرفت کے تشنگان کی ہر روز ایک بھیڑ لگنے لگی۔ لیکن کبھی کسی کو خالی دامن نہ لوٹایا اور آج اسی وجہ سے سلسلہ چشتیہ کا حلقہ پورے برصغیر کا احاطہ کر چکا ہے۔

آستانہ کڑک محمدی کے ان دنوں صاحب مصلیٰ حضرت میاں عبدالرحمٰن تھے۔ آپ

Marfat.com

ایک درویش منش اور زاہد و عابد بزرگ تھے۔ اپنے ایک عزیز حافظ محمد امیر کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ مختلف مواضعات سے ہوتے ہوئے علاقہ خوشاب کے ایک دیہات میں پہنچے۔ وہاں سے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے فیوض و برکات اور تعلیم و تبلیغ کی شہرت سنی اور یہ خیال کیا کہ حافظ صاحب کہیں وہاں نہ ہوں۔ چنانچہ سیال شریف آ پہنچے۔ جہاں حافظ صاحب سے ملاقات ہوگئی جو کہ ان دنوں حضرت خواجہ صاحب کے خادم تھے اپنے احوال بیان کیے اور اپنی بیعت کا ذکر کیا۔ تو آپ کا شوق اور پروان چڑھا۔ چنانچہ آپ کی بابرکت مجلس میں شریک ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ یہ روحانی تعلق وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔ خواجہ صاحب کی زیارت کے لیے کثرت سے آتے اور فیض مجلس سے سیراب ہوتے۔ حصول برکات کا یہ سلسلہ چلتا رہا' اوراد وظائف حاصل ہوتے رہے۔ شیخ نے کمال عقیدت اور طبیعت کے خلوص و زہد کی وجہ سے خرقہ خلافت مرحمت فرمایا اور سلسلہ کی بیعت کی اجازت بخشی۔

حضرت خواجہ شمس العارفین کا جب ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ کو وصال ہوگیا تو حضرت خواجہ محمد دین صاحب مسند خلافت پر بیٹھے۔ آپ "حضرت ثانی" کے لقب سے معروف ہوئے۔

## حضرت خواجہ محمد دین سیالویؒ

آپ حضرت خواجہ سیالوی کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی ۱۲۵۳ھ اور ۱۸۳۶ء ولادت سیال شریف کے اندر ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ جس کے بعد والد بزرگوار کے فرمان کے مطابق موضع سلمانہ ضلع جھنگ میں مولانا فتح محمد کے درس میں داخل ہوگئے۔ یہاں سے فراغت کے بعد حضرت مولانا معظم الدین مرولوی کے پاس تصوف کے موضوع پر مزید کتب پڑھنے چلے گئے۔ مقامات سلوک اپنے والد بزرگوار کی زیر تربیت طے فرمائے اور آپ کی خصوصی توجہ کے باعث عشق و محبت اور ذوق و شوق کے بڑے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے۔ محبت الٰہی اور عشق مصطفوی کا ایسا جام اپنے شیخ کی نظروں سے پیا کہ ہمیشہ اسی تصور میں مستغرق رہتے۔

شیخ طریقت حضرت خواجہ سیالوی کی رحلت کے بعد جب سجادہ نشین کے منصب پر فائز ہوئے تو گلدستہ معرفت کے گل سرسبد ہو کر ابھرے۔ آپ کا دور ذوق و شوق اور کیف و مستی کا عہد ہمایوں تھا۔

آستانہ عالیہ کا باغ درویشوں کے ذکر و فکر سے گونجتا تھا۔ کہیں "اللہ ہو" کا ذکر

Marfat.com

اور کہیں کلمہ شہادت کا ورد ہو رہا ہوتا کہیں دلائل الخیرات کی منزل کی جا رہی ہوتی اور کہیں قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہوتی۔ غرضیکہ ہر طرف ذکر الٰہی میں محویت کا عالم نظر ہوتا اور ساری فضا تجلیات الٰہی کی جلوہ گاہ ہوتی۔

آپ کی اپنے مریدین اور خلفائے عظام کے ساتھ خصوصی شفقت رہتی۔ قافلے کے قافلے حاضر ہوتے اور تجلیات معرفت کے نور سے دلوں کو منور کر کے لوٹتے۔ حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب شمس طریقت کے رحلت کے بعد بڑے اہتمام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ کی بابرکت مجالس سے بکثرت مستفیض ہوئے ہمیشہ جب کوئی بھی اہم چیز پیش آئی' آپ کے حضور رجوع کرتے اور آپ کے ارشاد کے موافق عمل کرتے۔

حضرت ثانی صاحب کو بھی اپنے مرشد خانہ سے کامل نیازمندی کا شرف حاصل رہا۔ آپ نے اپنے دور مین آستانہ شمس میں کئی نمایاں اضافے کروائے جو آپ کے ذوق لطیف اور بلند ہمتی کا شاہکار ہیں۔ حضرت شمس الدین سیالوی کا روضہ مبارک اپنے معنوی و صوری جاہ و جلال کی عمدہ مثال ہے۔ اس کی بلندی پختگی اور نقش و نگاری و گلکاری دیکھ کر زائر کو روحانی آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ ۲ رجب ۱۳۲۷ھ کو یہ ذات ستودہ صفات مرض کہولت سے گزر کر دارالبقا کو رحلت فرما گئی۔

آپ کی مسند سجادگی کو اس کے بعد آپ کے فرزند حضرت ضیاء الدین قدس سرہ نے رونق بخشی۔

## حضرت خواجہ ضیاء الدینؒ

آپ ۱۷ رمضان ۱۳۰۴ھ بروز جمعہ قبل طلوع آفتاب متولد ہوئے۔ حضرت ثانی صاحب کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ بعد کتب فارسی و عربی حضرت مولانا غلام محمد پلوی صاحب سے پڑھیں۔ اسی دوران حضرت ثانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو ساتھ لے کر تونسہ شریف میں حضرت خواجہ محمد موسیٰ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عزیز کو بیعت کرنے کی درخواست کی۔

خواجہ صاحب نے بکمال شفقت آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کی رحلت کے بعد مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ آپ حضرت ثالث صاحب کے نام سے معروف ہوئے۔

Marfat.com

اسلام کی وارفتگی اور دشمنان اسلام سے نفرت آپ کی جملہ زندگی کا محور رہی۔ تحریک خلافت چلی تو آپ کے کارکنوں نے جیلیں بھر دیں۔ ترک مجاہدین کے لیے خاتون خانہ کے طلائی زیورات تک روانہ کر دیئے۔ انگریز سرکار کی نوکری کے حرام ہونے کا فتویٰ جاری کیا اور انگریز سرکار کی فوج میں ملازم مسلمانوں کی سیال شریف میں آمد پر پابندی لگا دی۔ انگریز سرکار کو مالیہ دینے سے مکمل انکاری رہے۔ انگریز سرکار آپ کی بغاوت پر سیخ پا ہوگئی۔ سیال شریف کو لنگر کے نام پر ۲۷ مربع نہری زمین اور ہز ہائی نس کا خطاب بطور رشوت پیش کیا۔ قید و بند اور دار و رسن کے خوف دلائے۔ لیکن کوئی لالچ یا خوف آپ کے پائے استقلال کو لرزاں نہ کر سکا۔

آپ ایک زبردست عالم ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست مبلغ اور خطیب تھے۔ آپ نے عیسائیت کے پرچار کا بڑا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بائبل زبانی یاد تھی۔ کئی پادریوں کا ناطقہ بند کیا اور مناظروں میں شکست فاش دی۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کی بنیاد رکھی۔ تاکہ اسلامی علوم کی اشاعت کا کام ہو سکے۔

آپ کا قلب نور معرفت سے منور تھا۔ راہ طریقت و سلوک کے ممتاز مقامات حاصل تھے۔ جذبہ جہاد کے ساتھ ساتھ ذوق عبادت و ریاضت بڑا دیدنی تھا۔ کشور فقر اور درویشی کے تاجدار تھے۔ علوم باطنی و ظاہری میں کمال حاصل تھا۔ قرآن کی تفسیر میں یا نبی رحمت کی کسی حدیث پر جب آپ گفتگو کرتے تو علماء دنگ رہ جاتے۔

آستانہ محمدی شریف کے مسند نشین حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب ان دنوں پیرانہ سالی کے دور سے گزر رہے تھے۔ حسب معمول اس چشمہ معرفت سے استفادہ کے لیے تشریف لاتے رہے۔ اور بڑی نیاز کیشی سے مرشد طریقت کے جانشین کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت خواجہ ثالث صاحب نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو حضرت میاں صاحب کو خصوصی طور پر ساتھ لے گئے اور اس طرح شرف معیت کا اعزاز ملا۔ سفر حج سے ماہ صفر میں واپس پہنچے۔ انہی دنوں عرس کا موقع تھا۔ پہلے سیال شریف عرس پر حاضری دی۔ طویل سفر نے کہولت کو بڑھا دیا۔ شدید کمزوری کی وجہ سے بڑے بیمار ہوگئے۔ اہل محمدی شریف نے آپ کی آمد پر بڑی خوشی منائی۔ سیال شریف سے ڈولی میں بٹھا کر محمدی شریف لائے۔ بے شمار لوگوں نے پیش قدمی کر کے زیارت کی۔ حضرت میاں صاحب بیس پچیس روز بیمار رہنے کے بعد بیس ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کو انتقال فرما گئے۔

میاں صاحب کے وصال کے بعد آپ کے فرزند مولانا عبدالغفور صاحب مسند

Marfat.com

سجادگی پر رونق افروز ہوئے جن کو صغیر سنی ہی میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے ہاں جانے کا شرف حاصل تھا۔ تقریباً سات آٹھ سال کی عمر تھی۔ آپ شیخ کے حضور بڑے مؤدب ہو کر دو زانو بیٹھے۔ اسی اثناء میں حضرت شیخ کے پوتے صاحبزادہ امین صاحب بھی طفلانہ انداز میں اچھلتے کودتے مجلس میں آ پہنچے۔ حضرت شیخ نے پوتے کو فہمائش فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم بھی آرام سے مجلس میں اسی طرح بیٹھو جس طرح (عبدالغفور صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ کھوکھر لڑکا ادب سے بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت میاں عبدالغفور کو بھی اپنے مرشد خانہ سے گہرا تعلق حاصل رہا۔ آپ ہر سال دو مرتبہ باقاعدگی سے سیال شریف حاضری دیتے۔ آخری عمر میں کمزوری کی وجہ سے جب جانا مشکل ہوگیا تو اپنے بڑے بیٹے حضرت مولانا محمد ذاکر کو بتاکید حاضری کے لیے روانہ فرماتے۔ آپ کو سلسلہ بیعت کی اجازت حضرت خواجہ محمد دین سیالوی سے حاصل تھی۔ ۱۳۶۰ھ تک آپ اس مسند پر فائز رہے اور سلسلہ چشتیہ میں بایں طور پر بیعت لیتے رہے۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ کو آپ نے وفات پائی۔ جس کے بعد آپ کے بڑے فرزند حضرت مولانا محمد ذاکر آپ کی مسند پر جانشین ہوئے۔

حضرت ثالث صاحب مولانا محمد ذاکر پر بچپن سے ہی خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ مولانا نے آپ کی تربیت میں علم و حکمت کے بڑے مدارج حاصل کیے۔ آپ کو اپنے مرشد کے حسب فرمان متعدد تحریکوں میں حصہ لینے کا موقع ملا۔ حضرت مولانا محمد ذاکر کی مجاہدانہ مساعی سے ثالث صاحب کو بڑی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ مولانا پر خصوصی نظر رکھتے۔ انہیں کمال شفقت سے بیعت سے مشرف کیا اور حضرت میاں عبدالغفور صاحب کی وفات کے بعد مسند خلافت پر بیٹھنے کی اجازت بخشی۔

حضرت ثالث صاحب کی زندگی مجاہدانہ مہمات کا ایک عظیم باب ہے۔ جس کا احاطہ کرنا چند صفحات میں ناممکن ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو ایک بحر زخار ہے جس کے تموج اور جولانی نے جاں نثاری اور بہادری کے کئی روشن باب رقم کیے۔ امیر افغانستان کے زوال سے آپ کو گہرا دکھ ہوا۔ محرم کے پہلے عشرہ میں بیمار ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں مرض بڑھ گیا۔ آخر ۱۹۲۹ء کو شمس طریقت کا یہ جانشین اپنے گوشہ ابدی کی راحتوں کے جلو میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ حضرت اعلیٰ کے دائیں پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت خواجہ قمرالدین کو آپ کی جانشینی کا شرف ملا جو آپ کے بڑے بیٹے تھے اور ابھی لڑکپن سے نکل کر جوانی میں قدم رکھ رہے تھے۔

Marfat.com

# خواجہ محمد قمرالدین سیالوی

آپ کی ولادت ۱۹۰۶ء بمطابق ۱۳۲۴ھ سیال شریف میں ہی ہوئی۔ آپ کے دادا حضرت خواجہ محمد دین سیالوی صاحب المعروف ثانی صاحب نے آپ کا نام محمد قمرالدین رکھا۔ قریبی بستی گولا کے حافظ کریم بخش صاحب سے نو برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ عربی علوم کی تکمیل مدرسہ ضیاء الاسلام سیال شریف سے کی۔ بعد ازاں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت مولانا معین الدین اجمیری' سے فنون عالیہ' معقولات' ریاضی اور علم حدیث میں خاص طور پر اکتساب فیض کر کے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۳۰۶ھ میں فریضہ حج ادا کیا اور اسی دوران قاضی اندلس ابوبکر بنانی اور شیخ الشیوخ عمر و حمدان شیخ الحدیث مدرسہ صولیتہ مکہ مکرمہ سے استفادہ کر کے امتیازی سندات حاصل کیں۔

آپ کی روحانی تربیت آپ کے والد مکرم جناب خواجہ ضیاء الدین" کے ہاتھوں ہوئی جو کہ اس وقت کے مشہور و معروف عارف تھے۔ آپ انہی سے بیعت ہوئے اور انہی کی نگرانی میں سلوک کے امور میں فیض یاب ہوتے رہے۔ ۱۹۲۹ء میں جب آپ کے والد رحلت فرما گئے تو ان کی جانشینی کا شرف آپ کے حصہ میں آیا آپ کی عمر اس وقت چوبیس سال کی تھی۔ اس نوعمری میں آستانہ عالیہ کے مریدین اور عقیدت مندوں کی دل جوئی اور غم گساری بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ لیکن آپ کی جوانمردی اور اولوالعزمی نے یہ مشکلات آسان کر دیں آپ ایک اعلیٰ درجے کے عالم' صاحب اللسان مبلغ اور جواں سال زاہد تھے۔ عبادت و ریاضت میں آپ کی کمال درجہ استغراق اور محویت حیران کن تھی اوراد و وظائف کے سختی سے پابند تھے۔ نہایت خوش اخلاق اور مجسمہ عجز و انکساری تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال عشق آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

آپ کا انداز بیان نہایت دلنشین اور پر تاثیر تھا۔ محفل کے مزاج کے مطابق لطائف علمی اور پند و نصائح ارشاد فرماتے۔ محفل کو کبھی بے رونق نہ ہونے دیتے۔ فنون عقلیہ و نقلیہ پر مکمل عبور تھا جس کی وجہ سے مناظرہ کے میدان میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے عیسائیوں' شیعوں اور خارجیوں سے کئی مواقع پر مناظرے کیے اور اپنے مدمقابلین کو شکست دی۔ گفتگو ہمیشہ مدلل اور محققانہ ہوتی اور اس بارے میں متعلقہ حوالوں کو پوری تفصیل سے ذکر کرتے۔

تحریک پاکستان اور تعمیر پاکستان میں آپ کی خدمات بڑی نمایاں ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں

Marfat.com

آپ کے علاقہ میں سر خضر حیات ٹوانہ کا زور تھا جو کہ مسلم لیگ کے سخت خلاف تھے۔
آپ نے باوجود سرکاری غنڈہ گردی اور مقامی جاگیرداروں کی پرزور مخالفت کے باوجود مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔ سرگودھا میں مسلم لیگ کا بھرپور جلسہ کیا اور قریہ قریہ آپ کے کارکنوں نے تحریک پاکستان کے پھریرے لہرائے۔ اسی طرح صوبہ سرحد میں ریفرنڈم میں آپ کی مساعی بڑی موثر رہیں۔ پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب زکوڑی شریف آپ کے ہر مرحلہ میں ساتھ رہے۔ آل انڈیا بنارس سنی کانفرنس آپ کی ہی کوششوں سے کامیاب ہوئی جس میں مشائخ کرام نے اپنی طرف سے مسلم لیگ کے موقف کی بھرپور حمایت کی۔ یہ کانفرنس نظریہ پاکستان کی ترویج و اشاعت میں سنگ میل ثابت ہوئی۔ اور اس سے برصغیر کی سیاست کا پانسہ پلٹ گیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے ہزاروں کا اسلحہ خرید کر مجاہدوں میں تقسیم کیا۔ سرحد کے قبائلی علاقون سے آپ جہاد کشمیر پر روانہ ہوئے۔
آپ غیرت ایمانی کے پیکر اور فہم و فراست کے بلند ترین مینار تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کی خدمات بڑی ناقابل فراموش ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں آپ نے گھر کے جملہ زیورات بیچ کر مجاہدین کی امداد کے لیے وفاقی فنڈ میں جمع کرا دیے۔ ۱۹۷۰ء میں جب علیحدگی پسند عناصر اور کیمونسٹ طبقہ کی سازشیں زور پکڑ گئیں تو آپ نے علماء کرام اور مشائخ عظام کو میدان عمل میں لا کر ان اسلام دشمن عناصر کے مقابلے میں سد راہ کھڑی کی۔ متعدد جگہوں پر کانفرنسیں کیں۔ جمعیۃ العلماء پاکستان کو از سر نو منظم کیا اور اس کے پھریرے کے سائے میں ایک دفعہ سواد اعظم پر مشتمل جاں نثاروں کی فوج منظم کر دی۔ جس کے نتیجے میں سندھ اور پنجاب سے سوشلسٹ عناصر کو عبرتناک شکست سے دو چار ہونا پڑا۔ ضلع جھنگ سے آپ کی ہی کوششوں سے جاگیرداروں اور موروثی لیڈروں کے مقابلے میں انتہائی متوسط قیادت بھرپور طریقے سے ابھری جس کی کامیابی نے پورے ملک کو ہی نہیں بلکہ عالمی سیاسی مبصرین کو محو حیرت کر ڈالا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے انتھک محنت کی۔ امت مسلمہ کے منتشر گروپوں میں تعاون و یکجہتی کو فروغ دیا اور دیگر زعمائے ملت اسلامیہ کے ساتھ منظم جدوجہد ایسے بھرپور طریقے سے کی کہ قادیانیوں کی سرپرست حکومت کو انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا۔
مولانا محمد ذاکر مذکورہ بالا جملہ جدوجہد میں آپ کے رکن اول بن کر رہے۔ بچپن سے ایک دوسرے کے دوست تھے اور یہ رشتہ آخر عمر تک رہا۔ حضرت ثالث صاحب کے جانشین ہونے کے بعد آپ کا مقام مولانا موصوف کی نظروں میں اور بڑھ گیا خواجہ صاحب

Marfat.com

بھی آپ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے۔ مولانا مرحوم باوجود دوستی کے اس چشمہ معرفت سے کبھی مستغنی نہ ہوئے۔ ہمیشہ سیال شریف کی حاضری باقاعدگی سے دی اور حضرت خواجہ صاحب بھی جامعہ کی سرپرستی کے لیے اکثر تشریف لاتے۔ جس سے مولانا کے عزائم کو بڑی تقویت ملتی اور اس سے علاقہ میں دینی تعلیم و اشاعت کو بھی بڑا فروغ ملتا۔

حضرت مولانا مرحوم جب ۲۶ر نومبر ۱۹۷۶ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو آپ کو حد درجہ دکھ ہوا۔ آپ کی حالت دیدنی تھی۔ رنج و غم کی شدت کی وجہ سے کسی کل آپ کو آرام نہ آتا تھا۔ لیکن خداوند قدس کے فیصلوں پر صبر و شکر کرنے کے سوا اور کیا چارہ ہو سکتا تھا۔ اپنی ڈھارس بندھائی اور مریدین و عقیدت مندوں کو دلاسا دیا۔ آپ فرماتے کہ آج چلتے پھرتے زندہ فرشتہ سے ہم محروم ہوگئے۔ آپ نے خود بنفس نفیس مولانا مرحومؒ کے جنازہ میں شرکت کی اور اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔

خواجہ صاحب کو مارشل لاء کے آخری دنوں میں اسلامی نظریاتی کونسل کا ممبر بنایا گیا۔ اسلامی نظام کی راہ میں حائل مشکلات کو ختم کرنے میں آپ نے بڑی نمایاں خدمات انجام دیں۔ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق ہمیشہ آپ کی خدمات کو سراہتے اور زبردست خراج عقیدت پیش کرتے۔ آپ نے تین سال تک بطور ممبر نظریاتی کونسل کام کیا اور اس دوران کسی قسم کا کوئی سفر خرچ تک قبول نہیں کیا۔ ۱۸ر جولائی ۱۹۸۱ء کو سرگودھا فیصل آباد روڈ پر جاتے ہوئے بدقسمتی سے آپ کی کار کو ایک ٹرک نے ٹکر ماردی جس سے آپ شدید زخمی ہوئے۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال سرگودھا میں ابتدائی طبی امداد کے بعد سی ایم ایچ لاہور میں فوری علاج کے لیے داخل کرایا گیا۔ ۲۰ر جنوری کو جب آپریشن تھیٹر جا رہے تھے تو راستے میں اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح آستانہ علم و معرفت سیال شریف کا ایک تابندہ و درخشندہ بدر منیر ایک عرصہ تک مردہ دلوں پر روحانی فیوض و برکات و ضیا پاشیاں کرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے آسمان ارضی سے پردہ پوش ہوگیا۔

## مرشد خانہ سے عقیدت

مولانا مرحوم مجسمہ عجز و انکسار تھے اور ان پر اللہ کا رنگ اپنی تمام ترجولانیوں کے ساتھ چھایا ہوا تھا۔ ان کا دل عشق الٰہی سے بیدار اور تسلیم و رضا کے نور سے منور تھا۔ خشیت الٰہی اور تقویٰ میں عزیمت و استقامت نے آپ کے وجود کو یکتائے ذات بنا دیا تھا۔ آپ بازار عشق و محبت کے انمول خریدار تھے۔ جن کا دامن نقد دل و جان کے سرمایہ سے

Marfat.com

لبریز تھا۔

مالک حقیقی سے اس محبت و عقیدت کا یہ فیض تھا کہ آپ کو اس کے محبوب بندوں سے بے حد عقیدت تھی اور خاص کر اپنے مرشد سے جو ان کی نظر میں راہ طریقت کے شہباز اور خواجہ خواجگان تھے۔ آپ کی یہ عقیدت اور پاس ادب آپ کی ڈائریوں کے صفحات سے مترشح ہوتا ہے۔ جن کا جستہ جستہ بطور مثال ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۸ر ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو آپ سیال شریف روانہ ہوئے تو اس کا ذکر ڈائری میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں

آج سوئے دیار حبیب (سیال شریف) کا راستہ لیا اور سارا راستہ یہ شعر ورد زبان رہا

جئیں تو راہ میں تیری مریں تو چاہ میں تیری
سوا اس کے دعا کوئی نہ اپنا مدعا کوئی

حضرت خواجہ ضیاء الدین اس وقت مسند آرائے سیال شریف تھے۔ جن سے آپ کو شرف بیعت حاصل تھا اور آپ کے ان الفاظ سے آپ کی مرشد سے وہ حقیقی محبت جھلکتی ہے جس سے آپ کا دل معمور تھا۔

۱۲ر ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ کو آپ ایک بار پھر جب سیال شریف روانہ ہوئے تو اس کی روئیداد ان الفاظ میں لکھی۔

صبح سعید علی الصبح جناب عبداللہ صاحب کی کوٹھی سے روانہ ہوئے۔ فجر کی نماز فروکہ کی نہر پر پڑھی۔ راستہ میں یہ شعر میرے ورد زبان رہا۔

ہر قوم راست راہے دینی و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم برسمت کج کلاہے

خدا کی شان دور سے جو دیکھا تو میرے آقا حضرت صاحب مدظلہ العالی نے واقعی بکلاہی ترکی ٹوپی سر پر پہنے تشریف فرما تھے اور شعر مذکور ایسا حسب حال معلوم ہوا جیسے کسی نے اس منظر کو بیان کرنے کے لیے میرے ہی لیے لکھا"۔

ربیع الاول ۱۳۴۴ھ میں آپ سیال شریف سکونت پذیر تھے اور اسی پر بڑے شاداں فرحاں تھے۔ ۲۹ر ربیع الاول کو اپنی ڈائری میں اس مسرت کا اظہار اپنے ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

خدا کی قسم..... آج کل کے دن عجیب ہیں۔ فرحت انبساط کے لحاظ سے بے نظیر

Marfat.com

ہیں۔ ہر صبح سعادت کو روضہ کی زیارت ہر صبح و شام اور ظہر و عصر میں اپنے آقائے محترم کے ہاں شرف حاضری اور احباب کی رفاقت نصیب رہتی ہے۔

یہ دن عجیب ہیں کہ رفاقت نصیب ہے
صد شکر ہے خدا کا یہ موقعہ نصیب ہے

۱۹ر ربیع الثانی ۴۴ھ کو آپ نے سیال شریف اپنے مرشد کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ اس کے بارے میں اپنی ڈائری میں پیار اور عقیدت سے بھرے الفاظ میں اپنے جذبات کو یوں قلمبند کرتے ہیں۔

"ایک پردرد عریضہ جناب تقدس مآب فخر الابرار سید الاحرار قبلہ حضرت صاحب کو لکھا گیا۔ خدا کرے منظور ہو جائے۔

تیرے دیوانوں کی ہے صبح و مسا یہ دعا
تو سلامت رہے کوچہ تیرا آباد رہے

۷ر جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ کے روز کی ڈائری میں اپنے دلی جذبات کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بیٹھے بیٹھے تصور میں آقائے محترم کی خدمت میں حاضری کا خیال آیا تو یہ شعر خودبخود زبان پر جاری ہو گیا۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ کو سیال شریف سے دوری کا احساس جب بڑھ جاتا ہے تو اس کی کیفیت لکھتے ہوئے آپ جو الفاظ استعمال کرتے ہیں ان سے آپ کے دل کی اصل بیقراری اور بے چینی کما حقہ ظاہر ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"جب سے یہ ماہ شروع ہوا ہے گن گن کے دن گزار رہا ہوں کہ کب اور کس روز دیار حبیب کا راستہ لوں"۔

آخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ۲۹ر جمادی الثانی کو سیال شریف روانہ ہو گئے اور اس روز کی روانگی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

آج دیار حبیب کا راستہ لیا سخت سردی ہو رہی ہے۔ مگر اس میں بھی لطف محسوس ہو رہا ہے اور یہ شعر ورد زبان ہے۔

جئیں تو چاہ میں تیری' مریں تو راہ میں تیری
سوا اس کے دعا کوئی نہ اپنا مدعا کوئی

Marfat.com

۱۳۴۵ھ میں مولانا دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے۔ دورہ حدیث شریف کے اسباق شروع تھے اس دوران حضرت صاحب سیالوی کا عرس تھا۔ بصد حسرت و یاس ۴ھر صفر ۱۳۴۵ھ کی ڈائری میں اپنے تاثرات کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

شمس العارفین زبدہ السا لکین سیدی و مولای اعلیٰ حضرت قبلہ عالم رحمت اللہ علیہ کا عرس شریف پرسوں سے سیال شریف میں شروع ہے میں بدقسمت حاضری سے محروم یہاں پڑا ہوں۔ طبیعت سخت پریشان ہے۔

یکم ربیع الثانی کو حضرت خواجہ صاحب کا الطاف نامہ موصول ہوتا ہے تو اس کے حوالہ سے یادداشت قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج آقا نے بندہ کو یاد فرمایا۔ سیدی و مرشدی حضرت صاحب قبلہ کا نوازش نامہ آج تشریف لایا"۔

نزول رحمت الٰہی ہے یا بندہ نوازی کی عنایت شاہانہ زبدہ العرفا حضرت قبلہ کا مفصل گرامی نامہ علم و عرفان کی بارش برسا رہا ہے اور میں اپنے مردہ دل کی کھیتی کو ہرا ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ خوشی کے مارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ حضور سیدی و مولائی حضرت صاحب کے گرامی نامہ کا عنوان تھا

دلیل راہ تو باد عنایت ازلی
قرین حال تو انوار لم یزلی

جلسہ خدام الحرمین میں شمولیت کا ارشاد فرمایا ہے۔ میں خوشی کے مارے جامے میں پھولا نہیں سماتا۔

وہ دن بعید نہیں کہ زیارت حبیب ہو"

مذکورہ جلسہ سے فراغت کے بعد حضرت صاحب دہلی تشریف لائے۔ مولانا نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا مغیث کو بھیجا کہ وہ آپ سے دارالعلوم دیوبند میں تشریف لانے کی گزارش کریں۔ آپ نے مولانا مغیث احمد کی دعوت کو قبولیت بخشی تو وہ واپس دیوبند آئے اور مولانا کو ان کی آمد کا مژدہ سنایا۔ مولانا اس پر بڑے خوش ہوئے۔ ان واقعات کا اظہار آپ نے اپنی ڈائری میں ان الفاظ کے ساتھ کیا۔

"۲۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء / ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ آج مولانا مغیث صاحب نے صبح دہلی سے واپس آنے پر بتایا کہ قبلہ حضرت صاحب ۲۲ھر ربیع الثانی کو تشریف لائیں گے۔ حضرت

Marfat.com

محمد انور شاہ صاحب اور قبلہ مہتمم صاحب سن کر بڑے خوش ہوئے۔ ۲۲ ربیع الثانی کے روز کی ڈائری میں احوال یوں قلم بند ہیں:

امروز شاہ شاہاں مہماں شدہ ست مارا
جبرئیل با ملائیک دربان شدہ ست مارا

## دارالعلوم دیوبند میں دربار سیال شریف

آج بارہ بجے گاڑی سے سیدی حضرت قبلہ صاحب تشریف لائے۔ استقبال کے لیے حضرت مہتمم صاحب اساتذہ اور کثیر تعداد میں طلبہ اسٹیشن پر حاضر ہوئے۔ شاندار استقبال ہوا۔ اوپر والی درسگاہ میں قیام ہوا۔ شام کو غربت کدہ میں تشریف لائے۔ فرنی و شکرقندی سے دعوت غریبانہ پیش کی۔ یہ لمحہ میرے لیے نہایت سعید تھا۔

دوسرے روز دارالعلوم میں عام چھٹی ہوگئی اور حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب کے اعزاز میں ایک جلسہ استقبالیہ ہوا۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی اور حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب نے تصوف پر فاضلانہ تقریریں فرمائیں۔ مولانا ظہور احمد بگوی صاحب نے حضرت صاحب قبلہ کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ ۲۴ ربیع الثانی کو کلیر شریف روانگی ہوئی۔ اسٹیشن تک مہتمم صاحب دیگر معزز اساتذہ اور بہت سے طلبہ پہنچانے آئے"۔

رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ میں جب حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب بیمار ہوئے تو آپ نے ۲۸ رمضان کے روز میں اسے سنسنی خیز خبر کی صورت میں ڈائری میں رقم کیا۔

## سنسنی خیز خبر:

سیدی حضرت قبلہ ۱۸ رمضان المبارک سے علیل ہیں۔ سنتے ہی حاضری دربار کا ارادہ کر لیا۔ حضرت صاحب کی رات کی تیمارداری اپنے ذمہ لی ہوئی ہے۔ صبح عید بھی شام غم بن کر رہ گئی۔

۷ شوال کو آپ کی طبیعت جب بحال ہوئی تو بڑے خوش ہوئے اور اس روز کی روئیداد یوں لکھی:

"حضور کی طبیعت میں بفضلہ تعالیٰ افاقہ ہے۔ آج صبح حضور نے تصوف کے متعلق چند ایک ذکر فرمائے جس سے سرور حاصل ہوا۔ الحمدللہ حضور کی طبع علیل میں افاقہ ہے۔ آج ایک بجے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ وقت روانگی ؟ ہے منظر تھا۔ درود شریف

Marfat.com

پڑھے جا رہے تھے۔ بندہ نے اس خوشی میں مٹھائی تقسیم کی۔

اس افاقہ کے بعد آپ واپس گھر پلٹے تو ۱۰ شوال کے روز گزارے اور مرشد سے جدائی کے غم کو اس پنجابی مصرع میں یوں بیان کیا:

"گزر گئے دن بھلے بھلیرے جیہڑے ماہی نال گزارے"

• اسی روز صاحبزادگان کی خدمت میں تین تہنیت نامے لکھے اور ان کا ریکارڈ ان الفاظ میں کیا۔

• سیدی مولائی حضرت سجادہ نشین ثالث صاحب بالخیر کی صحت یابی پر منقش تین تہنیت نامے بھیجے گئے۔

از غلام با صد سلام اے آقا ما مبارک باد
طبع حضور شاد باد چشمہ نور آباد باد
اہل و عیال شاد باد تا ابد آباد باد

مولانا مرحوم کی طبیعت میں شاعرانہ مزاج صرف اور صرف آپ کی مرشد خانہ سے حد درجہ عقیدت کا ثمرہ تھا۔ ادبی و شعری خوبیاں یا خامیاں اظہار عقیدت کے جذبے کے مقابلے میں بالکل بے معنی ہیں۔ ۷ ذی الحجہ میں اپنے مرشد سے عقیدت کو مولانا ایک رباعی میں جن نادر الفاظ کے ساتھ قلمبند کرتے ہیں' وہ آپ کی مرشد سے حقیقی عقیدت اور محبت کا نقطہ آخر ہیں۔

میں عاشق مجاز وہ جانانہ مجاز
وہ لیلیٰ مجاز میں دیوانہ مجاز
ہے قلب میرا مرکز سرمستی است
خلقت کہا کرے مجھے مستانہ مجاز

حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین کی رحلت کے بعد جب حضرت خواجہ قمرالدین صاحب سجادہ نشین ہوئے تو آپ کی یہ نیازمندی برقرار رہی۔ جب بھی خواجہ صاحب محمدی شریف تشریف لائے آپ ہمیشہ کوشش کرتے کہ ان کی قدم بوسی کا شرف مل سکے اور اس کے مقابلے میں خواجہ صاحب کی یہ کوشش ہوتی کہ میں سلام میں پہل کروں۔ چنانچہ وہ اپنا داہنا ہاتھ جلدی سے آپ کی طرف بڑھا دیتے جس سے مولانا کو قدم بوسی سے رک کر اس دست شفقت کا بوسہ لینے کا شرف مل جاتا۔

حضرت خواجہ قمرالدین صاحب ہمیشہ آپ کے سرپرست رہے اور مولانا اس دست

Marfat.com

شفقت پر ہمیشہ نازاں رہتے۔ آپ جب بھی کوئی قدم اٹھاتے' حضرت خواجہ صاحب سے ضرور اس کی اجازت لیتے۔ حضرت خواجہ صاحب کو ادارہ کی مجلس منتظمہ کا صدر مستقل بنائے رکھا اور جب بھی حضرت خواجہ صاحب حکم دیتے' آپ اس کی ہمیشہ اطاعت کرتے۔ آپ ایام صحت میں ہمیشہ باقاعدگی سے سیال شریف حاضر ہوتے رہے اور اس کے بعد جب بھی موقع ملا اور طبیعت بحال دیکھی' ضرور سیال شریف حاضری دیتے۔ آپ ہمیشہ جو بھی کوئی بیعت کے لیے تشریف لاتا' اسے سیال شریف بھیجتے۔ یہ اقدام آپ کی نیاز مندی اور مرشد خانہ کی دلی قدر و منزلت کے اقرار کی مستند دلیل ہے۔

## شریعت و طریقت

حضرت مولانا ایک شہباز طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ کامل متبع شریعت بھی تھے۔ آپ کے عقائد اور اعمال میں کمال درجے کا توازن تھا۔ کسی پہلو میں بھی کوئی غلو نہیں تھا۔

حد درجہ پاسدار سنت نبوی اور متبع فرمودات قرآن تھے۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ ایک عالم باعمل تھے۔ جن کے قول اور فعل سے قرآن و سنت کی تفسیر ہوتی تھی۔

آپ کو چاروں مشہور سلاسل تصوف کی طرف سے سند خلافت حاصل تھی۔ لیکن آپ میں ان کے باہمی تضادات کا کوئی عکس نہیں تھا۔ ذکر و فکر میں اخفاء کو زیادہ مستحسن سمجھتے تھے۔ قوالی سنتے تھے لیکن اس کے ساتھ کسی قسم کے ساز وغیرہ کو معیوب سمجھتے تھے۔ نماز پنجگانہ باجماعت پڑھنے میں بڑے حریص تھے۔ آخری عمر تک یہ آپ کا معمول رہا اور اس میں شدت مرض اور کہولت آڑے نہ آ سکی۔ آپ ہمیشہ صبح تلاوت قرآن فرماتے' نوافل اشراق اوابین کو باقاعدگی سے پڑھتے۔ نماز تہجد میں کبھی تساہل نہ برتی۔ آپ کی زندگی عزیمت کی ایک لازوال مثال تھی۔ جس میں شریعت و طریقت کے محاسن نے جاودانی کے گہرے نقوش ثبت کیے۔

## وظائف و معمولات

آپ نماز پنجگانہ کے پابند اور نوافل نمازوں کے اہتمام میں بڑے حریص تھے اور یہ کہنا حقیقت ہے کہ آپ کی زندگی عبد کامل کی ایک لازوال داستان ہے۔ آپ اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے رہتے۔ آپ سوتے بھی ہوتے تو آپ کا قلب اللہ کے ذکر سے جاری رہتا۔ جب نماز وغیرہ میں مصروف ہوتے تو ماحول سے بالکل بے خبر ہو کر صرف اپنی عبادت میں مستغرق رہتے۔

Marfat.com

ہر پہلو سے عزیمت کو اختیار کرتے۔ قیام' رکوع اور سجود میں بڑا ٹھہراؤ اور سکون ہوتا۔ قرات قرآن میں ترتیل اور تفہیم کا گہرا احساس رہتا۔ ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی کوشش کرتے۔ آخر عمر میں جب رعشہ اور کمزوری کی وجہ سے چلنا پھرنا اور اپنے آپ کو سنبھالنے رکھنا ناممکن ہوگیا تو پھر بھی یہ کوشش کرتے کہ نماز کھڑے ہو کر شروع کی جائے اور جب تھکاوٹ ہو جاتی تو بیٹھ جاتے۔ ہمیشہ تکبیر تحریمہ کا خیال رکھتے۔

آپ کے خادم خاص کے بیان کے مطابق آپ ہر جمعہ کو عصر کی نماز کے بعد قبرستان تشریف لے جاتے اور اہل قبرستان کی مغفرت کے لیے دعا اور فاتحہ پڑھتے۔ پہلے جد امجد حضرت میاں امام الدین کے مزار پر حاضری دیتے۔ اس کے بعد دادا جان اور والد صاحب کے مزارات پر حاضری دے کر جامعہ تشریف لے جاتے۔ آپ کا روزانہ کا معمول یہ تھا کہ شام کا کھانا عشاء کی نماز سے پہلے کھا لیتے۔ عشاء کی نماز کے بعد گھنٹہ پون گھنٹہ تک آپ اپنے وظائف میں مصروف رہتے۔ اس کے بعد مٹی کے پیالے میں رکھا ہوا دودھ پیتے اور چٹائی پر ہی بستر بچھا کر لیٹ جاتے۔ پہلے ہمیشہ داہنی کروٹ لیٹتے اور اس کے بعد چت لیٹتے۔ آخری عمر میں تو بیماری کی وجہ سے زیادہ تر چت لیٹنا پڑتا اور اسی طرح لیٹنے کے بعد اپنے وظائف میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ اونگھ آ جاتی اور سو جاتے۔

عین تہجد کی نماز کے وقت پر جاگ جاتے۔ وضو کروایا جاتا اور آپ نماز تہجد میں مصروف ہو جاتے۔ نماز تہجد سے فراغت کے بعد آپ سجدہ میں چلے جاتے اور رو رو کر دعائیں مانگتے۔ یہاں تک کہ سجدہ کی جگہ گیلی پڑ جاتی۔ ایام صحت میں یہ باقاعدہ معمول رہا۔ بیماری کے ایام میں سجدہ میں طوالت جب ممکن نہ رہی تو یہ وظیفہ لیٹ کر ادا کرتے۔ اس کے بعد نماز فجر تک دوسرے وظائف پڑھتے رہتے۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد آپ کثرت سے آیت کریمہ کا ذکر کرتے اور استغفار بکثرت پڑھتے۔ ہر نماز کے بعد "یاعزیز" اور سورۃ الفاتحہ سات دفعہ بایں طور پر پڑھتے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو الحمدللہ کے ساتھ ملا کر تین بار کہتے۔ اور اس کے بعد پوری سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد تین بار آمین کہتے۔ نماز فجر کے بعد یہ سورۃ فاتحہ کا وظیفہ چالیس دفعہ پڑھتے۔

جمعہ کے روز فجر کی نماز جامعہ میں ادا کرتے اور نماز فجر ادا کرنے کے بعد سورۃ یٰسین تمام طلبہ و اساتذہ کو بٹھا کر اس طرح پڑھواتے کہ ہر "مبین" تک پہنچنے کے بعد نئے سرے سے شروع کرواتے اور یہ عمل آپ کا ہمیشہ معمول رہا۔

جناب برکت علی شمیم کی روایت کے مطابق آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔

Marfat.com

آپ نے سورۃ الفاتحہ کی زکوٰۃ نکال ہوئی تھی۔ جب بھی سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دعا کرتے تو وہ ضرور قبول ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ سائلین کی درخواست پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دعا کر دیتے۔ نوافل اشراق ادا کرنے کے بعد ناشتہ کرتے۔ ٹھیک آٹھ بجے لنگر خانہ سے جامعہ روانہ ہو جاتے۔ ایک بجے تک وہاں دفتری امور خط و کتابت اور عوام الناس کی انفرادی ملاقاتوں کو نبٹاتے اور اس کے بعد واپس لنگر خانہ آتے۔ دوپہر کا کھانا کھاتے' قیلولہ فرماتے اور اس کے بعد نماز ظہر ادا کرتے۔ نماز ظہر کے بعد ضروری وظائف پڑھتے اور سائلین سے ملاقاتیں کرتے۔ نماز عصر وہیں کڑک محمدی شریف ادا کرنے کے بعد تھوڑا سا دودھ نوش فرما کر جامعہ تشریف لے جاتے۔ مغرب کی نماز وہاں ادا کرتے اور اس کے بعد لنگر خانہ تشریف لے آتے۔ یہ آپ کا معمول ساری عمر رہا۔ اس میں کبھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی۔ وقت کے انتہائی پابند اور اپنے امور کو نبٹانے میں محتاط تھے۔ کبھی کسی قسم کا تساہل آپ کے معمولات میں جگہ حاصل نہ کر سکا۔

Marfat.com

باب پنجم

# راہی آخرت

- بیماری سے وصال تک
- نقوش سیرت
- پیام سیرت

Marfat.com

## بیماری سے وصال تک

آخری سالوں میں بیماری بڑھتی گئی۔ علاج معالجہ کا حیلہ حتی المقدور کیا جاتا رہا۔ اعضاء میں اکڑن و معذوری ہوگئی تھی اور رعشہ لاحق ہوگیا۔ چنیوٹ' جھنگ' لاہور متعدد جگہوں پر علاج کے لیے گئے۔ اس دوران چنیوٹ کے دوست و احباب بڑا عمدہ سلوک کرتے رہے۔ خصوصاً حافظ شیر محمد صاحب تو مولانا مرحوم کی ضروریات کی لیے خصوصی طور پر وقت صرف کرتے تھے اور لاہور میں علاج کے دوران شیخ سراج دین مرحوم' میاں محمد اسلم صاحب اچھرہ اور مولانا شاہ محمد وغیرھم بڑی شفقت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ان تمام مساعی کے باوجود مرض کی گرفت زیادہ ہوتی گئی اور بیماری طول پکڑ گئی۔ قریباً سات برس اسی کیفیت میں گزرے۔

لیکن مولانا رحمتہ اللہ علیہ مدت دراز مرض کے دوران کبھی بھی کسی سے ناراض نہیں ہوئے۔ بے صبری کا نام و نشان تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ نہ شکوہ و شکایت کی بڑے صبر و تحمل سے مرض کی مسافت طے کی۔

مرض کے دوران بھی نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ جب طبیعت میں ضعف زیادہ ہو جاتا اور طبیعت خراب ہو جاتی تو اس وقت اپنے حجرہ میں نماز ادا کرتے لیکن جس وقت پھر کچھ طبیعت سنبھل جاتی تو حسب معمول ایک یا دو آدمیوں کے سہارے جماعت کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ اس طرح سنت نبوی اور صحابہ کرام کے موافق عمل درآمد ہوتا رہا۔

"جامعہ" دو وقت تشریف لے جانے کا معمول بھی بدستور جاری رہا۔ صبح اشراق کے بعد گاؤں سے جامعہ میں تشریف لے جاتے۔ ایک بجے کے قریب واپس گاؤں میں آکر ظہر ادا کرتے۔

پھر عصر کے بعد قبل المغرب "جامعہ" میں تشریف لے جاتے اور بعد المغرب قبل العشاء واپس گاؤں میں تشریف لاتے۔ جمعہ کے روز صبح کی نماز جامعہ میں جاکر ادا فرماتے تھے۔

جامعہ کے تمام امور کی نگرانی بھی حسب سابق اسی طرح فرماتے رہے۔ جب اضمحلال زیادہ ہو جاتا اور خود جامعہ کے کاغذات پر دستخط نہ فرما سکتے تو اس وقت دستخط فرمانے کے لیے اپنے چھوٹے بھائی مولانا محمد نافع کو حکم دے دیتے تھے۔

Marfat.com

آپ کا جامعہ میں باقاعدگی سے پہنچنا اور نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنا ہمیشہ جاری رہا۔ تاہم آخری دو روز منگل اور بدھ کو جب ضعف انتہائی غالب آگیا۔ بعض اوقات غنودگی کی کیفیت ہونے لگی تو ان دنوں جامعہ میں بھی تشریف نہ لا سکے۔ اور مسجد میں بھی نہ پہنچ سکے۔ صحت و بیماری کی یہ جنگ آپ کے صبر و شکر کا امتحان لیتی رہی۔ لیکن آپ کی للہیت اور شوق بندگی کی شمع برابر اور روشن ہوتی گئی۔ آخر وصال اور دیدار کی گھڑی آ پہنچی اور جمعرات کے روز ساڑھے آٹھ بجے کے بعد ۳؍ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ موافق ۲۵؍ نومبر ۱۹۷۶ء کو معرفت حق کا یہ راہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملا اور ظاہریات دنیوی کے فریب کو آشکارکرکے دینی و دنیوی زندگی کے حقیقی حسن کی لو جلا کر دنیا کے بسنے والوں سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگیا۔

انتقال سے پہلے ایک دفعہ مرض کی شدت ہو گئی تھی اس موقعہ پر مولانا مرحوم نے اپنے اقرباء سے حق و حقوق معاف کرائے تھے اور وصایا بھی فرمائی تھیں ان میں مندرجہ ذیل چیزیں تھیں۔

جامعہ کی خدمت کے لیے فرمایا کہ مل کر جاری رکھی جائے اور مسجد کی تکمیل کی سعی کی جائے اور جامعہ کے مسلک اعتدال کو قائم رکھنے کے لیے بھی ارشاد فرمایا!

اور فرمایا کہ اتباع شریعت ہمیشہ کی جائے اور آپس میں اتحاد و اتفاق قائم رکھا جائے قبر کے لیے خانقاہ والے محل سے غربی جانب جگہ تجویز کی اور مولانا جامی کا یہ شعر اس وقت ارشاد فرمایا

بزم وصلت جائے پاکان ست من زیشان نیم
چو سگاں نم جائے وہ در سایہ دیوار خویش

چنانچہ حسب وصیت مولانا کی قبر وہیں تیار کی گئی۔ یغفر اللہ لہ ویدخلہ فی جنات النعیم

رحمتہ اللہ تعالی رحمتہ وسعتہ دائمتہ ابدا

## تدفین

حضرت مولانا محمد ذاکر علیہ الرحمت کو آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ تین بار نماز جنازہ ہوئی۔ پہلی مرتبہ جامع مسجد جامعہ محمدی کے عقب میں' دوسری قبرستان کے مغرب میں کھلی جگہ پر اور تیسری جنازہ گاہ (ملحق قبرستان

Marfat.com

محمدی شریف) میں ہوئی کیونکہ لوگ بڑی کثیر تعداد میں تھے۔ شاید اتنا بڑا اجتماع کبھی پہلے دیکھنے میں نہیں آیا جتنا اس دن قریہ محمدی شریف میں دیکھا گیا۔

## اولاد

حضرت مولانا محمد ذاکر علیہ الرحمت نے صرف ایک ہی خلف الرشید یادگار چھوڑے ہیں جن کا نام مولانا محمد رحمت اللہ صاحب ہے اور آج کل ناظم عمومی جامعہ محمدی شریف ہیں۔

آپ بروز جمعہ المبارک ۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۵ء بوقت بعد از طلوع شمس قریہ محمدی شریف میں مولانا مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اور قرآن مجید جامعہ قریہ محمدی شریف میں ختم کیا۔ جامعہ محمدی شریف سے درس نظامی کیا مزید تعلیم بھیرہ شریف میں حاصل کی۔ اس کے بعد الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔
تکمیل تعلیم کے بعد جامعہ محمدی شریف میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ۲۷ر نومبر ۱۹۷۶ء کو ناظم اعلیٰ بنا دیے گئے۔ حضرت خواجہ حافظ محمد قمرالدین سیالوی نے یہ منصب عطا فرمایا اور آپ کے حق دعا فرمائی۔
مولانا محمد رحمت اللہ نہایت ہی سادہ، پرہیزگار اور شریف النفس شخصیت کے مالک ہیں۔ رات دن جامعہ محمدی شریف کے امور میں مصروف رہتے ہیں۔ علاقے کے لوگوں میں عزت و عقیدت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ جامعہ کا سارا کام خود چیک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ آپ کو اپنے والد کا جذبہ خدمت، دینی بصیرت اور خداداد ہمت و استقامت دے تاکہ وہ مولانا کے خوابوں کو حقیقت کا روپ دے سکیں۔ آمین بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

## نقوش سیرت

(ترتیب: احمد علی ارشد کھوکھر)

اس عالم میں سب سے قیمتی اور بڑی متاع انسان ہے، جو خلیفۃ الٰہی، مظہر صفات الٰہیہ، عبدیت اور اخلاق کا پیکر، احکام ربانی کا حامل اور اپنی ذات و صفات و اعمال کے لحاظ سے عالم کے لیے سراپا رحمت و باعث برکت ہو۔ جس کی زندگی عالم کی حیات اور جس کی موت عالم کی موت ہو۔ جس کی صحبت ہدایت کا نور بکھیرتی ہو، جس کا دل دلوں کو زندگی بخشتا ہو، جس کا اسوہ اپنے اندر صحبت نبوت کا پرتو لیے ہوئے ہو۔ جس کی زندگی اور خلوانی

Marfat.com

و نسکی و محیی و مماتی للہ رب العلمین کا عملی ثبوت ہو۔ مخلوق کا طالب نہ خالق کا طالب ہو۔ بلکہ صرف

اسے شریعت مطہرہ کی عظمت اور سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بتائے ہوئے اعمال کی قیمت و اہمیت پوری طرح منکشف ہو جو چھوٹی سے چھوٹی سنت کو پوری کائنات سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہو۔ جس کے لیے ایک سنت کا ٹوٹنا قیامت ہو۔ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ ایک ایسے ہی زندہ انسان تھے' جن کے نقوش سیرت میں زہد و تقویٰ کا نور ہی نور پھیلا ملتا ہے۔

## دودھ کے تبرک کی تاثیر

راقم حضرت مولانا صاحب کے ہاں اکثر نماز عشاء کے بعد حاضر ہوتا۔ آپ سونے سے پہلے دودھ نوش فرماتے تھے۔ آپ کبھی بچا ہوا تبرک کے طور پر دودھ بندہ کو عنایت فرماتے۔ بندہ ایک دفعہ گھر میں دن کو سویا ہوا تھا کہ اچانک خواب میں میری زبان پر کلمہ شریف جاری ہوگیا اور بندہ کلمہ شریف پڑھتا ہوا بیدار ہوا اور میرا یقین تھا کہ یہ حضرت موصوف کے بخشے ہوئے دودھ کی تاثیر ہے۔

## صاحب کشف ذات

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا موصوف رحمتہ اللہ علیہ لاہور میں زیر علاج تھے۔ بندہ (احمد علی ارشد) بمع میاں نذر محمد میانہ آف محمدی شریف آپ کی تیمار داری کے لیے گئے۔ ہم نے مشورہ کیا کہ اب شام ہوگئی ہے لہٰذا رات ہم کہیں نزدیک ہی ٹھہر جائیں۔ صبح کو حضرت صاحبؒ جی کے پاس جائیں گے کیونکہ آپ گلبرگ لاہور میں میاں محمد اسلم صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے' جس سے ہم ناواقف تھے۔

چنانچہ ہم نے داتا صاحب کے دربار پر نماز مغرب پڑھی اور سید غلام محمد شاہ رئیس آف بجوعہ کی کوٹھی پر رات کو قیام کیا۔ جو کہ یہاں سے نزدیک تھی۔ صبح کو ہم پوچھتے پچھاتے آپ کے پاس حاضر ہوئے تو سلام و دعا کے بعد سب سے پہلے آپ نے یہ سوال فرمایا کہ رات کہاں تھے۔ برادرم میاں نذر محمد نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ "ملک صاحب کے کسی دوست کے پاس" آپ نے بندہ کی طرف نظر مبارک اٹھائی۔ بندہ نے ڈرتے ہوئے عرض کیا کہ "یہیں" کیونکہ ہم سید غلام محمد شاہ صاحب کا نام نہیں لینا چاہتے تھے۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا "کہ اس سے بہتر تھا کہ تم کسی ہوٹل

Marfat.com

میں ٹھہر جاتے۔ ہم ڈر اور شرم کے مارے پانی پانی ہو گئے۔ جب ہم صبح کو واپس ہونے لگے تو بندہ نے کچھ رقم نذرانہ کے طور پر دینی چاہی۔ آپ نے فرمایا یہ رسم ہے چنانچہ آپ نے نذرانہ لینے سے سے انکار فرما دیا۔

## ممبر نور پر براجمان

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مفہوم کہ جو لوگ اعلاء کلمتہ اللہ اور دین کی سربلندی کے لیے دنیا میں کوشاں رہتے ہیں' قیامت کے دن ان کی چہروں سے نور چمکتا ہوا ہوگا اور وہ نور کے ممبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ کا اس سلسلہ میں ایک خواب:

احقر احمد علی ارشد آپ کے وصال کے بعد اکثر روتا اور مغموم رہتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد تقریباً آٹھویں رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی ممبر ہے' جس پر آپ آرام فرما ہیں اور آپ کے چہرہ مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ آپ کے اوپر ایک نور کی بدلی چمک رہی ہے اور یہ ایک گھاس سے سرسبز گراؤنڈ میں ہے۔ درمیان میں ایک سڑک ہے جس کے دونوں کناروں پر مختلف پھول ہیں۔ اس کے ایک پلاٹ میں بندہ بیٹھا یہ نظارہ دیکھ رہا ہے اور دوسری طرف اس وقت کے درویش منش ڈی سی ضلع جھنگ میاں فیض کریم قریشی صاحب سر پر سفید ٹوپی پہنے ہوئے دو زانو بیٹھے ہیں۔

## بندۂ خدا جس کا لمس صاحب ذکر بنا دے

ایک دفعہ بندہ (احمد علی ارشد) رات کو سویا ہوا تھا کہ خواب میں دیکھتا ہے کہ آپ تحصیل چنیوٹ کے احاطہ میں خزانہ کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ اڈا رشیدہ پر ایک مسجد تعمیر کر رہے ہیں۔ دعا فرمائیں مولا کریم قبول فرمائے۔ آپ نے ایک درخواست دی اور کہا کہ اے۔ سی صاحب سے دستخط کرا لائیں۔ بندہ نے اے۔ سی صاحب سے دستخط کروائے اور دستخط شدہ درخواست واپس کی۔ اس کے بعد بندہ آپ سے ایک بات عرض کرنے لگا تو حضور کو سمجھ نہ آئی تو آپ نے ایک دو دفعہ فرمایا آپ نے کیا کہا ہے' جس پر بندہ نے تیسری دفعہ ذرا نزدیک ہو کر عرض کیا تو بندہ کا جسم آپ کی گرم چادر کے ساتھ مس ہوا تو بجلی کے کرنٹ کی مانند محسوس ہوا اور اس کے ساتھ آواز آئی لا الہ الا اللہ ———— اور ساتھ ہی بندہ کی زبان پر بھی کلمہ شریف جاری ہو گیا۔

Marfat.com

## تائید غیبی

بندہ احمد علی ارشد ایک دفعہ تبلیغی جماعت کے ساتھ چک نمبر ۱۴ تحصیل کالرو تحصیل چنیوٹ گیا۔ وہاں ملک محمد زمان قوم کالرو نمبردار چک نمبر ۱۴ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ دوران ملاقات ملک محمد زمان نے بتایا کہ حضرت مولانا محمد ذاکر اور سید غلام محمد شاہ رئیس آف رجوعہ کے درمیان جب الیکشن ہوا تو چک نمبر ۱۳ ساڑ والا کے ایک زمیندار کے ڈیرہ پر اس سلسلہ میں تذکرہ ہو رہا تھا کہ حضرت مولانا محمد ذاکر اور سید غلام محمد شاہ رئیس آف رجوعہ کے درمیان الیکشن ہو رہا ہے۔ مولوی صاحب فقیر اور درویش آدمی ہیں اس رئیس کے مقابلہ میں کیسے کامیاب ہوں گے؟ ہمارے چک نمبر ۱۴ کا ایک آدمی مسمی میاں محمد یار ولد خدا بخش دھرکھان وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مولانا صاحب کو پہلے دیکھا ہوا نہیں تھا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ مولانا محمد ذاکر کی شکل و شباہت کیسی ہے۔ انہوں نے مولانا صاحب کا حلیہ بتایا۔ اس پر محمد یار دھرکھان نے کہا کہ مولانا صاحب انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ اس لیے کہ میں نے خواب میں تین سوار دیکھے ہیں۔ سب سے پہلے ایک نورانی شکل سفید لباس پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میرے پیچھے حضرت علیؓ ہیں اور ان کے پیچھے مولوی محمد ذاکر ہیں۔ ہم مولوی محمد ذاکر کے لیے ووٹ مانگ رہے ہیں۔

## مستجیب الدعوات

ملک رمیض احمد صاحب سابق چیف انجینئر آب پاشی لاہور بیان کرتے ہیں کہ بھٹو دور میں مجھے غیر متوقع طور پر ریٹائر کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ پانچ وقت نماز پڑھا کریں۔ انشاء اللہ کام ہو جائے گا۔ اس کے بعد خواب میں مجھے ملے اور آپ ایک فہرست لیے کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ فہرست کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ فہرست ان لوگوں کی ہے، جن کو بھٹو نے بحال کر دیا ہے۔ میں نے فہرست کو دیکھا تو چار ناموں کے نیچے لائن لگی ہوئی ہے اور میرا نام مجھے نمایاں دکھائی دیا۔ چنانچہ ایک سال بعد میں بحال ہو گیا اور چار وہ آدمی، جن کے نام لائن زدہ تھے، انہیں ہائی کورٹ نے بحال کرنے کا حکم دے دیا۔

Marfat.com

## فناہ فی اللہ

مولوی شاہ محمد انیس سکنہ لاہور گلبرگ کالونی بیان کرتے ہیں کہ مجھے شیخ سراج الدین نے بتایا کہ حضرت مولانا ذاکر میرے ہاں گلبرگ کالونی لاہور کوٹھی پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات گئے میں نے مولانا صاحب کو تخلیہ میں دیکھا کہ سر تن سے جدا ہے۔ بازو اور ٹانگیں بھی جدا جدا پڑی ہیں۔ تو میں یہ حالت دیکھ کر گھبرایا ہوا واپس ہوا مگر پھر جا کر دیکھا تو مولانا صاحب صحیح سلامت بیٹھے ذکر کر رہے ہیں۔

آپ کا اسی قسم کا ایک اور واقعہ چودھری ولی محمد مرحوم ریٹائرڈ اکسائز انسپکٹر جھنگ کے مکان پر بھی رونما ہوا۔

## راجع الرحمت

میاں غلام محمد ڈھڈھی سکنہ محمدی شریف نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولانا صاحب نے بندہ کو فرمایا کہ یہ ایک دو پودے مالٹوں کے پانی نہ ملنے کی وجہ سے خشک ہو رہے ہیں لہٰذا ان کو پانی ڈال دو۔ بندہ نے ایک بالٹی پانی ڈالنے کے لیے ہاتھ میں لی اور چل دیا مگر جلد ہی مولانا صاحب نے فرمایا کہ بالٹی رکھ دو۔ میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اب پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو تھوڑی دیر کے بعد موسلا دھار بارش ہوئی جس سے سب پودے سیراب ہو گئے۔

## دریا بھی مسخر تھے

مولوی محمد خالد جامی سکنہ موضع ساہیل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دریائے چناب نے اپنا رخ ہمارے گاؤں ساہیل کی طرف موڑ لیا اور اتنا قریب ہو گیا جس سے گاؤں کے دریا برد ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ ہمارے گاؤں کے چند معززین حضرت مولانا محمد ذاکر کے پاس حاضر ہوئے اور دعا کے لیے عرض کیا تاکہ دریا کا رخ گاؤں سے مڑ جائے۔ مولانا صاحب نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی ہمارے گاؤں کے امام مسجد میاں محمد علی کو ایک وظیفہ فرمایا کہ وہ کنکریوں پر پڑھ کر دریا میں پھینک دیتا۔ میاں محمد علی نے جب ایسا کیا تو دریائے چناب کا رخ ہمارے گاؤں سے دوسری طرف مڑ گیا۔

## معتقدین کی طرف توجہ بعد از وصال

پروفیسر مہر محمد انور صاحب مرحوم چپ سکنہ موضع بھلوالیہان کرتے ہیں کہ میری بیوی

Marfat.com

تقریباً ڈیڑھ سال بیمار رہی۔ جس کو بیماری میں دورے پڑتے تھے۔ ایک دفعہ مایوسی کی حد تک سخت بیمار ہوگئی۔ میں محمدی شریف آیا اور حضرت مولانا محمد ذاکر کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور اپنی بیوی کی شفا کے لیے دعا مانگی۔ پھر حضرت مولانا محمد نافع صاحب کے پاس حاضر ہو کر بیوی کی شفا کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے پیر و مرشد کے مزار پر دعا مانگی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ دعا مانگی ہے۔ آپ نے دعا فرمائی اور کہا کہ عصر کی نماز کے بعد کھانڈ دم کر کے دوں گا چنانچہ میں نے کھانڈ چوہدری بشیر احمد کو دی کہ وہ دم کرا کے پہنچائے اور میں خود گھر چلا گیا۔ بیوی سے خیریت پوچھی تو اس نے بے تاب ہو کر کہا کہ ابھی یہاں مولانا آئے تھے۔ ان کا پورا حلیہ بتایا جو کہ بالکل صحیح تھا۔ حالانکہ اس نے کبھی مولانا کو دیکھا نہ تھا۔ اور پھر بتایا کہ جو چیز آپ محمدی شریف سے دم کرا کر لائے ہیں' وہ کھلاؤ اور مجھے اٹھا تاکہ میں دس قدم چلوں۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ابھی مولانا محمد ذاکر جب میرے پاس آئے تھے۔ وہ فرما گئے ہیں کہ جو چیز محمدی شریف سے دم ہو کر آئے' اسے کھانا اور دس قدم چلنا' پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا۔ تم انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گی اور ساتھ ہی فرمایا کہ چاول نمکین پکا کر تقسیم کر دینا۔ چنانچہ حسب ہدایت کیا گیا۔ بیوی کو پکڑ کر دس قدم چلایا جب آخری قدم چلی تو ٹھیک ہوگئی۔ ہم نے پھر نمکین چاول پکا کر تقسیم کیے اور دم شدہ کھانڈ کھلائی اور اس طرح وہ بالکل تندرست ہوگئی۔

## زہد و تقویٰ (امانت داری)

ایک دفعہ چنیوٹ کی شاہی مسجد میں جامعہ محمدی شریف کی طرف سے تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی جس کے انتظامات کے سلسلہ میں راقم بھی ایک کارکن کی حیثیت سے شامل تھا۔ جب ہم نے لوگوں کو کھانا کھلانا شروع کیا تو راقم نے حضرت مولانا صاحب سے عرض کیا کہ آپ کے لیے کھانا لاؤں۔ تو آپ نے اپنی جیب سے کچھ پیسے نکال کر دیئے اور فرمایا کہ ہوٹل سے کھانا لائیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ جامعہ کی طرف سے کھانا تیار کیا گیا ہے' اسی سے آپ کے لیے لا دوں تو آپ نے فرمایا کہ جامعہ کی طرف سے تیار شدہ کھانا قومی امانت ہے۔ وہاں سے کھانا خیانت ہے۔ آپ بازار سے لا دیں۔ چنانچہ بازار سے کھانا لا دیا گیا اور یہ ہمیشہ معمول رہا کہ آپ نے جامعہ سے کبھی کھانا نہیں کھایا۔

میاں نذر محمد میانہ آف محمدی شریف بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جامعہ محمدی شریف میں جامعہ کے یوم تاسیس کے موقع پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں شیخ خورشید

Marfat.com

احمد صاحب مرحوم سابق وزیر قانون پاکستان بھی تشریف لائے۔ جب جامعہ کی طرف سے شیخ خورشید احمد صاحب کو کھانے کی دعوت دی گئی تو شیخ صاحب کے اصرار پر مولانا صاحب نے شیخ صاحب کے ساتھ ایک دو لقمے تناول فرمائے جس پر آپ نے مجھے بیس روپے دیئے اور فرمایا کہ یہ رقم جامعہ کے حساب میں جمع کر دیں تاکہ ان دو لقموں کا عوض ہو جائے۔

اسی طرح ایک دفعہ خیراتی ہسپتال چنیوٹ کے منتظمین نے ہسپتال میں ایکسرے پلانٹ کے افتتاح کے لیے حضرت مولانا محمد ذاکر کو درخواست کی تو آپ اس سلسلہ میں وہاں تشریف لے گئے۔ گرمیوں کا موسم تھا اور رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ راقم بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ اسی ہسپتال کی عمارت میں جامعہ کی طرف سے ایک ذیلی دفتر بھی تھا۔ آپ افتتاح سے فارغ ہو کر اس دفتر میں گئے۔ شہر چنیوٹ میں رنگ ریز قوم آپ کی مرید ہے۔ ان کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں دو شربت کی بوتلیں' ایک قیمتی مصلیٰ اور کچھ نقدی تحفہ کے طور پر پیش کی۔ آپ نے محرر دفتر کو فرمایا کہ جامعہ کے حساب میں داخل کر کے رسید بنا دیں۔ جس پر معطی حضرات نے عرض کیا حضرت ہم جامعہ کو حسب توفیق چندہ دیتے رہتے ہیں۔ یہ تو صرف آپ کے لیے نذرانہ ہے۔ آپ نے فرمایا چونکہ یہ سفر میں نے جامعہ کی نیت سے کیا ہے' لہذا جو کچھ ملے گا' وہ جامعہ کے لیے ہے۔ اس طرح یہ سارا سامان جامعہ کو دے دیا گیا۔

## غریب پروری

اللہ دتہ مسلم شیخ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ چاہ انصاریاںوالہ داخلی موضع ابوسعید میں ایک فاتحہ خوانی کے لیے گئے۔ وہاں انصاری قوم رہتی ہے جو کہ مولانا صاحب کے خاندان کی رشتہ دار ہے۔ انصاری صاحبان نے مولانا صاحب کی برادری کے افراد کو دو دو کر کے چارپائیوں پر بٹھا کر کھانا دیا۔ مجھے اور حضرت مولانا صاحب کو علیحدہ علیحدہ کھانا دیا گیا۔ اس پر حضرت مولانا نے فرمایا "صوفی اللہ دتہ آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ کیونکہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ شاید کھانا پسند نہیں کیا" میں نے عرض کیا "یا حضرت میری مجال نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں جس پر آپ نے پھر زور دے کر کھانے کے لیے کہا۔ چنانچہ میں نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا۔ میں ایک غریب آدمی تھا مگر مولانا صاحب نے کوئی نفرت نہ کی۔

Marfat.com

## حق گوئی

حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب نے جامعہ کی زمین کے سلسلہ میں حکومت پاکستان سے منظوری لینے کے لیے متعلقہ کاغذات پر مشتمل درخواست حکومت کو ارسال کی ہوئی تھی کہ صدر ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ کسی نے آپ کو مشورہ دیا کہ فیلڈ مارشل لاء صاحب بغیر کسی رپورٹ وغیرہ کے منظوری دے سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فیلڈ مارشل لاء محمد ایوب خاں صاحب سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ اس وقت دارالخلافہ کراچی تھا۔ آپ مرزا برلاس عبدالواحد صاحب ایڈیٹر "رسالہ الجامعہ" کے ہمراہ کراچی تشریف لے گئے۔ اس وقت فیلڈ مارشل لاء محمد ایوب خان کے پرائیویٹ سیکرٹری جناب قدرت اللہ شہاب صاحب تھے جو کہ اس سے پہلے ضلع جھنگ کے ڈی۔ سی رہ چکے تھے۔ یہ نیک سیرت انسان تھے اور حضرت مولانا صاحب کے بڑے عقیدت مند تھے۔ آپ نے ان کے ذریعہ صدر محمد ایوب خان سے ملاقات کا وقت لیا۔ جب آپ کی ملاقات صدر ایوب خان سے ہوئی تو اس نے آپ کو عالم دین اور بزرگ سیاست دان سمجھتے ہوئے آپ سے ملکی احوال پر رائے مانگی۔ کیونکہ اس وقت فیلڈ مارشل لاء محمد ایوب خان صاحب نے بڑے پیمانہ پر اصلاحی اقدام اٹھائے تھے۔ حضرت مولانا صاحب نے فیلڈ مارشل لاء صاحب کے سوال کے جواب میں مختصر فرمایا کہ "مارشل لاء کبھی بھی کسی ملک یا قوم کے لیے کوئی بہتر چیز نہیں ہے۔ اس پر صدر محمد ایوب خان صاحب کا موڈ خراب ہوگیا۔ حضرت مولانا صاحب نے صدر ایوب خان کی یہ حالت دیکھی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر کام کیے باہر آ گئے۔ جب حضرت مولانا صاحب اور مرزا برلاس چودھری قدرت اللہ شہاب کے مکان پر اکٹھے ہوئے تو مرزا برلاس صاحب اور شہاب صاحب نے حضرت مولانا صاحب سے عرض کیا کہ آپ جامعہ کے کام کے لیے وقتی طور پر فرما دیتے کہ مارشل لاء اچھی چیز ہے۔ حضرت مولانا صاحب اس پر رنجیدہ ہوگئے اور فرمایا "کیا تم دونوں کا ایمان اس قدر کمزور ہو چکا ہے۔ حق بات جو ہو وہ کہنی پڑتی ہے اور یہ کام میرے اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے"۔

حضرت مولانا صاحب گھر واپس تشریف لائے تو تھوڑے دنوں بعد ہی صدر محمد ایوب خان صاحب نے کراچی کے بجائے اسلام آباد کو دارالخلافہ قرار دے دیا۔ ایک اعلیٰ آفیسر نے حضرت مولانا صاحب کو چٹھی بھیجی کہ جامعہ کی زمین کے بارے میں جو کام ہے' اس کے متعلقہ کاغذات بھیجیں تاکہ اس کی منظوری دیتے جاؤں کیونکہ میرا اسلام آباد تبادلہ

Marfat.com

چکا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب نے زمین کے کاغذات کی فائل اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجی جس پر اس نے منظوری دے دی اور اس طرح خدا پر بھروسہ کرنے والوں کی خدا نے لاج رکھ لی۔

## سادگی

آپ کا معمول تھا کہ زمین پر چٹائی بچھا کر بیٹھتے۔ رات ہو یا دن' اسی چٹائی پر آرام فرماتے۔ چارپائی کا استعمال نہیں تھا۔ جامعہ کے کچے کمرہ میں آپ کا دفتر تھا۔ زیادہ تر اس کمرہ کے سامنے سرکنڈوں کی ایک جھونپڑی تھی' جس میں بیٹھ کر جامعہ کی خدمات سرانجام دیتے۔ آپ کے پاس مٹی کا گھڑا اور اس کے اوپر مٹی کا پیالہ ہوتا تھا۔ جس سے آپ پانی پیتے تھے۔ آپ ہمیشہ کھدر کا سفید لباس پہنتے تھے۔ سر پر سفید ٹوپی اور ہاتھ میں چھڑی پکڑتے تھے۔ جمعہ شریف پگڑی باندھ کر ادا فرماتے۔ ہمیشہ پگڑی سنت کے مطابق اس طرح باندھتے جیسے کلا باندھا جاتا ہے۔ پاؤں میں چمڑے کا سادہ کنو والا جوتا پہنتے۔ ہمیشہ غذا سادہ ہوا کرتی۔ اکثر گرمیوں میں دوپہر کو لسی سے روٹی تناول فرماتے۔ صبح و شام کے ناشتے اور چائے کی عادت نہیں تھی۔ کندھے یا ہاتھ میں بڑا رومال رکھتے جس سے تولیہ کا کام بھی لیتے۔ تکیہ کا استعمال نہیں تھا۔ حافظ بشیر محمد ڈوڈھی نے ذکر کیا کہ کئی دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ نعمت کدہ ہوٹل لاہور میں بھی لسی سے روٹی تناول فرما لیتے تھے۔ سفر میں اکثر آپ ستو رکھتے تھے۔

## توکل علی اللہ

راقم ایک دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ کے ہمراہ عصر کے بعد قریہ محمدی شریف سے جامعہ کو جا رہا تھا۔ جب ہم جامعہ کے گیٹ پر پہنچے تو راقم نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت یہ دارالحدیث یہ کثیر تعداد میں کمرے جن کی بنیادیں رکھی گئی ہیں' یہ کیسے مکمل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا جس ذات نے یہ بنیادیں ڈلوائی ہیں' وہی ذات مکمل کرے گی اور چہرہ مبارک جامعہ آباد کی طرف موڑ کر فرمایا یہاں سے لے کر جامعہ آباد تک عمارتیں ہی عمارتیں ہوں گی۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ قریہ محمدی شریف سے لے کر جامعہ آباد تک عمارتیں ہی عمارتیں ہیں اور دارالحدیث کے علاوہ کئی اور مزید کمروں کی عمارات مکمل ہو چکی ہیں۔ آپ نے کبھی مال و اسباب پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا۔

Marfat.com

## بندۂ تسلیم و رضا

جامعہ کے نائب ناظم چودھری برکت علی شیم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک دفعہ حضرت مولانا صاحب کو عرض کیا کہ یا حضرت آپ کے پاس بیمار لوگ حاضر ہوتے ہیں آپ ان کے لیے دعا فرماتے ہیں آپ بھی تو عرصہ سے بیمار ہیں آپ اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟" آپ نے فرمایا "میرا اللہ میرے حال سے بڑا واقف ہے" تاہم آپ مستجب الدعوات تھے۔ سورہ فاتحہ کئی ہزار دفعہ پڑھ کر اس کی زکوۃ نکالی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب بھی کوئی شخص دعا کرانے کے لیے آتا تو آپ مختصر دعا فرماتے جو اکثر قبول ہوتی تھی۔

## استغناء

میاں اللہ یار صاحب نے راقم کو بتایا کہ موضع ڈیراں کے سادات جو سادات رجوعہ کے خلاف تھے، ایک دفعہ مجھے یہ پیغام دے کر مولانا کے پاس بھیجا کہ اگر آئندہ کسی انتخاب میں آپ ہمارے ساتھ تعاون کا وعدہ کرتے ہیں تو ہم کم و بیش تین ہزار ووٹ آپ کے حق میں دینے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ میاں اللہ یار نے مولانا سے گزارش کی کہ آپ میرے ساتھ اپنا نمائندہ بھیج کر ان سے ووٹ مانگیں تو غیر مشروط تعاون کے لیے میں انہیں آمادہ کر لوں گا۔ مولانا نے فرمایا کہ کہ میاں صاحب مستقبل کے بارے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا جس کا ایفا یقینی نہ ہو۔ جب میں نے اپنے علاقہ کے عوام کی نمائندگی کرنی ہے تو روسا سے تعاون کی اپیل کیسے کروں۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد میاں اللہ یار صاحب نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے متعدد انتخابات میں کئی امیدواروں سے تعاون یا مخالفت کا موقعہ ملا ہے۔ مولانا محمد ذاکر سے بڑھ کر میں نے ووٹوں سے مستغنی کسی کو نہیں پایا۔

## پیام سیرت

۱۔ طلباء کو سب سے پہلے داخل ہونے کے بعد بحیثیت ایک لائق و نیک طالب علم کے اپنی ذمہ داریوں کا احساس، اپنے اساتذہ کا دل و جاں سے احترام اور ان کی ہدایات کی مکمل تعمیل کی تلقین کرتے تھے۔ کیونکہ اساتذہ کرام ہی نے طلباء کو اسلامی زندگی کے مطلوبہ معیار کے لیے تیار کرنا ہے۔ اس وجہ سے استاد کی اطاعت کو آپ انتہائی اہمیت دیتے ہیں اور تاکید فرماتے تھے کہ اساتذہ کی بلا چوں و چراں اطاعت کرو۔

۲۔ آپ ہر طالب علم کی توجہ مبذول کرواتے تھے کہ جامعہ کے طلباء کو قابل اعتماد

Marfat.com

ہونا چاہیے۔ ہر طالب علم اپنے اسباق کو جانفشانی سے تیار کرے۔ اپنے فرائض میں باقاعدگی اور اعلیٰ اوصاف کی پابندی اختیار کرے۔

۳ ۔ سنجیدگی آپ کی شیرت کا بہت بڑا پہلو تھا۔ آپ قہقہہ لگا کر ہنسنے' ننگے سر پھرنے' لغو گوئی سے باز رہنے کی ہمیشہ تلقین فرماتے تھے۔ نماز پنج گانہ کی پابندی پر زور دیتے تھے کیونکہ آپ کے بقول نماز ایک مسلمان کی تعمیر سیرت میں بنیادی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔

۴ ۔ اسی طرح آپ حیا کا پہلو کسی حال میں بھی نظرانداز نہ کرنے پر زور دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ بے حیا اور بے ادب انسان کو تو انسان کا اعزاز بھی نہیں دیا جا سکتا۔ آپ فرماتے تھے جامعہ کے مقاصد وہی طلباء پورے کر سکیں گے جو باحیا اور باادب ہوں۔ لچرپن سے آپ کو سخت نفرت تھی۔

۵ ۔ ہمیشہ تلقین فرماتے تھے کہ باہمی اخوت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ فکری انتشار' مناظرہ بازی اور باہمی نفاق و جھگڑوں سے ہر قیمت پر معاشرے کو بچائیں۔ آپ فرماتے تھے کہ جب ہم مسلمان ایک خدا ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم' ایک قبلہ اور ایک شریعت پر متفق ہیں تو پھر ہمارے اندر اتحاد' محبت اور کام میں اجتماعی منصوبہ بندی ہونی چاہیے۔ یہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے کہ جامعہ محمدی شریف .بفضلہ تعالیٰ روز اول سے آج تک گروہی نظریات سے بالا تر ہو کر بحیثیت ایک ادارہ کے قوم کی راہنمائی کر رہا ہے۔

۶ ۔ حضرت مولانا موصوف" مسلمانوں میں دین و دنیا کی تفریق پر سخت ملال تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ مسلمان کی دنیا بھی سراپا دین ہے۔ جب وہ اسلام کے تابع ہو۔ آپ مختلف تقریبات میں اس امر کی طرف خصوصی طور پر توجہ دلاتے تھے کہ جس طرح قرون اولیٰ میں مسلمان نے نیکی' بھلائی اور انسانیت نوازی کے کاموں میں اور دیگر سائنسی تخلیقات اور ایجادات میں اقوام عالم سے اپنی سرداری اور فوقیت منوائی ہے۔ نیز دنیوی وسائل کو بروئے کار لا کر فریضہ امربالمعروف و نہی عن المنکر سرانجام دیا ہے۔ اسی طرح آج بھی پھر سے مسلمانوں کو اپنی عظمت رفتہ کو پانے کے لیے اپنی تعلیم میں دنیا و دین کی اجتماعیت اور وسعت پیدا کرنی چاہیے۔ آپ کی تحریک میں جدید و قدیم کا حسین امتزاج تھا اور آپ کی ساری زندگی اس کا عملی ثبوت ہے۔ آپ نے ساری زندگی دنیوی مفادات سے بالا تر ہو کر صرف خدا کی رضا کی خاطر کام کیا۔ اسی لیے آپ نوجوانوں کو اپنے خون جگر

Marfat.com

سے پاکستان میں اسلامی نظام اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی سعی کی ترغیب دیتے تھے۔ کیونکہ نظریہ پاکستان تکمیل کے لیے خلوص نیت سے اسلام کو پاکستانی معاشرہ میں رواج دینے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دینا آج کی پکار ہے۔ آپ قرآن کے مطالعہ' سیدنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی واقفیت' صحابہ کرامؓ اور صلحائے امت' آئمہ دین اور بزرگان دین کی مبارک ہستیوں کی سیرت پاک سے راہنمائی کے لیے نوجوان نسل میں اس کی آگاہی کو تعلیم کا حصہ بنانا چاہتے تھے اور نصاب تعلیم کی اصلاح کی ساری تحریک انہی پہلوؤں پر محیط تھی۔

Marfat.com

باب ششم

# در حدیث دیگراں

- تعزیتی خطوط
- تاثرات
- اخبارات
- ہدیہ منظومات

Marfat.com

## تعزیتی خطوط

### بلال زبیری' جھنگ صدر

مکرم و محترم مولانا محمد نافع صاحب!

السلام علیکم! حضرت مولانا محمد ذاکر مرحوم و مغفور کی وفات کا صدمہ جیسا آپ کے لیے ناقابل برداشت ہے' ویسا میرے لیے بھی مگر قدرت کے فیصلوں کے سامنے سر جھکانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ان کے بعد صرف آپ کی ذات ہے جس سے میرا تعارف ہے۔ اس لیے میں نے یہ خط آپ کے نام تحریر کیا ہے۔ میاں رحمت اللہ سے میری ملاقات نہیں ہو سکی اور نہ ہی تعارف ہوا۔

چند سطریں جذبات میں ارتجالا سفر میں ہی لکھی تھیں جس کا تراشہ بھجوا رہا ہوں۔ میری رائے ہے کہ "الجامعہ" کا ایک خاص نمبر اس سلسلہ میں شائع کیا جائے اور مولانا کی زندگی و انتقال کے تمام واقعات و تاثرات اس میں شامل ہوں۔

### مولانا محمد اقبال نعمانی

### خطیب جامع مسجد مرکزی علی پور چٹھہ' ضلع گوجرانوالہ

گرامی القدر حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ!

سلام مسنون! حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب کی وفات کا سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ مرحوم کا وجود ملت اسلامیہ کے لیے باعث برکت تھا۔ ملت اسلامیہ کے درمیان یگانگت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے حضرت موصوف نے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اللہ کریم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

احقر آنجناب کے اس صدمہ میں برابر کا شریک ہے۔ جمعہ کے اجتماع میں جامع مسجد مرکزی میں قرارداد تعزیت پیش کی گئی اور تمام نمازیوں نے حضرت کے لیے دعائے مغفرت فرمائی ہے۔ فقط والسلام

### محمد منیر' کوٹ چاندنہ

بخدمت اقدس مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتکم العالی

سلام مسنون! عرض آنکہ مولانا کے انتقال پر ملال کی قیامت خیز خبر نے ہمارے

Marfat.com

دلوں کے پرزوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ آہ! مولانا کی ذات گرامی کے برکات سے محروم ہوگئے مگر تقدیر الٰہی کے آگے سر تسلیم خم ہے۔ کسی کی مجال نہیں۔ اللہ پاک مولانا کی مغفرت کرے اور درجات بلند فرمائے۔ مقام اعلیٰ علیین عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر و تحمل عطا فرمائے۔ اللہ پاک آپ کو اس صدمہ عظیم کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

## ڈاکٹر محمد عبداللہ شاہ ہاشمی

برادر عزیزم محمد نافع صاحب!

السلام علیکم عجب تماشا ہوا۔ رات کو سوگیا۔ کچھ دیر سو کر نیند اچاٹ ہوگئی۔ سرہانے ریڈیو پڑا تھا۔ اسے کھول دیا۔ مرکزی اسمبلی کی کارروائی جاری تھی۔ یکایک آواز سنی کہ خبر آئی ہے کہ اسمبلی کے معزز رکن مولانا محمد ذاکر فوت ہوگئے ہیں۔ پھر حزب اقتدار اور حزب اختلاف نے اپنے تاثرات اور عقیدت پیش کر دینا شروع کر دیے۔ ہمارے دل و چشم نے اپنا وظیفہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ صبح خاموشی سے گھر والوں سے پوشیدہ نکل کھڑا ہوا۔ کیونکہ وہ سفر سے روکتے ہیں۔ یہ خیال تھا کہ محمدی شریف نکل جاؤں گا۔ شاید اپنے بچپنے کے یار کا' اپنے مونس و غمخوار کا' اللہ کے ولی کا' اسلام کے بہادر سپوت کا' جھنگ کے بے سہارا مسلمان کا' مضبوط قلعہ کا علم و عمل کے شیدائی کا' محمد نافع کے واحد بھائی کا' رحمت اللہ مسکین کے ابا کا جامعہ کی اداس دیواروں کے بانی کا' سرکار مدینہ اور ان کے یاروں کے شیدائی کا دارالرحمت کے بے کس یتیموں کے والی کا شاید آخری دیدار حاصل کر سکوں۔ مگر جب میانوالی پہنچا تو دل کا دورہ پڑ گیا۔ دل کو پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا۔ دوپہر کو ٹیلیفون پر آپ سے ملنے کی کوشش کی۔ کوئی آواز آئی مگر شنوائی نہ ہو سکی۔ واپس آگیا۔ جب صبح مولانا کا فرمودہ وظیفہ پڑھنے بیٹھا' اغثنی یا غیاث المستغیثان پڑھا۔ ان کا تصور آیا تو پھر دورہ پڑ گیا۔ اب اپنے آپ کو سنبھال کر دل کا غبار آنکھوں سے نکال کر آپ کے آنسوؤں کا شریک بن رہا ہوں۔

میں آؤں گا کچھ کہہ نہیں سکتا کہ یہ بیمار دل میرا کب ساتھ دے گا۔

میاں شیر کو بہت بہت سلام۔ میاں شیر تیرا وظیفہ پورا ہوگیا۔ تو نے حق خدمت ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ عزیزان مولوی فضل کریم مختار محمد' محمد ابوبکر کو دعائیں۔ تمہارا ایک ناکارہ نیازمند

اب میں کس کس کو لکھوں۔ جامعہ کے استادوں کو لکھوں' شمیم صاحب اور

Marfat.com

الجامعہ کے مدیر کو لکھوں' طلبائے مدرستہ الحفاظ کو لکھوں۔

## ملک نذیر احمد ولد ملک نیاز احمد صاحب مرحوم' پٹواری مال' لالیاں

مکرم المعظم جناب مولوی محمد نافع صاحب!

السلام علیکم۔ بعد آداب و تسلیمات کے بعد عرض یہ ہے کہ کل مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۷۶ء کے اخبار امروز میں یہ خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا ہے کہ جناب مولوی محمد ذاکر صاحب وفات پاگئے ہیں۔ خداوند کریم کا حکم ایسا ہی تھا۔ آپ کو خداوند کریم صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

## حکیم آفتاب احمد قریشی' قومی دواخانہ بیڈن روڈ لاہور

مکرم و محترم!

السلام علیکم! یہ خبر پڑھ کر بے حد رنج ہوا کہ حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔ بڑے نیک اور پاکباز بزرگ تھے۔ اس دور میں یگانہ حیثیت کے حامل تھے۔ تصوف کے امام تھے اور بلاشبہ وہ زندہ ولی تھے۔ ان کی وفات ناقابل تلافی صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرقد کو انوار سے بھر دے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

## عبدالروف' N - 12 وحدت کالونی لاہور

جناب مولانا نافع صاحب و مولوی رحمت اللہ صاحب!

السلام علیکم۔ قبلہ مولانا صاحب کی رحلت کی خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ انہیں اپنی رحمت میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے چھوڑے ہوئے نیک اور ادھورے کاموں کو مکمل کرنے کی ہمت دے۔

والد صاحب چودھری ولی محمد مرحوم کے ساتھ آپ کے تعلقات ہمیشہ برادرانہ رہے۔ مولانا صاحب ان کے بعد بھی ہم سب سے شفقت اور مہربانی سے پیش آتے رہے۔ ان کی یادیں ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

Marfat.com

میں انشاء اللہ چہلم پر حاضر خدمت ہوں گا۔ کار لائق سے یاد فرمائیں۔ سب کی خدمت میں سلام عرض کریں۔

## ابوسعید چودھری غلام نبی حیرت جلالپوری
## عزیز منزل راجپوت ہاؤس جلال پور نو گوجرانوالہ

محترم المقام جناب مولانا محمد نافع صاحب' زاد اشرفکم

السلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ

حضرت مولانا محمد ذاکر نور اللہ مرقدہ کی اندوہناک رحلت کا بڑا صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ انہیں اپنی لامحدود رحمتوں کے سایہ میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں سدر مخضود ظل ممدود اور ماء مسکوب کی ابدی اور سرمدی نعمتوں سے بہرہ یاب فرمائے۔ آمین! نیز یہ بھی دعا ہے کہ خدا آپ کو اور دیگر پسماندگان کو اس سانحہ سے پیدا ہونے والی صورت حالات کو برداشت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

محترمی میرے پاس موزوں الفاظ نہیں کہ اپنے احساس غم کا پورے طور پر اظہار کر سکوں۔ دراصل آپ کی وفات ایک ملی نقصان ہے' جس کی تلافی نامعلوم کب ہو سکے گی اور اس سے جو دینی' علمی' سیاسی اور تعلیمی میدان میں خلا پیدا ہوا ہے' اس کا مستقبل قریب میں پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

میں اپنے چند اعزہ کی علالت اور اپنی ایک کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں یہاں لاہور میں بڑی مصروفیت میں ہوں ورنہ اب تک حاضر خدمت ہو کر اظہار افسوس کرتا۔ اب بھی انشاء اللہ یہاں سے فارغ ہو کر محمدی شریف جانے کا ارادہ ہے۔ میں یہ تعزیت نامہ خاصی دیر سے رقم کر رہا ہوں۔ اس لیے معذرت خواہ ہوں۔

ایک دفعہ پھر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ آمین!

## گلزار احمد' گلستان راولپنڈی

السلام علیکم و انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سمجھ نہیں سکتا کہ مولانا کے وصال کا افسوس کن الفاظ میں کروں۔ آپ سب

Marfat.com

حضرات کو جو صدمہ ہوا ہے' اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

دو چار روز خط لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اخبار میں جب خبر پڑھی تو اطلاع یہ تھی کہ جنازہ ہو چکا ہے۔ اب بھی حاضری ضروری ہے۔ جونہی موقعہ ملا حاضر ہو کر فاتحہ خوانی میں شرکت کروں گا۔

عجیب اتفاق کہ میں گاؤں گیا ہوا تھا اور مولانا کا خط جو بریگیڈیئر صاحب کے انتقال کے متعلق تھا' وہ پہنچا۔ واپسی پر دیکھا اس وقت مولانا خود خالق حقیقی کے حضور پہنچ چکے تھے۔ خدا انہیں غریق رحمت کرے اور ان کی قبر پر شب و روز رحمت کی بارش ہوتی رہے۔ آمین

آپ سب ساتھیوں کی خدمت میں غم کی شرکت۔

## محمد عبدالستار تونسوی عفی عنہ

## تونسہ شریف' ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ

بخدمت ذوالمجد والاحترام حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ! خیریت مطلوب۔ اخبار میں حضرت اقدس بزرگوار مولانا محمد ذاکر صاحب غفرلہ کے انتقال پرملال کی خبر وحشت اثر پڑھ کر سخت افسوس اور صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس کے بلند مقامات عنایت فرمائیں اور آپ کو اور ان کے جملہ عزیزان و پسماندگان کو صبر جمیل کا اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین۔ تمام جماعتی حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام۔

## بیگم فضل الرحمٰن کلو

محترمی السلام علیکم

بہت دن ہوئے اخبار میں مولانا محمد ذاکر صاحب کے انتقال کی خبر ملی۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ بریگیڈیئر فضل الرحمٰن ان کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دونوں دوست آگے پیچھے اللہ کے دربار میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو غریق رحمت کرے۔ میرا بیٹا جنرل شمس الرحمٰن کلو آج کل سرکاری دورہ پر پاکستان سے باہر گیا ہے۔ واپس آئے گا تو انشاء اللہ خود خط لکھے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے۔

Marfat.com

## حاجی نذیر احمد

## صدر جمعیت العلماء پاکستان دارالسلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

جناب مولانا حضرت محمد نافع صاحب!

السلام علیکم! ہم جمعیت العلماء پاکستان دارالسلام (ٹوبہ) کے تمام عہدہ داروں' خادموں' اراکین' ہمدردوں اور اہالیان دارالسلام کو تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت کے مجاہد' روحانی پیشوا بانی جامعہ محمدی شریف حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب' ایم۔ این اے کی وفات پر بہت ہی افسوس اور غم ہے۔ ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے عظیم رہنما کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین۔

جناب مولانا صاحب! حضرت صاحب کی وفات سے ملک و قوم کو بہت ہی نقصان ہوا۔ خصوصاً جمعیت العلماء پاکستان میں ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے' وہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔ ہماری یہ دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے حبیب پاک رحمت العالمین کے صدقے حضرت صاحب کو اپنے خاص اور بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

## حافظ محمد اقبال مظاہری

## ایم۔ اے عربی' اسلامیات

منبع الفیوض و البرکات قبلہ مولانا صاحب!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ! منبع اقدس اخبارات و ریڈیو سے یادگار سلف قبلہ مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر بہت صدمہ ہوا۔ فاطر ہستی مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل

خدا کرے جامعہ محمدی شریف ان کے مساعی کی یادگار ابدالاباد تک جاری رہے۔ ان کی وفات سے آپ کی ذمہ داریوں میں جو اضافہ ہوا' وہ ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ قدم قدم پر آپ کی نصرت فرمائیں۔ آمین۔

راقم الحروف کو ان کے نوازشات قطعاً فراموش نہیں ہو سکتیں۔ اراکین جامعہ کی خدمت میں سلام مسنون و طلب دعا

Marfat.com

## محمد شریف جالندھری، حال دفتر ختم نبوت کراچی

حضرت مکرم جناب مولانا محمد نافع صاحب!

سلام مسنون مزاج گرامی!

اخبارات کے ذریعہ یادگار سلف حضرت اقدس مولانا محمد ذاکر مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات کا پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ یہاں دفتر میں علماء کرام نے حضرت مرحوم کی مغفرت اور ترقی درجات کی اجتماعی دعا کی۔

ایک دور دراز دیہاتی علاقہ میں ایسی بڑی عظیم دینی و دنیاوی درس گاہ کا قیام مرحوم کے جذبہ ملی و قومی کی روشن دلیل ہے۔ ان کی ایک خصوصیت جس کا حامل اب ملک بھر میں کوئی دوسرا نہیں، اہل سنت کے فرقوں میں اتحاد و تعاون کے لیے تمام فرقوں کا ان پر اعتماد کرتا ہے۔ بالخصوص دیوبندی و بریلوی علماء اور مکتب فکر میں مرحوم برابر احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ انہیں مغفرت و رحمت سے نوازے۔

مولانا عبدالرحیم اشعر، حضرت مولانا تاج محمود مولانا عبدالرؤف کی طرف سے سلام مسنون۔ مضمون واحد و عرض دعا۔

## مولانا محمد صادق قصوری

### حسین خان والا ہٹھاڑ، براہ قصور، ضلع لاہور

واجب الاحترام مولانا محمد نافع صاحب!

سلام و رحمت! اخبارات میں حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب کی وفات حسرت آیات کا پڑھ کر دلی رنج ہوا۔ مرحوم بیک وقت مذہبی اور سیاسی محاذ پر مذہب و ملت کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ مرحوم نے اپنی اسی سالہ عمر شریف میں جس قدر کارنامے انجام دیئے، وہ انہیں کا حصہ تھا۔

تحریک خلافت، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، رد سوشلزم اور نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نفاذ میں ان کی کاوشیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جامعہ محمدی شریف کا قیام مرحوم کا ایک ایسا کارنامہ ہے، جسے شہرت عام و بقائے دوام حاصل ہو چکی ہے اور یہی ان کی بخشش کے لیے کافی ذریعہ ہے۔ اے کاش یہ ادارہ ان کی خواہش کے

Marfat.com

مطابق یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر سکتا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور آپ کو یہ ہمت عطا فرمائے کہ آپ ان کی جلائی ہوئی شمع کو مزید روشن کریں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آخر میں ایک حقیری سی تجویز پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اگر ماہنامہ الجامعہ شائع ہو رہا ہے تو مولانا مرحوم کی یاد میں ایک خاص نمبر نکالیں۔ جس کا نام "مولانا محمد ذاکر نمبر" ہو اور وہ نمبر مولانا کے شایان شان ہو۔ اگر نمبر نکالنے کا ارادہ ہو تو مطلع فرمائیں تاکہ میں بھی ایک دو مضمون نمبر کے لیے لکھ کر مولانا مرحوم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کر سکوں۔

یاد رہے کہ میں نے اپنی کتاب "اکابر تحریک پاکستان" میں بھی مولانا کے حالات شامل کیے ہیں اور اب نوائے وقت میں بھی ایک مضمون چھپوانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔
آمین

## محمد چراغ، مہتمم جامعہ عربی، جی۔ ٹی روڈ گوجرانوالہ

عزیز القدر مولوی محمد نافع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

آج ہی اخبار سے حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب کے انتقال کا علم ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر و اجر دے۔ آمین!

مولانا رحمتہ اللہ تعالیٰ کے جانے سے جو جگہ خالی ہوئی ہے، اس کے پر ہونے کی کوئی توقع نہیں۔ لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ۔ والسلام

## ابرار احمد بگوی، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ

مکرمی محترم حضرت مولانا ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم و رحمتہ اللہ

حضرت مولانا مرحوم کے انتقال پر دلی صدمہ ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کا اٹھ جانا

Marfat.com

ایک ملی سانحہ ہے جس سے وطن عزیز کے دینی' علمی' تعلیمی' سیاسی اور روحانی حلقوں کے لیے یکساں طور پر محرومی ہوئی ہے۔ قیام پاکستان سے قبل جدید خطوط پر دینی تعلیم کے فروغ اور استحکام کے لیے جو لائحہ عمل انہوں نے تیار کیا' انہوں نے ساری زندگی اسی اعلیٰ مقصد کے لیے تج دی۔ ان کی جدوجہد میں اسلاف کی جاں نثاریوں کی جھلک تھی اور اخلاف کے لیے ایک روشن نمونہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انہی کی عظیم مساعی کا نتیجہ تھا کہ بہاول پور میں سرکاری سطح پر ایک دینی درس گاہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی اور قومی اسمبلی جیسے ہمہ مقتدر ادارے میں اسلامی یونیورسٹی کے لیے مولانا مرحوم کے پرائیویٹ بل پر غور کیا۔

مولانا مرحوم کی زندگی کا دوسرا تابناک پہلو مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان ہم آہنگی' مفاہمت' احترام اور باہمی موانست کے لیے ٹھوس اور موثر مساعی تھیں۔ ان کے لیے بھی دین کے خدام کا ہر مخلصانہ کام قابل قدر تھا۔ وہ کسی تعصب' لاگ اور فرقہ بازی کے بغیر علماء کا احترام فرماتے۔

ان دونوں نمایاں پہلوؤں میں حضرت مرحوم اور مجاہد ملت حضرت مولانا ظہور احمد بگوی رحمتہ اللہ علیہ بانی حزب الانصار کے درمیان بے مثال موافقت' گہری ہم آہنگی اور پائیدار عملی تعاون تھا۔ مجلس حزب الانصار اور دارالعلوم کے ایک تعزیتی اجلاس میں قرآن خوانی کی گئی۔ علاوہ ازیں جمعتہ المبارک کے اجتماع پر ان کی مغفرت کے لیے دعا مانگی گئی اور حضرت مرحوم کی خدمات کا ذکر خیر ہوا۔

حضرت ابی مکرم مولانا افتخار احمد بگوی رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی برسی یوم حج کو تھی۔ مہمانوں کی آمد کی وجہ سے حاضری نہ دے سکا۔ جلد ہی حاضر ہو کر تعزیت کروں گا۔ براہ کرم محترم صاحبزادگان اور دیگر احباب کو میری طرف سے تعزیت کر دیں۔ دعاؤں میں یاد فرماتے رہا کیجیے۔

## نیر واسطی (ستارۂ خدمت) بیرون مستی گیٹ' لاہور

مکرمی نافع صاحب

سلام مسنون! حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب کی وفات حسرت آیات کی اطلاع مجھے مل گئی تھی۔ اور اس سلسلے میں میں نے جناب رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں جامع محمدی کے ایک صاحب کے توسط سے ایک تعزیت نامہ بھی ارسال کیا تھا۔

واقعی مرحوم کی وفات حسرت آیات ایک عظیم قومی سانحہ ہے۔ خدائے برتر مرحوم

Marfat.com

کو جنت الفردوس میں مقام راحت عطا کرے اور پسماندگان کو اور ہمیں صبر و سکون کی توفیق عطا کرے۔

## ابوالحسنات حکیم برکات احمد بگوی
## صدر انجمن فدایان رسول ' بھیرہ

حضرت مولانا محمد نافع صاحب و مولانا محمد رحمت اللہ صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

مجاہد ملت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ کی اندوہناک خبر انتقال ایک حادثہ فاجعہ ثابت ہوئی ہے جس سے ایک عظیم ملی مذہبی اور علمی طور پر ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے جس کو اہل علم طبقہ اور وہ لوگ جو مولانا مرحوم کی سرگرمیوں اور خدمات سے متعارف ہیں' بڑی شدت سے محسوس کریں گے اور ان کے قلوب میں مولانا کی یاد تازہ رہے گی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون کے تحت سوائے صبر جمیل کے چارہ کار نہیں ہے۔ میرے حافظہ میں اس روز کے نقوش ابھر رہے ہیں جب کہ عمی محترم مجاہد اسلام مناظر اہل سنت حضرت مولانا ظہور احمد بگوی رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کی طویل اور نتیجہ خیز خط و کتابت باہمی ملاقاتیں اور مجالس جاری رہیں اور مولانا مرحوم کے پردرد اور حساس دل میں یہ لگن نمایاں تھی کہ طالبان علوم دینیہ کے لیے درس نظامی کے کورس میں رد و بدل کر کے ایسا نظام تعلیم مرتب کیا جائے جو موثر اور نتیجہ خیز ہو۔ اور جو قومی ملی اور ملکی ضروریات اور فارغ التحصیل علماء کے لیے روشن مستقبل اور باوقار زندگی گزارنے کا ذریعہ ہو۔ لہذا حضرت عم گرامی رحمتہ اللہ علیہ بھی اس جدوجہد میں ان کے ہم نوا اور شریک کار رہے اور جامع محمدی کے اجلاس میں تقریر فرمانے کے بعد واپسی کے سفر میں ہی آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

جامع مسجد بگویہ بھیرہ کے عظیم اجتماع میں مولانا مرحوم کے تذکرہ خیر اور قرآن خوانی کے بعد ایصال ثواب کرایا گیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں شایان شان مقام نصیب فرمائے اور آپ کو ان کا عظیم مشن جاری رکھنے اور خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے اور سب پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

Marfat.com

خاکپائے محمد حسین حیدری
مجلس تحفظ حقوق اہل سنت' دفتر مرکزیہ بیرونی لوہاری گیٹ' ملتان

محقق وقت مستغنی از القاب حضرت مولانا محمد نافع صاحب' سلامت رہو۔

بعد سلام مسنون! مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کے تمام احباب' ولی کامل حامل الشریعۃ مولانا محمد ذاکر مرحوم کی وفات حسرت زیارت پر گہرے غم و رنج کا اظہار کرتے ہیں اور پسماندگان کے لیے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ادارہ کے لیے وفاداری کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور غریق رحمت کرے۔ مولانا مرحوم کا خلاء پر کرنا بہت مشکل ہے۔ مولانا مرحوم اس علاقہ میں حق صداقت کی عین تصویر تھے اور رافضیت کے لیے سم قاتل تھے۔ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ صدر مجلس حضرت دینپوری صاحب حضرت قبلہ سید ندیم صاحب و جمیع احباب۔

# تاثرات

## قومی اسمبلی

قومی اسمبلی نے آج ضلع جھنگ سے اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اسمبلی کا اجلاس ایک تعزیتی قرار داد منظور کرنے کے بعد مرحوم کے سوگ میں ملتوی کر دیا گیا۔ اسمبلی کا شام کا اجلاس بھی ملتوی کر دیا گیا۔ ایوان کے ڈپٹی لیڈر شیخ محمد رشید نے جنہوں نے تعزیتی قرار داد پیش کی تھی۔ ایوان میں اعلان کیا کہ آج پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی حامی جماعتوں کے ارکان اسمبلی کا جو اجلاس منعقد ہونے والا تھا۔ وہ بھی ملتوی کر دیا گیا ہے۔ قومی اسمبلی نے مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کے جذبات کا اظہار کیا۔ اسمبلی نے پسماندگان کی ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ اسمبلی کی قائم مقام سپیکر بیگم ڈاکٹر اشرف عباسی نے ایوان کے خیالات سے اتفاق رائے کرتے ہوئے کہا کہ تعزیتی قرار داد کی ایک نقل مرحوم کے پسماندگان کو بھی ارسال کی جائے۔ شیخ محمد رشید نے سرکاری بنچوں کی طرف سے سب سے پہلے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد ذاکر انتہائی دیانت دار شخص تھے۔

Marfat.com

انہوں نے ہمیشہ مثبت کردار انجام دیا۔ جماعت اسلامی کے پروفیسر غفور احمد نے کہا کہ مولانا محمد ذاکر قومی اسمبلی کے انتہائی قابل احترام رکن تھے اور اسلام کے لیے بھی ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا چوہدری غلام رسول تارڑ نے اپنی تقریر میں کہا میں مولانا محمد ذاکر کو ۱۹۵۱ء سے جانتا ہوں۔ جس وقت مولانا مرحوم صوبائی اسمبلی کے رکن تھے۔ وہ اپنے حلقہ کے عوام میں اس قدر مقبول تھے کہ ہمیشہ رکن اسمبلی منتخب ہوتے رہے۔ انہوں نے ضلع جھنگ میں جامعہ محمدی شریف اور ایک کالج قائم کر کے اسلام اور تعلیم کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جن ارکان اسمبلی نے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا ان میں مولانا عبدالحق' سردار عنائت الرحمان عباسی' سید محمد علی رضوی' چوہدری محمد خان' مسٹر غلام حیدر چیمہ' مسٹر محمود اعظم فاروقی' مسٹر احمد رضا قصوری' میر علی احمد تالپور' سردار شوکت حیات خاں اور وفاقی وزیر خزانہ رانا محمد حنیف شامل ہیں۔

مقررین نے کہا کہ مولانا محمد ذاکر نے تحریک پاکستان میں قابل قدر خدمات انجام دی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم اپنے علاقہ میں نہ صرف اسلامی تعلیمات عام کرنے' بلکہ جدید علوم کی ترویج کے لیے بھی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے کہا کہ مولانا محمد ذاکر کی وفات سے ملک ایک عظیم دانشور' معلم' سیاستدان اور مذہبی رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ انہوں نے مولانا کی فرض شناسی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ انتہائی شدید علالت کے باوجود قومی اسمبلی میں حاضر ہوتے رہے۔ حالانکہ وہ چلنے پھرنے سے معذور تھے اور پہیوں والی دستی گاڑی میں سفر کرتے تھے۔ اسمبلی نے مرحوم کی مغفرت کے لیے فاتحہ خوانی بھی کی۔

## صدر فضل الٰہی چودھری کا اظہار تعزیت

راولپنڈی ۲۵ نومبر (پ پ) صدر فضل الٰہی چودھری نے قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ مولانا کے بیٹے کے نام ایک پیغام میں انہوں نے مرحوم کے خاندان سے تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

(امروز' ۲۶ نومبر ۱۹۷۶ء)

## وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی جانب سے اظہار غم

لاڑکانہ ۲۷ نومبر (پ پ ا) وزیر اعظم بھٹو نے قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر

Marfat.com

حسین کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ وزیراعظم نے ایک تار کے ذریعے مولانا مرحوم کے صاحبزادے کے نام اپنے پیغام میں کہا ہے انہیں مولانا کی وفات کی خبر پر گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ وزیراعظم نے اپنے پیغام میں مولانا مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے ان کے لیے دعائے صبر کی ہے۔

(مشرق' لاہور' ۲۸ نومبر ۱۹۷۶ء)

بانی جماعت اسلامی سید ابو الاعلیٰ مودودی اور سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان چوہدری رحمت الٰہی نے جامع محمدی شریف ضلع جھنگ کے بانی مولانا محمد ذاکر ایم این اے کے انتقال پر ملال پر تعزیت کا اظہار کیا ہے انہوں نے مولانا مرحوم کے بھائی مولانا محمد نافع کے نام کے ایک تار میں کہا ہے کہ ہمیں مولانا محمد ذاکر کے انتقال کی خبر سن کر سخت صدمہ ہوا ہے۔ بلاشبہ ان کی موت تمام مسلمانوں کے لیے ایک عظیم نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنے صالح بندوں میں شامل فرمائے اور مرحوم کے تمام لواحقین کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انہوں نے کہا مختلف دینی مکاتیب فکر کے اتحاد اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے مولانا محمد ذاکر مرحوم کی خدمات کبھی فراموش نہ کی جا سکیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کے بدلے میں مرحوم کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

## مولانا حامد علی خان' ملتان

جمعیت العلماء پاکستان کے رہنما مولانا حامد علی خان مسلم لیگ پنجاب کے جائنٹ سیکرٹری شیخ ظہور احمد' مولانا محمد بخش نظامی نے قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و الم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مولانا کی وفات پر عالم اسلام کو اور خصوصاً پاکستان کی ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

## چودھری رحمت الٰہی

جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل چوہدری رحمت الٰہی نے محمدی شریف میں مولانا محمد ذاکر کی تعزیت کے لیے منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد ذاکر کی وفات ملت پاکستان کا عظیم نقصان ہے۔ ان کی ذات سارے مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھی اور ان کی ذات سارے مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھی اور ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا'

Marfat.com

ہے اس کا پر ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا ذاکر اتحاد اسلامی کے زبردست نقیب اور داعی تھے اور مسلمانوں کے فروعی اختلافات مٹانے کے خواہش مند تھے۔ انہوں نے کہا کہ ان کے اس مشن کی تکمیل کے جدوجہد جاری رہنی چاہیے۔

## نوابزادہ نصراللہ خان

پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نوابزادہ نصراللہ خاں نے ممتاز عالم دین اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی رحلت سے دینی اور ملی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ مشکل سے پر ہوگا۔ آج ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم کی دینی اور ملی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جامعہ محمدی چنیوٹ کے قیام کی صورت میں انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

## پروفیسر عبدالغفور احمد

پروفیسر عبدالغفور احمد سیکرٹری جنرل متحدہ محاذ نے جامعہ محمدی شریف جھنگ کے ناظم مولانا محمد ذاکر رکن قومی اسمبلی کے انتقال پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ مولانا محمد ذاکر کے بھائی محمد نافع کے نام ایک تعزیتی تار میں پروفیسر غفور احمد نے کیا ہے کہ مولانا محمد ذاکر کی وفات سے قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اسلام کے لیے ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

## جمعیت خدام الاسلام گوجرانوالہ

کے نگران اعلیٰ شیخ عبدالستار، رانا انجم رشید اور محمد یونس نے ایک بیان میں قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکرؒ اور انجمن طلبہ اسلام کے ضلعی ناظم اعلیٰ حافظ حبیب اللہ نیازی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا زاہد الراشدی نے قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مرحوم کی ساری زندگی اسلام کی مثبت خدمات اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا کرنے کی جدوجہد میں گزری ہے۔

Marfat.com

## ملک محمد قاسم

پاکستان مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل ملک محمد قاسم' ممتاز مسلم لیگی رہنما چوہدری محمد حسین چٹھہ' پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی فنانشل سیکرٹری سید مقصود شاہ' پاکستان مسلم لیگ (پنجاب زون) کے صدر سینیٹر خواجہ محمد صفدر اور پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی جائنٹ سیکرٹری رانا محمد اشرف خان نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ بیان میں مولانا مرحوم کی دینی اور ملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ مسلم لیگی رہنماؤں نے قومی اسمبلی کے ممبر مولانا محمد ذاکرؒ کی ملک کے لیے نمایاں اور گراں قدر خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ ہم مولانا کی اس اچانک وفات پر ان کے پسماندگان اور لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ بیان کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان اور ان کے وسیع حلقہ احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

## جمعیت علماء پاکستان' حلقہ موہنی روڈ لاہور

جمعیت علماء پاکستان حلقہ موہنی روڈ منشی لدھا باغ کے کارکنوں کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں جمعیت کے ممتاز راہنما مولانا محمد ذاکر ایم این اے کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں مرحوم کو ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی اجلاس کے اختتام پر حلقہ میں جمعیت کے کنو-نر مختار احمد صدیقی نے اپنی تقریر میں مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

مجلس اخوت اسلامیہ اور تحریک نظریہ پاکستان نے بھی اپنے علیحدہ علیحدہ اجلاسوں میں مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے صدمے اور دکھ کا اظہار کیا اور کہا کہ مولانا نے جو دینی خدمات انجام دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اجلاسوں میں دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

## مولانا محمد سعید جامعی

مولانا محمد سعید جامعی نے مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہا کیا ہے اور اسے عالم اسلام کے لیے ایک بڑا نقصان قرار دیا ہے۔

Marfat.com

## سردار زادہ محمد علی شاہ (رجوعہ)

پیپلز پارٹی چنیوٹ کے صدر سردار زادہ محمد علی شاہ نے ایک بیان میں کہا کہ مرحوم اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سیاسی اور سماجی کارکن تھے جنہوں نے محمدی شریف میں ایک عظیم درسگاہ کی بنیاد رکھی' جس سے سینکڑوں نونہالان وطن مستفید ہو رہے ہیں۔

## جمیعت العلماء اسلام' چنیوٹ

جمیت علمائے اسلام کا ایک ہنگامی اجلاس مولانا محمد عبدالوارث کی صدارت میں منعقد ہوا اور مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور کہا گیا کہ آپ کی سیاسی اور مذہبی خدمات ناقابل فراموش ہیں

## ٹھٹھی بالا راجہ

ٹھٹھی بالا راجہ کے باشندوں کا ایک تعزیتی اجلاس مدرسہ دارالعلوم نقشبندیہ میں ہوا اجلاس میں مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا گیا کہ آپ ایک متقی' پرہیز گار' مصلح' مفکر' مدبر' خلیق و ملنسار مخلص اور دیانت دار انسان تھے جنہوں نے محمدی شریف جیسی غیر معروف اور پسماندہ بستی کو علم و دانش کا منبع بنایا اس وجہ سے ضلع جھنگ اور دوسرے اضلاع میں ان کے ہزاروں عقیدت مند موجود ہیں۔

## ہارون آباد

پیپلز پارٹی تحصیل ہارون آباد کے صدر رانا نصراللہ خاں' جمیعت العلماء پاکستان مقامی کے راہنما سید فیض الحسن تنویر اور چیمبر آف کامرس کے صدر عبد لطیف نے ایک مشترکہ بیان میں مولانا محمد ذاکر ایم این اے کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور تحریک پاکستان میں ان کی کوششوں پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔

## دیپالپور

بزم غلامان مصطفٰی دیپالپور کے صدر سید محمد غوث گیلانی جنرل سیکرٹری محمد اصغر

Marfat.com

مجددی مسجد گیلا بند کے خطیب مولانا خواجہ غلام حسین اور انجمن طلباء اسلام دیپالپور کے ناظم محمد ایوب خان سجاد نے ایک مشترکہ بیان میں تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے سرگرم مجاہد اور جامعہ محمدی شریف کے بانی مولانا محمد ذاکر ایم این اے کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ وفات سے ملک و قوم کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔

## انجمن طلبائے جامعہ نعمانیہ، لاہور

انجمن طلباء دارالعلوم جامعہ نعمانیہ ٹکسالی گیٹ لاہور میں گزشتہ روز ایک تعزیتی اجلاس ہوا جس کی صدارت مولانا محمد عبدالطیف مجددی نے کی۔ اجلاس میں قومی اسمبلی کے رکن اور ممتاز عالم دین مولانا محمد ذاکر کی ملی و ملکی خدمات کو سراہا گیا اور قرآن خوانی کی گئی۔ اس کے بعد انجمن کے طالب علم محمد شریف فاروقی نے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا اور پھر مولانا کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

## سانگلہ ہل

سانگلہ ہل کے سیاسی سماجی اور عوامی حلقوں نے مولانا محمد ذاکر ایم این اے کی وفات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کی تحریک ختم نبوت کے دوران کی خدمات کو سراہا ہے۔

## حافظ آباد

انجمن طلباء اسلام پاکستان سب ڈویژن حافظ آباد کے سابق ناظم اور انجمن اتحاد المسلمین کے سابق جنرل سیکرٹری ایم سعید آصف نے جمعیت علماء پاکستان کے ممتاز رہنما، عظیم دانشور اور ممتاز عالم دین مولانا محمد ذاکر رکن قومی اسمبلی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔

## کاموکی

جمعیت علماء پاکستان کاموکی کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت صدر جمعیت خلیفہ سردار علی انصاری منعقد ہوا جس میں قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر صاحب کی وفات

Marfat.com

پر اظہار غم کیا گیا اور اسے جمعیت علماء پاکستان کے لیے بہت بڑا نقصان قرار دیا گیا۔

## گڑھ مہاراجہ

حضرت سلطان باہو کے سجادہ نشین صاحبزادہ غلام جیلانی نے مولانا محمد ذاکر کی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کی موت سے ملک میں اور خاص طور پر جھنگ میں مولانا ایک بے باک مفکر اور عالم دین تھے۔ صاحبزادہ نے مولانا کی روح کی مغفرت کے لیے دعا کی اور مولانا کے پسماندگان کو صبر و جمیل کی تلقین کی۔

## منڈی ہیرا سنگھ

گزشتہ روز مذہبی اور سیاسی کارکنوں کا ایک اجتماع جامعہ مسجد اہلسنت و الجماعت میں ہوا۔ جس میں مولانا محمد ذاکر ایم این اے کی بے موقع موت پر سخت افسوس کا اظہار کیا۔ مقررین نے ان کی دینی اور ملی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور ان کے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

## انجمن محبان رسول، گوجرانوالہ

انجمن محبان رسول کے خازن مقصود احمد نے اپنے تعزیتی بیان میں جمعیت العلمائے پاکستان کے ممتاز رہنما و عالم دین مولانا محمد ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور مرحوم کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے لیے دعا کی ہے۔ انجمن طلبائے اسلام گوجرانوالہ کے ناظم اعلیٰ حافظ حبیب احمد نیازی کی وفات پر بھی گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے۔

## مولانا عبدالستار نیازی، لاہور

جمعیت علماء پاکستان کے ممتاز راہنما اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے جمعیت علماء پاکستان لاہور کے ضلعی ناظم علی محمد صدیق چوہدری کی قیام گاہ واقع سوڈیوال کوارٹرز میں قرآن خوانی ہوئی۔ اس تقریب میں مولانا عبدالستار نیازی، ملک محمد اکبر ساقی، اور کنور انتظار محمد خاں ایڈووکیٹ نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ شہر کی مختلف مساجد میں مرحوم کی مغفرت کے لیے خصوصی دعائیں کیں۔ دریں اثناء جمعیت لاہور کے ضلعی صدر قاضی محمد ظفر اقبال نے ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مولانا ذاکر

Marfat.com

مرحوم نے نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔

## وہاڑی

انجمن طلباء اسلام کے رہنما وسیم ممتاز اوز ضلع وہاڑی کے کنوینز فہیم اختر نے ممتاز عالم دین اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا ذاکر حسین کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور پیغام تعزیت میں ان کے پسماندگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔

## جامعہ صدیقہ سراج العلوم لاہور

جامع صدیقہ سراج العلوم بیرون مستی گیٹ لاہور میں مولانا محمد ذاکر کی یاد میں جلسہ ہوا جس میں مندرجہ ذیل معززین نے مولانا کو خراج عقیدت پیش کیا۔ میاں غلام مصطفیٰ اعوان' مولانا عبدالغفار' ملک محمد رمضان' حافظ محمد اسحاق' میاں غلام مصطفیٰ نے آخر میں یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے۔

## مفتی عبدالقیوم ہزاروی' لاہور

حضرت مولانا قبلہ مفتی محمد عبدالقیوم مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ کی زیر صدارت بزم رضا کا ہنگامی اجلاس میں بلایا گیا جس میں جمعیت العلماء پاکستان کے راہنما اور ممبر قومی اسمبلی حضرت مولانا محمد ذاکر کی اچانک موت پر گہرے دکھ و غم کا اظہار کیا گیا اور آپ کی وفات کو ملت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم نقصان قرار دیا گیا۔ اجلاس میں آپ کی ملی و دینی خدمات سراہا گیا اور دعا کی گئی کہ خداوند کریم مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔

## حافظ نور احمد ہٹہ (چنیوٹ)

کسان بورڈ سب ڈویژن چنیوٹ کا ایک تعزیتی اجلاس حافظ نور احمد ہٹہ کی صدارت میں ہوا۔ اجلاس میں مولانا محمد ذاکر ایم این اے کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا کہ ان کی موت سے ملک و ملت کا ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ عوام ایک محب وطن سیاسی اور مذہبی کارکن سے محروم ہوگئے۔ مرحوم کو خراج تحسین پیش رتے ہوئے کہا گیا کہ وہ تحریک پاکستان کے ایک عظیم کارکن تھے۔ انہوں نے ضلع جھنگ

Marfat.com

میں آزاد اسلامی یونیورسٹی کی بنیاد رکھ کر علاقہ میں علم کی شمع کو روشن کی جس سے رہتی دنیا تک ان کی یاد تازہ رہے گی۔ چنیوٹ کے عوام نیک سیرت دیانتدار اور کہنہ مشق سماجی کارکن سے محروم ہوگئے ہیں۔ ان ایسی شخصیتیں نایاب ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ملک احمد علی نے انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا مرحوم نے ضلع جھنگ کے چھوٹے زمینداروں اور کاشت کاروں میں تعلیم اور سیاسی شعور بیدار کیا اور ان کو جاگیرداروں سے سیاسی آزادی دلائی۔

## صاحبزادہ میاں محمد عبداللہ سیال شریف

حضرت مولانا صاحب اسلامی ہند کے زعمائے تعلیم حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ بانی دیوبند کے دینی جوش اور سرسید علیہ الرحمہ "بانی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ" کے بنیادی تعلیم کے جذبہ کا خوشگوار سنگم ہیں۔ آپ زبان عربی کو مسلمانوں کی قومی اور دنیائے اسلام کی بین الاقوامی زبان بنانا چاہتے تھے اور قرآن کے آخری پیغام کی روحانی اور مادی تعلیمات سے مسلمانوں کو خصوصاً اور دنیائے انسانیت کو عموماً مستفید دیکھنا چاہتے تھے۔ قرآنی ذہنیت اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت' جو اسلامی کلچر کی اساس ہیں' مولانا کے خیال میں مسلمانوں کی ترقی اور ترفع کی ضامن ہیں۔ چنانچہ جامعہ محمدی اس نظریہ کی عملی مثال کے طور پیش کی جا سکتی ہے۔ جامعہ کی تمام سرگرمیوں کا حقیقی محور یہی نکتہ نظر ہے اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ منفرد نظریہ تعلیم جامعہ کی وساطت سے نکھر رہا ہے' ابھر رہا ہے اور انشاء اللہ العزیز بہت جلد پاکستان کی ملی تعلیم کا اساس بن کر رہے گا۔

## شیخ محمد سعید' ایڈووکیٹ جھنگ

زباں پہ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لیے

مولانا نے ایک دیہاتی مدرسہ کو سکول اور کالج کا درجہ بخشا۔ یتیم خانہ قائم کیا' دارالحدیث اور دارالحفاظ قائم کیے۔ سالانہ دعوت فکر میں ہزاروں لوگوں کو اکٹھا کر کے انہیں اپنے عملی کام سے متاثر کیا گویا کہ جامعہ کے سالانہ اجلاس دعوت فکر کا ایک بے مثال نمونہ اور جم غفیر اس جلسہ میں بڑھ چڑھ کر حضرت کا گرویدہ ہوتا تھا۔

آپ تمام سال مختلف علاقوں کا دورہ کرتے۔ چنیوٹ اور جھنگ کے وکلاء سے

Marfat.com

آپ کی توجہ خصوصی تھی۔ انگریزی طبقہ کو آپ نے اپنی تحریک میں خصوصی طور پر شامل لیا اور نوجوان طبقہ مغرب زدگی کی لعنت سے محفوظ رہا اور لادینیت سے بچ گیا۔ مولانا موصوف" نے ضلع میں بریلوی، دیوبندی، شیعہ اختلافات بھی ترقی پذیر تھے اور اس طرح زمیندار اور عوام بھی آپس میں تقسیم ہو چکے تھے۔ اس پرفتن فضا میں حضرت مولانا نے اتفاق اور اتحاد کا علم بلند کیا اور تمام لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا تمام نفرتوں اور تفرقوں کو مٹانے کی کوشش کی۔ وکلاء کو خاص طور پر دوست بنایا اور ان کو جامعہ کے جانثار کارکنوں میں بدل دیا۔ انگریزی زبان اور لباس سے نفرت نہیں کی بلکہ جامعہ میں طلبا کو انگریزی میں تقریر کرنا اور انگریزی کی تعلیم میں سبقت حاصل کرنا سکھلایا۔ مصر سے بھی آپ نے وکلاء کو مدعو کیا اور انہیں مقامی وکلاء سے ملایا۔ ان کا تعارف بطور محامی الکبیر "ایڈووکیٹ" کے ان سے کرایا۔ اس طرح جامعہ ازہر سے بھی ان کے خاص تعلقات تھے اور وہاں سے کچھ معلم بھی انہیں عنایت ہوئے اس طرح عربی اور بین الاسلامی تعلیم میں مولانا نے ایک خاص کارنامہ سرانجام دیا اعلیٰ تعلیم کا چرچہ دیہات میں ہوا اور لوگ انگریزی تعلیم کو شوق سے حاصل کرتے تھے۔

سب سے زیادہ عشق آپ کو مسلم لیگ سے تھا، جس کے لئے انہوں نے اپنا تمام تر تعاون وقف کر دیا اور پاکستان کی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں جب لاہور میں سیفٹی ایکٹ کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو مولانا نے بہت سے جلوس منظم کئے اور قانونی آزادی کے لئے تمام ضلع میں دورے کئے بالآخر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ نے اس قید و بند کے دن نہایت خندہ پیشانی سے گزارے اور ہم جیل میں ہمیشہ ان کے موعظۃ الحسنہ، شوق جہاد اور ان کی دعاؤں سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کو آئین اسلامی سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء میں آپ پنجاب اسمبلی کے رکن ہو کر وہاں پہنچے تو آپ نے بغیر اسلامی آئین کے وعدہ ایفا کے حلف اٹھانے سے انکار کر دیا اور اسمبلی کی کارروائی کافی وقت رکی رہی اور پھر وزیراعلیٰ کی یقین دہانی پر آپ نے حلف لیا اور اپنے تمام عرصہ رکنیت میں آئین اسلامی اور جامعہ کو یونیورسٹی کا درجہ دینے کے لئے کوشاں رہے۔ آپ نے کبھی فرقہ ورانہ تعصب کو فروغ نہیں دیا اور ہمیشہ اسلامی بھائی چارے کو فروغ دیا۔ اسی وجہ سے سارے علاقہ میں ہردلعزیز اور دانشور مشہور تھے۔ میجر مبارک علی شاہ مرحوم اور سید عابد حسین ہمیشہ آپ کی دعوت پر جامعہ تشریف لے جاتے۔

آپ کی اسمبلی کی رکنیت کے خلاف الیکشن پٹیشن دائر ہوئی جو بڑی طویل سماعت

Marfat.com

ممنز چلی گئی اندیشہ ہوگیا آپ کو اسمبلی کی رکنیت سے محروم کردیا جائے گا مگر مولانا صاحب ہمیشہ پر سکون اور مطمئن رہے۔ ٹریبونل کے خلاف ہم نے مقدمہ کے انتقال کی درخواست گزاری' جس پر میاں امیر الدین اس وقت کے گورنر پنجاب نے الیکشن پٹیشن دوسرے ٹریبونل کو منتقل کردی۔ وہ ضلع جھنگ کے ڈپٹی کمشنر رہے تھے اور مقامی حالات سے اچھی طرح واقف تھے۔ مولانا انتخاب میں کسی قسم کی بداعمالی کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔ وہ خود علاقہ میں ووٹ مانگنے بھی نہیں گئے۔ لوگوں کے جمگھٹے قطار اندر قطار پولنگ سٹیشن پر صبر و سکون سے ووٹ ڈالتے رہے۔ مخالفین نے ان کے ووٹروں کے ڈیروں سے مال چوری کرلیا گیا مگر وہ کھوج کے پیچھے نہیں گئے۔ ان کو پولنگ سٹیشن پر ایذاء دی گئی مگر انہوں نے اف تک نہیں کی اور پولنگ سٹیشن پر ووٹ اور نوٹ پیش کرتے رہے تشدد کی انہوں نے پرواہ نہیں کی اور افسر' پولیس اور مجسٹریٹ اپنے آپ کو بے بس پاتے تھے اور لوگوں کو ووٹ دینے سے نہ روک سکتے تھے نہ ہی انہیں متاثر کرسکتے تھے۔ مولانا ایک ولی اللہ تھے۔ ان کی اکثر پیشگوئیاں صحیح ہوئی تھیں۔ پٹیشن کا فیصلہ ان کے حق میں ہوا اور اپنے دور رکنیت میں کئی کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کے الیکشن ۱۹۵۱ء کے مناقب اور مصائب حکیم عطا محمد صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "یاد ایام" میں رقم فرمائے ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں مولانا نے ہمارے ساتھ مغربی پنجاب اسمبلی کا انتخاب لڑا۔ جملہ اراکین کو تو سابقہ اراکین نے منتخب کرنا تھا۔ بہت بڑی طاغوتی طاقتیں ان کے مقابلہ میں تھیں۔ ہم پانچ اراکین نے ایک دوسرے کو ووٹ دینے کا حلف اٹھایا۔ سب کو مولانا کی ذات پر کامل بھروسہ تھا۔ دوسرے ممبران پر بڑا دباؤ ڈالا گیا مگر مولانا کی وجہ سے ہمارا یہ وعدہ کامیاب رہا اور ہم دوبارہ منتخب ہوگئے اور ایک چھٹا غیر رکن بھی رکن مغربی پاکستان بنایا گیا۔ اس طرح مولانا کے خلوص سے یہ مرحلہ طے ہوا اور ہم بہت بڑے لوگوں کی مخالفت کے باوجود جیت گئے۔

ڈاکٹر خاں صاحب اس وقت وزیر اعلیٰ تھے انہیں مخالفین کی طرف سے سمجھایا گیا کہ ہم دھاندلی کی وجہ سے جیت گئے ہیں۔ مہر محمد عارف خان نے ہمارے خلاف الیکشن پٹیشن دائر کی۔ جسٹس اخلاق الحسن صدر ٹریبونل مقرر کئے گئے۔ ہماری عذرداری انتخاب ان کے سپرد کی گئی انہوں نے تقریباً ۱/۲ ۱ سال ہمارے مقدمہ کی سماعت صوبہ سرحد میں کی۔ مولانا تو اس مہم کے زیر بار نہیں ہوسکتے تھے اس کی پیروی بطور وکیل خود میں نے کی اور دور دراز مقامات "ایبٹ آباد' مری' پشاور' لاہور" پر ان کی پیروی کے لئے سال بھر پیش ہوتا رہا۔ مولانا صاحب پر جج نے طویل جرح کی اور کچھ ہمارے مفاد کے خلاف بھی

Marfat.com

جرح کی مگر مولانا نے سچ سے انحراف نہ کیا اور تمام باتیں صاف صاف بتا دیں ہم نے بعد میں مولانا صاحب سے گلہ کیا تو انہوں نے معرفت کے انداز میں فرمایا کہ ان کے بیان سے ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ چنانچہ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ اگرچہ ابتدا میں اس بیان کی بناء پر ہمارے دو مجسٹریٹ گواہان اور میرے خلاف حلف دروغی کی کارروائی کی گئی اور ہم تمام اراکین کا انتخاب کالعدم قرار دیا گیا اور ہمیں اور ان کو نااہل قرار دے دیا گیا یہ فیصلہ دسمبر ۱۹۵۶ء میں ہوا تھا مگر اپیل پر سپریم کورٹ نے ہمیں بحال کر دیا اور عذرداری خارج ہوگئی اس طرح مولانا کی پیشگوئی پوری ہوگئی اور فیصلہ یہ ہوا کہ ہم کسی وقت بھی نااہل نہیں تھے اور نہ ہی ہماری طرف سے کوئی بد اعمالی ہوئی اور نہ ماتحت جج کا فیصلہ کوئی قانونی وقعت رکھتا تھا اور اس فیصلہ کو کالعدم سمجھا جائے۔ اس طرح مولانا کی رفاقت سے ہمیں فیض عظیم حاصل ہوا اور ڈاکٹر خان صاحب اور ان کے مخالفین کے غیظ و غضب سے صاف بچ گئے۔

حضرت مولانا صاحب کا شمار علمائے دین میں ہوتا ہے مگر میں نے ان کی زندگی کے سیاسی پہلو کو بھی بیان کیا ہے کیونکہ بہت کم لوگوں کو ان کی زندگی کا سیاسی دانشورانہ رنگ معلوم ہے وہ کسی ایجیٹیشن یا قانون شکنی کے حامی نہیں تھے اور ہمیشہ تعاون سے اپنے مشن کو چلاتے تھے۔ حضرت مولانا نے مسلمان اور اسلام کے لئے بطیب خاطر کام کیا اور پاکستان کی تخلیق میں نمایاں کردار ادا کیا ان کے سامنے اسلام کا ایک واضح نقشہ موجود تھا۔ جامعہ محمدی کا نصب العین بھی یہی تھا اور ہے اور جامعہ کو جتنا جلد یونیورسٹی کا درجہ عطا کیا جائے' مولانا کی روح مرفوع مطمئن ہوگی اور ان کا مشن مکمل ہوگا۔ اب ایسے ہمدرد درویش صفت انسانوں کا میسر آنا مشکل ہے اور زمانہ بھی بدل چکا ہے۔

ایسے لوگ جو صبر و سکون کے ساتھ خاموشی سے اپنا کام کر کے اور ہندوستانی مسلمانوں کے مطالبہ پر لبیک کہا اور عاجزی اور انکساری سے اپنا مشن مکمل کیا۔ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوئے۔

چہ خوش رسے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند آن عاشقان پاک طینت را

**میاں محمد شفیع**

حضرت مولانا محمد ذاکرؒ کے انتقال سے پاکستان ایک دردمند مسلمان' ایک عظیم

Marfat.com

معلم' ایک محب وطن پاکستانی' ایک خاموش لیکن تعمیری پارلیمنٹیرین' ایک سچے خادم دین اور ایک مستقل مزاج' باعمل' دیانت دار سیاسی کارکن سے محروم ہوگیا ہے۔ حضرت مولانا جنہوں نے ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کا انتخاب جیت کر عملی سیاسیات میں قدم رکھا تھا' بنیادی طور پر ایوان کے نہیں بلکہ لابی کے آدمی تھے۔ وہ ایوان میں دھواں دھار تقاریر کرنے کی بجائے لابی کے ذریعے اپنے دینی اور تعلیمی مقاصد کے لیے لگن سے کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ محمدی شریف (جھنگ) میں جامعہ محمدیہ کی تعمیر اور ترقی کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ وہ جامعہ کے لیے جئے اور جامعہ کے لیے مرے۔ ان کی ان دینی خدمات سے جھنگ کے عوام اس قدر متاثر تھے کہ ہر انتخاب میں انہوں نے اپنے ضلع کے بڑے راجواڑوں اور فیوڈلوں کو شکست فاش دی۔

۱۹۷۱ء کے عام انتخابات میں انہوں نے شاہ جیونہ کے کرنل عابد حسین کو جو صوبائی اور مرکزی حکومتوں میں وزارت پر بھی فائز رہ چکے تھے' شکست دی۔

حضرت مولانا محمد ذاکر سلسلہ چشتیہ سے منسلک تھے۔ وہ ایک نہایت پاکباز' متقی' پابند صوم و صلوٰۃ بزرگ تھے۔ دنیا کا کوئی لالچ انہیں ان کے مسلک کے خلاف خرید نہ سکا۔ وہ اپنی نجی زندگی میں صدق و صفا کی ایک شمع فروزاں تھے۔ مجھے امید ہے کہ جامعہ کے متعلقین حضرت مولانا کی روشن کی ہوئی شمع کو کبھی بجھنے نہ دیں گے۔ بلکہ مولانا کی آرزو کے مطابق جامعہ محمدیہ کو ایک بین الاقوامی دینی یونیورسٹی میں ڈھالنے کے لیے اپنی مساعی کو کامیابی حاصل ہونے تک جاری رکھیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا کی روح پرفتوح اس مقدس مشن میں ان کی ہم نوا رہے گی۔ اے خدا تو اپنے بے پایاں رحم سے حضرت مولانا کی مغفرت فرما ان کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے۔ ان کے متعلقین کو ان کا عزم عطا فرما تاکہ وہ ان کے مشن کو لگن سے جاری رکھ سکیں۔ آمین

### غلام فرید کپلانہ' سول لائنز جھنگ صدر

کچھ عرصہ مجھے مولانا مرحوم کا قرب نصیب رہا ہے۔ ان کی جامعہ کی مجلس تاسیس کا ممبر ہونے کا بھی فخر حاصل رہا ہے۔ ان کے ساتھ تحریک پاکستان میں مل کر کام کرنے کا موقع بھی ملا۔ ان کی علمی اور دینی خدمات تو کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ جامعہ میں دینی درس اور ڈگری کالج ان کی مساعی جمیلہ کے مرہون منت ہیں۔ غالباً ۴۴-۱۹۴۳ء کی بات

Marfat.com

ہے کہ بندہ نے بحیثیت جنرل سیکرٹری ضلع مسلم لیگ انہیں حاضری کے لیے عریضہ بھیجا انہوں نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے مجھے وقت دیا۔ جھنگ سے شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ صدر مسلم لیگ اور راقم ان کی خدمت میں جامعہ محمدی پہنچے۔ جمعہ کا دن تھا۔ نماز کے بعد ہماری تقریریں ہوئیں اور اس کے افتتاحی تقریر مولانا نے فرمائی اور مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد حصول پاکستان تک وہ مسلم لیگ کے سرگرم رکن رہے اور ان کی مساعی جمیلہ سے اس علاقہ میں مسلم لیگ کی کافی ابتدائی لیگیں قائم ہوئیں۔ ہم نے مولانا کو ضلع مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا اور ہر میٹنگ میں وہ بلاناغہ شرکت فرما کر اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرماتے رہے۔ پنجاب مسلم لیگ کونسل کے بھی جھنگ کی طرف سے ممبر تھے اور ہر میٹنگ میں لاہور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بہت کم گو اور منکسر المزاج تھے۔ ملی اور دینی جذبہ ان میں بدرجہ اتم تھا۔ جو فیصلہ کر لیتے تھے' اس پر پورا عمل کرتے تھے۔ الغرض وہ جھنگ کے سرسید تھے۔

## احمد علی ارشد

انسان جب اللہ تعالیٰ کے احکام کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق پورا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وہ محبوب بندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے اندر اس کی محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ میرے فرائض ادا کرتا ہے اور پھر نوافل ادا کرتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور میں فرشتوں میں اعلان کرتا ہوں کہ فلاں بن فلاں بندہ میرا محبوب ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر میں انسانوں میں اعلان کرتا ہوں' حیوانوں میں اعلان کرتا ہوں حتیٰ کہ پتھروں اور شجروں کو اعلان کرتا ہوں جس سے وہ اس میرے بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ مولانا محمد ذاکرؒ شریعت و طریقت کے جامع تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت عوام الناس تو کیا خواص کے دل میں راسخ کر دی تھی۔

احمد علی ارشد روایت کرتے ہیں کہ غریب نواز حضرت خواجہ محمد قمرالدین رحمتہ علیہ دربار عالیہ سیال شریف میں ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ جامعہ محمدی کا تذکرہ ہوا تو حضرت الحاج خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ اگر کسی نے خدا کا فرشتہ دیکھنا ہو تو مولوی محمد ذاکر کو دیکھ لے۔

Marfat.com

## مولانا محمد ذاکر صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ایک صحابی

راقم احمد علی ارشد سے ایک دفعہ مولانا محمد قاسم شاہ صاحب فرمانے لگے کہ میرے والد مکرم پیر سید ارشد شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ چکیروی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا مولانا محمد ذاکر کے متعلق کیا خیال اور رائے ہے۔ آپ نے فرمایا "کہ میں مولانا محمد ذاکر کے متعلق اس سے زیادہ تو کچھ کہہ نہیں سکتا میں تو صرف اتنا کہوں گا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت سے ایک صحابی رہ گیا ہے۔ حضرت سید ارشد شاہ صاحب بخاری جامعہ محمدی شریف کے سب سے پہلے استاد تھے۔

## حضرت مولانا محمد ذاکر ایک غوث

میاں مختار احمد صاحب محمدی شریف بزبان مولانا عبدالحق جامعی مرحوم بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا محمد ذاکر نے جامعہ کی طرف سے برکت علی ہال لاہور میں ایک تعلیمی کانفرنس منعقد فرمائی جس میں مولانا احمد علی لاہوریؒ کو بھی دعوت دی گئی۔ مولانا صاحبؒ نے مولانا احمد علی لاہوریؒ کو شرکت کے لیے مولانا صادق جامعی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ جب آپ کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مولانا احمد علی لاہوری صاحب کو چند روز سے سخت بخار ہے۔ آپ کے فرزند مولانا محمد عبید اللہ انور صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ مولانا سخت بیماری کی وجہ سے جلسہ میں نہیں جا سکتے۔ مولانا احمد علی لاہوری اتفاقاً" باہر آئے اور وہ واقعی شدید بخار کی حالت میں تھے۔ مولانا لاہوری صاحب نے جامعی صاحب سے استفسار کیا کہ کیسے آنا ہوا؟ جس پر جامعی صاحب نے عرض کی کہ مجھے مولانا محمد ذاکرؒ نے آپ کو کانفرنس میں لانے کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس حالت میں بھی ضرور کانفرنس میں شرکت کرنی چاہیے۔ کیونکہ مولوی محمد ذاکر تو بھئی اس زمانہ کے غوث ہیں اور ہم ان کا حکم نظرانداز نہیں کر سکتے۔

## مربی و محسن

حضرت مولانا محمد ذاکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا کامل نمونہ تھے۔ آپؒ کے متعلق اکثر احباب نے بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا صاحب ان پر بڑے مہربان اور شفیق تھے۔

احمد علی ارشد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے تقریباً بارہ سال کا طویل عرصہ آپ

Marfat.com

کے زیر سایہ تعلیم و تربیت میں گزارا ہے۔ آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا رحمت اللہ العزیز صاحب ان کے مڈل سے ہائی کلاس تک ہم جماعت رہے ہیں۔ دوران تعلیم و تربیت آپ سے اتنا قرب حاصل تھا کہ لوگ انہیں آپ کا مرید سمجھتے تھے۔ حالانکہ بندہ نے آپ کی بیعت کا شرف ۱۹۷۲ء میں بہت بعد میں ۱۱ ذوالحجہ بروز جمعہ کے روز حاصل کیا۔ آپ سے بیعت کے بعد بندہ کی زندگی کا رخ ہی تبدیل ہو گیا۔

آپ نے بندہ کی درخواست پر ہمارے گاؤں رشیدہ میں ۱۹۶۲ء میں جامعہ کی شاخ کے طور پر پرائمری مدرسہ کا آغاز کیا۔ بعد میں آپ کے مشورہ سے ہی یہ مدرسہ ڈسٹرکٹ کونسل کی تحویل میں دیا گیا۔ اب یہ مدرسہ آپ کی دعاؤں سے گورنمنٹ ہائی سکول کے درجہ میں پہنچ گیا ہے۔ اس کے ملحقہ جھنگ چنیوٹ روڈ پر مسجد ذاکر تعمیر کی گئی ہے۔ جہاں پنج گانہ نماز کے علاوہ درس و تدریس کا کام ہو رہا ہے اور بندہ جس میں آپ کے خادم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

## باخدا بزرگ

### ڈاکٹر سید عبداللہ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی

ضلع جھنگ کے ایک مختصر سے قصبے محمدی شریف میں باخدا بزرگ رہتے تھے۔ ان کا نام محمد ذاکر تھا۔ سراپا عمل' سراپا دینداری اور سراپا انکساری وہ ایک شخص نہیں ایک تحریک تھے۔ ان کی یہ رائے تھی کہ مسلمانان پاکستان عالم اسلام کی تقدیر صحیح تعلیم کے ذریعے لائی جا سکتی ہے۔ اس غرض سے ایک اسلامی یونیورسٹی کا تصور اس کے مد نظر تھا۔ وہ کم و بیش ستالیس برس تک اپنے اس تخیل کی پرورش کرتے رہے اگرچہ اس میں وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے۔ انہیں میں ناکام بھی نہیں کہتا۔ کیونکہ جو شخص آج کا درخت لگاتا ہے اسے پھل کھانے یا پھل دیکھنے کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مولانا محمد ذاکر کے اس پودے کو برگ و بار سے معمور ہونے کے لیے ابھی کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔ پھر خدا تعالیٰ کرم کریں گے۔

## کشف و کرامات

### مولانا عبدالرحمٰن صدیقی جامعی فاضل دارالعلوم محمدی شریف

بیان کرتے ہیں کہ مولانا محمد ذاکر صاحب قدس سرہ کی رفاقت میں ان کا ایک

Marfat.com

طویل عرصہ گزار مگر سفر و حضر' خلوت و جلوت میں کبھی کوئی خلاف سنت فعل نظر نہ آیا۔ آج کے دور میں آپ کی یہ وہ کرامت ہے جس کے حصول کے لیے سالکان اور طالبان حقیقت عمر بھر متمنی رہے مگر بہت کم اس درجہ عظمٰی کو پا سکے **ذالک فضل الله یوتیہ من یشاء والله ذوالفضل العظیم** آپ اللہ کی نشانی تھے۔ **ظل اللہ فی الارض** تھے۔ مرکز عوام و خاص تھے۔

حضرت مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ کی زندگی پر غور کریں تو دو باتیں روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتی ہیں۔ اول آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ رضاء الٰہی عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اعلاء کلمہ الحق کے لیے وقف نظر آتا ہے ان بلند مقاصد کے لیے پہاڑوں جیسا استقلال' نبیوں جیسی عزیمت' بے ریا عبادت' ریاضت اور مجاہدہ' ضبط نفس اور جرات و بے باکی' بلند عزائم کی جلوہ گری اور طمع اور لالچ کا فقدان۔ دنیوی آرائش و آسائش سے سیر چشمی اور خیرالتقوی کی تمنا۔ حضرت مولانا کی زندگی ان عناصر اور ان کے معاون افعال و اعمال کا مرقع نظر آتی ہے۔ ان اوصاف حمیدہ' خصائل فاضلہ اور اعمال حسنہ کا ثمر کہہ لیں یا کرامت کہہ لیں' رب ذوالجلال کا فضل کہہ لیں یا حضرت مولانا صاحب کا بخت بلند سمجھ لیں۔

دوم آپ ہر دل عزیز تھے۔ دوست کیا دشمن ہر دل میں آپ کا وہ مقام تھا کہ کبھی کسی کو ان کے خلاف لب کشائی کی جرات نہیں ہوئی۔ آپ کے ملنے والوں کے دلوں کو ٹٹولا تو بلا استثناء ہر فرد یہی کہتا ہے کہ حضرت مولانا محمد ذاکر میرے سب سے بڑے مربی و محسن ہیں۔ وہ ایک ہی نظر میں دل موہ لینے والی شخصیت رکھتے تھے۔

آپ نے خدمت دین کے لیے جب بھی کوئی پروگرام سوچا وہ بظاہر ناممکن الحصول اور سعی لاحاصل ہوتے مگر بالآخر آپ نے وہ سب کچھ عمل میں لا کر دکھا دیا۔ ایک انتہائی پسماندہ علاقہ اور اجڈ ماحول میں جامعہ محمدی شریف جیسا عظیم تعلیمی ادارہ اور عظیم مسجد بنا کر معجزہ برپا کر دیا۔ آپ کی تعلیمی اسکیم ایک لازوال یادگار ہے۔ ایسے علاقہ سے اصلاح کی تحریک اٹھانا جہاں کے لوگ مشہور جرائم پیشہ تھے اور ان میں رہ کر محض توکل الٰہی کے سہارے بڑی سی بڑی باطل طاقت سے ٹکرانا اور ایسی مادی طاقتوں کو زیر کر لینا بلکہ زیر و زبر کر دینا جن کے سامنے اس خطہ کے رہنے والوں کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ تھی۔ آپ کی کرامت ہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔

دنیوی جاہ و جلال رکھنے والی صاحب اقتدار' عظیم سرمایہ دار' سرکش جاگیردار اور

Marfat.com

بڑے بڑے مغرور لوگ حضرت مولانا کے فقر کے سامنے سرا فگندہ اور عاجز دیکھے ہیں۔ خدائے قدوس نے مولانا صاحب کو سیرت جمالی کے ساتھ ساتھ جلالی کیفیت اس فراوانی سے دی تھی کہ کبھی کسی کو آپ سے آنکھوں میں آنکھیں ملا کر بات کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ یقیناً آپ کی ذات اس لحاظ سے علامہ اقبال کے اس شعر کی صحیح تصویر نظر آئی ہے کہ

ہو حلقہ یاران بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

## ڈاکٹر سخی محمد بھٹہ

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو وقتاً" فوقتاً" لوگوں کی اصلاح کی خاطر زمین پر بھیجتا رہتا ہے۔ دراصل ان نیک بزرگوں کی صورت انسانوں جیسی اور سیرت فرشتوں جیسی ہوتی ہے۔ ایک ایسی ہی نیک سیرت شخصیت مولانا محمد ذاکر مرحوم کی تھی۔ جو تقویٰ' پرہیزگاری اور خداداد صلاحیتوں کی مالک تھی۔ انہوں نے اسلام کی تبلیغ کی خاطر اپنی تمام زندگی وقف کر دی۔ گو کہ آج یہ مرحوم شخصیت ہم میں موجود نہیں لیکن پھر بھی ان کی یاد ہمارے دلوں میں اسی طرح قائم ہے' اور انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہے گی۔

# ضلع جھنگ کا جھومر

## نواب زادہ افتخار احمد انصاری

احمد علی ارشد روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شہر بھوانہ میں مولانا صاحب کے فرزند ارجمند مولانا محمد رحمت اللہ العزیزی صاحب کے الیکشن کے دوران جلسہ ہوا۔ جس میں نوابزادہ افتخار احمد انصاری سابق وزیر اوقاف نے آپ کو خراج تحسین دیتے ہوئے کہا کہ "مولانا محمد ذاکر رحمتہ اللہ علیہ ہمارے ضلع جھنگ کے جھومر تھے"۔

## شیخ حاجی محمد شفیع

حضرت مولانا محمد ذاکر کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب نے احقر احمد علی ارشد کو جامعہ کو فصل کماد کی پرمٹ کے لیے حاجی محمد شفیع صاحب کے پاس بھیجا۔ حاجی شفیع صاحب نے خیر و عافیت اور جامعہ کے حالات پوچھنے کے بعد فرمایا کہ

Marfat.com

"ہماری شیخ برادری آج کل کے پیروں کے پاس نہیں جاتی اور نہ ہی میں جاتا ہوں مگر حضرت مولانا محمد ذاکر ایک ایسی ہستی تھی کہ جن کے ہم گرویدہ اور عقیدت مند تھے۔ اگر آپ کے پسماندگان اسی طریقہ پر رہے تو ہم ان کے بھی غلام ہیں"۔

## سید دیوان علی شاہ

احقر احمد علی ارشد ایک دفعہ میاں دیوان علی شاہ صاحب کے پاس جلال کے سلسلہ میں گیا۔ واپسی پر شاہ صاحب بندہ کے ہمراہ کوٹ سید جمال تک آئے راستہ میں انہوں نے کہا "بھائی احمد علی ارشد مولانا محمد ذاکر صاحب بڑے نیک انسان ہیں۔ باوجودیکہ ہمیں سیاسی اور مذہبی بندشیں ہیں مگر پھر بھی ہم مولانا صاحب کو بزرگ مانتے ہیں"۔

## جامعہ محمدی۔ ایک کرامت

### حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم

ضلع جھنگ میں مولانا محمد ذاکر نے جامعہ محمدی کی تاسیس کی بلکہ جھنگ کے صحرا میں اہل نظر کے لیے ...... خلوص و محبت کا گلستان ہے۔ حضرت مولانا ذاکر نے جامعہ محمدی کے لیے شب و روز محنت کی۔

حضرت مولانا نے خون جگر سے جامعہ کی شمع کو فروزاں کیا۔ ان کی سالہا سال کی ریاضت کا ثمر جامعہ محمدی ہے۔ مولانا ذاکر کے شب و روز جامعہ کے لیے وقف تھے۔ وہ ہر وقت جامعہ کے لیے غور و فکر کرتے۔ جامعہ کی ترقی کی تجاویز سوچتے۔ مولانا کے نزدیک جدید تعلیم شجر ممنوعہ نہ تھی۔ انہوں نے جامعہ میں کالج بھی قائم کیا۔ تاکہ مذہبی طلباء جدید تعلیم سے بھی آراستہ ہو سکیں۔

جامعہ محمدی مولانا ذاکر کے ایثار و خلوص کی تابناک داستان ہے۔ ایسی داستان جو کہ مولانا کی عظمت اور سربلندی کو بیان کرتی ہے۔ مولانا محمد ذاکر کی رائے میں جامعہ محمدی محض ایک تعلیمی درسگاہ نہ تھی بلکہ مولانا کے عزائم کی جولان گاہ تھی۔ جامعہ محمدی کو ایک ادارہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ادارہ مولانا کی پرخلوص دعوت کا ترجمان ہے۔

مولانا اسلامی اتحاد کے علمبردار تھے۔ اتحاد بین الامت ان کی زندگی کا محور تھا۔ مولانا اس حقیقت سے آشنا تھے کہ برطانوی حکومت نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ مسلمان مذہبی فرقوں میں بٹ گئے۔ مسلمان مذہبی اختلافات کے شکار ہوئے اور ہماری

Marfat.com

بیش بہا قوت مذہبی منافشات کو ہوا دینے میں صرف ہوئی۔ مولانا ذاکر نے اعتدال کی راہ اختیار کی وہ اتحاد بین المسلمین کے علمبردار تھے۔ مختلف مذہبی فرقوں میں اتحاد' مغرب زدہ طبقے اور دیندار طبقے میں اتحاد' ان کی ذات اتحاد کا دلکش پیکر تھی۔ تمام طبقات ان کی ذات پر اعتماد کرتے۔ وہ ہر طبقہ کے اکابر کا احترام کرتے پاکستان اور مسلمانوں کے بقاء کا راز اس اتحاد میں مضمر ہے۔ سلمانوں کے جلیل القدر اکابر کے سرگرم حامی تھے۔

میں نے دو بزرگوں مفتی محمد حسن مرحوم جامعہ اشرفیہ اور حضرت مولانا محمد ذاکر میں یہ عجیب خصوصیت دیکھی کی علیل بیمار ہونے کے باوجود اپنے فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کرتے تھے۔ یہ بزرگ شب زندہ دار تو تھے۔ ان کے شب و روز عبادت میں گزرتے تھے ان کی گوناگوں مصروفیات اور مشاغل دیکھ کر حیرت ہوتی تھی' کہ ادارہ کی نگرانی' ادارہ کی ترقی کی تجاویز' عقیدت مندوں سے ملاقاتیں۔

مولانا محمد ذاکر تو قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ وہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں پابندی ت شریک ہوتے رہے اور کارروائی میں بھرپور حصے لیتے رہے۔ مومن کی یہی شان ہے کہ وہ اپنے فرائض کو پورے طور پر ادا کرے مولانا محمد ذاکر بلاشبہ مومن تھے۔

مولانا محمد ذاکر تسلیم و رضا کی منزل میں تھے۔ وہ راضی برضا تھے۔ وہ کئی عوارض کا شکار تھے۔ مگر ان کی زبان سے کبھی شکایت کا کلمہ نہ نکلا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے نوازا بارگاہ ایزدی میں تشکر و امتنان کے جذبات سے ان کا قلب لبریز ہوتا۔ مولانا ارشاد فرماتے کہ مجھ فقیر بے نوا کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر نوازا ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں ان کا شکر ادا کر سکوں۔ مجھ جیسے دہقانی کو احباب محبت سے نوازتے ہیں۔

عزیزان میری خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ ملک کے نامور معالج خلوص سے میرا علاج کرتے ہیں۔ تسلیم و رضا کی یہ منزل اہل دل کو نصیب ہوتی ہے۔ ایسے اہل دل جو روحانیت کی وادی کے مسافر ہوں۔ مولانا ذاکر بھی اہلِ دل میں سے تھے۔ ایسے اہل دل جن کو دیکھنے کے لیے چشم بیقرار ہوتی ہے۔

مولانا ذاکر زاہد خشک نہ تھے۔ وہ بڑے شگفتہ مزاج تھے۔ عزیزوں پر لطف و کرم فرماتے۔ مجھ پر تو ان کی خصوصی نوازش تھی۔ جامعہ محمدی کا کوئی کام ہوتا یا ملت کا کوئی اہم مسئلہ ہوتا وہ مجھے اپنے گرامی نامے سے سرفراز فرماتے۔ میں ہمیشہ ان کے حکم کی تعمیل کی کوشش کرتا ان کے خطوط کا احترام سے جواب دیتا' کئی بار میرے پاس تشریف بھی لائے۔

Marfat.com

ان کی گفتگو بڑی دلاویز ہوتی۔ وہ بڑے نرم اور بہترین لہجہ میں گفتگو کرتے۔ حضرت مولانا کی خدمت میں میری زندگی کے جو لمحات گزرے وہ میری زندگی کا سرمایہ عزیز ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے مرقد کو نور سے منور کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

## چودھری برکت علی شیخ

مولانا کی ذات صدیق اکبر کے خلوص فاروق اعظم کے عزم عثمان غنی کی حیا اور حیدر کرار کی شجاعت کا پرتو تھی۔ جھنگ کے پس افتادہ علاقہ کو بیک وقت دین و دنیا کی تعلیم سے مزین کر کے احساس خودی کی متاع عزیز سے مالا مال کرنا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو اتحاد کی راہ پر چلتے دیکھنا آپ کی پرخلوص تمنا تھی۔ اس تمنا کے حصول کی راہیں ہموار کرنے میں آپ زندگی بھر فولاد کے عزم و استقلال سے کام کرتے رہے۔

جامعہ کے مالی حالات اب تو بفضلہ تعالیٰ بہترین ہیں۔ پہلے یہاں ایسے دور گزرے ہیں کہ ملازمین کو تنخواہ کی پریشانی رہتی تھی۔ جامعہ کے خزانہ میں روپیہ نہ ہوتا تو لوگوں کی ضروریات قرض لے کر پوری کرتے کسی کی ضرورت اٹکنے نہ دیتے۔ آپ کی کامیابی میں آپ کے اخلاق کریمانہ کا بڑا حصہ ہے۔ ادارہ کی کامیابی' لوگوں میں احساس بیداری کا شعور' عوام میں اتحاد کے رجحانات کا احیاء اور علاقہ میں پس افتادہ لوگوں کی سربلندی آپ کے اچھے اخلاق کا ہی کرشمہ ہے۔ غریب عوام کا معیار زیست بلند کرنے اور انہیں احساس خودی اور غیرت ایمانی سے روشناس کرانے کے لیے آپ نے سیاست میں ان امیر کبیر جاگیرداروں اور وڈیروں کے ہوش بجا کر دیے جن کے ہاں انگریز کے دور استبداد سے انا ولا غیری کا ڈنکہ بجتا چلا آ رہا ہے۔ یہ آپ کی اس فطری شجاعت کا پرتو تھا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی اسد اللہی جلوہ ریز تھی۔

## کشف و کرامات

آپ نے ۱۹۶۶ء میں جامعہ کی عظیم مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اس پر پانچ لاکھ سے زائد روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ دس سال کے طویل عرصہ میں کئی مواقع ایسے آئے کہ سیمنٹ' لوہا وغیرہ بالکل ختم ہوگیا مگر جلد ہی فتوح غیب سے اس سامان کے بہ کثرت فراہم ہونے کے اسباب بن گئے۔ اسی طرح کئی دفعہ ادارہ کو مالی ضروریات نے پریشان کیا مگر حضرت کی دعا سے جلد ہی کشود کار کی صورت نکل آئی جامعہ کی مدد کے لیے کسی کو خاص طور پر کہنا یا توجہ

Marfat.com

ولانا آپ کا معمول نہ تھا۔ لوگوں کے دل خود بخود کھنچے چلے آتے تھے۔ کوئی روپیہ دے رہا ہے۔ کوئی اراضی ہبہ کر رہا ہے کوئی اناج اور مویشی پیش کر رہا ہے غرض کہ

اگر تم اس کے ہوئے عالم تمہارا ہوگیا

کا بابرکت نظارہ وابستگان جامعہ کے سامنے ہر وقت موجود رہتا تھا۔

مولانا نے نجی تعلیمی ادارہ کے سربراہ کی حیثیت سے جو پاکیزہ نقوش چھوڑے ہیں۔ ان سے رہنمائی حاصل کر کے نہ کوئی سربراہ مشکلات کا شکار ہو سکتا ہے اور نہ ادارے کو آنچ آنے کا ڈر باقی رہتا ہے

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

## غلام احمد حریری

جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کے ناظم عموی حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب ایم این اے ان محدود سے چندا عاظم میں سے تھے۔ جن کے زہد و تقویٰ' امانت و دیانت' سادگی اور بے لوث زندگی سے احقر حد درجہ متاثر ہوا۔

مرا رابطہ ہمیشہ علماء ہی سے رہا۔ جن میں اکابر مصنفین بھی تھے' مدرس بھی تھے اور بعض اہل سیادت اور مسند آرائے خطابت اور سیادت بھی۔ مگر حق یہ ہے کہ مولانا جن اوصاف جلیلہ کے حامل تھے اور جو خوبیاں آپ کی ذات مسودہ صفات میں جمع ہوگئی تھیں وہ کم ہی دیکھنے میں آئیں۔

علماء کے طبقہ میں میں نے مولانا کو سب سے زیادہ وسیع الفکر اور کشادہ دل پایا۔ آپ قدامت و جدت کے امتزاج کے خواہاں بلکہ اس کے سرگرم داعی و مبلغ تھے۔ آپ نے اپنے دارالعلوم میں علوم جدیدہ کو شامل نصاب کیا۔ ایک ہائی سکول قائم کیا اور پھر اس کو کالج کا درجہ دلوایا۔ جامعہ محمدی کو ایک اسلامی یونیورسٹی کی صورت میں دیکھنے کی آرزو دل ہی میں لیے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس راہ کی کوئی کوشش ایسی نہ تھی جسے فرو گزاشت کیا ہو۔ مگر نام نہاد اسلامیہ جمہوریہ کی کسی حکومت نے ساتھ نہ دیا اور ہمیشہ اس بلند پایہ منصوبہ کو لیت و لعل کے حربوں سے ٹال دیا گیا۔

موصوف کی ذات ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ جامعہ کا سالانہ بجٹ لاکھوں تک پہنچتا تھا۔ جس میں حکومت کی ایک پائی بھی شامل نہ تھی۔ جامعہ کا کوئی باقاعدہ سفیر نہ تھا۔ مگر یہ رقم اس طرح جمع ہو جاتی کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلتا۔ جامعہ کے بیت المال میں رقم دینے والا اس یقین سے سرشار ہوتا تھا کہ میرا دیا ہوا کوئی پیسہ یہاں رائیگاں نہیں جا سکتا۔

Marfat.com

تعلیمی اخراجات کے علاوہ متعدد شاندار عمارات تعمیر ہوئیں۔ دارالحدیث کی شاندار عمارت طویل و عریض جامع مسجد' دارالعلوم مہمان خانے' ہوسٹل اور دیگر عمارات اہل مال نے خود بنوائیں۔ زمینداروں نے زرعی اراضی کی طویل و عریض قطعات جامعہ کے لیے وقف کر دیے لیکن بیرونی زائر یہ سب کچھ دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ کہ یہ ایک شخص کی محنت شاقہ کے خوش آئند ثمرات ہیں۔ مگر جس ادارے کا سرپرست یہ سمجھتا ہو کہ میں اس ادارے کے پیسے سے خریدے ہوئے پیالے میں پانی پینے کا مجاز نہیں اس ادارہ پر زر و دولت کے انبار نچھاور ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کرم پیشہ اصحاب کو کچھ اس قسم کا حسن ظن یہاں بھی تھا اور وہ صد فی صد درست تھا۔

## مشفق ہزاروی

مولانا بھی حقیقت میں قافلہ اسلاف کے ایک بچھڑے ہوئے پنچھی تھے۔ حقیقت میں وہ ہمیں مار گئے اور خود جنت میں بیٹھ گئے۔

قسم خدا کہ وہ مر کے ہمیں بھی مار گیا

مولانا اپنی ہزار بشری کمزوریوں کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آج سرخرو کھڑے ہوں گے۔ انہوں نے اسلام کا پرچم ہر دور میں ہر آن میں ہر میدان میں بلند رکھا۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

یا پھر شاید حبیب جالب نے انہیں کے متعلق فرمایا۔

جگر کے خون سے رخ بے کسان نکھار گیا
عجیب شان سے وہ زندگی گزار گیا

## حکیم عطا محمد قریشی

جامعہ آباد مولانا کی مجوزہ اسلامی یونیورسٹی کے نقشہ کا سر آغاز ہے۔ یہاں سے اب قدم قدم پر مولانا مرحوم کے کارنامے بکھرے پڑے ہیں۔ یہ طویل سڑک جو جھنگ اور چنیوٹ کو باہم ملاتی ہے' ۵۲ء سے پہلے کچی تھی۔ مولانا مرحوم ایم۔ این اے ہو کر پہنچے تو اسے پختہ کرایا۔ اگرچہ اس کے سروے میں کئی رکاوٹیں پیش آئیں مگر عزم صمیم کے سامنے نہ ٹھہر سکیں اور اس سڑک کے متعلق یہ لطیفہ مشہور ہے کہ جس وقت کچی سڑک پر بسیں چالو ہوئیں تو اس میں سر پھوڑ کر توڑ گڑھے تھے اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایک ہندو بڑھیا کی

Marfat.com

بس کے ہچکولے سے کمر ٹوٹ گئی تھی۔ مگر اب سڑک پر موٹریں' بسیں' ٹرک' ٹریکٹر تیر رہے ہیں۔ مولانا مرحوم کا کار ثواب جاری ہے۔

جامعہ آباد اڈہ کی ضروریات کے لیے ایک چھوٹی سی مسجد اور پرائمری مدرسہ کے لیے چھوٹی سی درس گاہ بنوائی گئی تھی مگر اب مسجد کی وسعت اور اس کے دائیں بائیں مسافر طلبہ مدرسۃ الحفاظ کے لیے صاف ستھرے حجرے پھیل چکے ہیں۔ وضو کے لیے ٹینکی اور ٹوٹیاں مسقف اور ایک ٹیوب ویل نصب ہے جو مسجد کو بھی پانی دے رہا تھا اور کھیتوں کو بھی سیراب کر رہا تھا۔ سڑک کے دائیں بائیں ایک پوری مارکیٹ بنی ہوئی ہے اور بنتی جا رہی ہے اور جامعہ آباد کاروباری منڈی بنی ہوئی ہے۔

اب محمدی شریف جانے کے لیے تانگہ پکڑا اور دو میل کی پختہ سڑک پر چل پڑے۔ اب اس لنک روڈ کی کہانی آنکھوں کے سامنے پھری کہ ایک دفعہ حاضر ہوا تو مولانا کچھ پریشان سے نظر آئے۔ عرض کرنے پر فرمایا کہ یار بڑی مشکل سے مالکان زمین سے سڑک حاصل کی تھی۔ پھر ڈسٹرکٹ کونسل نے منظوری بھی دے دی مگر ڈی۔ سی صاحب نے یہ شرط لگا دی ہے کہ ۲۔ ۲ فٹ مٹی کی بھرتی تم خود کراؤ۔ ہمارا تو غریب ادارہ ہے۔ اتنا خرچ کیسے برداشت کرے گا۔ میں نے کہا ادارے کا مالک تو بڑا دھنی ہے۔ مسکرا پڑے۔ معلوم ہوا کہ اگلے ہفتے میر احمد سعید بچہ اپنا ٹریکٹر لے آیا' بیلوں کے جوڑے والے کراہ لے آئے اور ٹوکری کسی والے ٹولکڑی لے کر آ گئے۔ بھرتی پوری ہوئی' سڑک پختہ بن گئی۔ دو رویہ درختوں نے قطاریں باندھیں اور بیس بائیس تانگے اب اپنا رزق کما رہے ہیں اور چشمہ فیض جاری ہے۔

ہمہ تن خون شوم ز دیدہ چکم
کہ بدانم کہ گریہ را اثر است

## دارالعلوم کی سیر

بڑے گیٹ سے گزر کر پختہ سڑک پر ہو لیا۔ جامعہ کے مدرسہ کو میں آج پہلی دفعہ نہیں دیکھ رہا تھا۔ شروع سے دیکھتا چلا آیا ہوں مگر آج کی نگاہ کچھ عجیب محو تماشا تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر ہر کنکر پر میرے یار فہیم اور محب صمیم کی صورت کندہ ہے۔ پختہ سڑک کے دائیں لاہور کے بڑے ہالوں سے بھی بڑا ہال آن بان کے ساتھ موجود ہے اور اس کے دائیں بائیں مدرسین کی درس گاہوں کے کھلے کمرے اور دائیں کمروں میں دارالعلوم کے لیے درس نظامی کی درسی کتابوں اور نایاب کتب کے لیے ایک بڑا کمرہ اور اس

Marfat.com

کے آگے ڈاک خانہ اور ٹیلیفون کال آفس کے کمرے اور دفتر جامعہ کے نگران اعلیٰ کا کمرہ وغیرہ ہیں۔ کال آفس کے کمرہ سے مجھے ایک تلاش تھی۔ مگر نہ ملی۔ سڑک کے بائیں جانب انٹرمیڈیٹ کالج کی عمارت بمعہ ہال اور اتنے ہی اساتذہ کی درس گاہیں' سائنس لیبارٹری اور کالج کی لائبریری وغیرہ ضروریات کے متعدد کمرے موجود ہیں' جو کسی سرکاری عمارت سے اپنی پختگی اور رعنائی میں کم نہیں ہیں۔

اب میں وضو کرنے کے لیے مسجد کے سامنے سے شمال کی جانب جانے والی سڑک پر گھوم گیا۔ میرے دائیں جانب ہائی سکول اور مڈل کلاسوں کے کمروں کی قطار تھی اور بائیں جانب جامعہ کا مہمان خانہ اور طلباء عربی کے لیے اقامتی کمرے اور ان کے پیچھے متاہل مدرسین کے لیے بارہ حویلیاں ہیں۔ لیکن جب ٹیوب ویل پر پہنچا تو نیا نظارہ دیکھا جو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ٹیوب ویل کے چاہ بچے کے علاوہ اس کے بائیں ایک لمبی قطار غسل خانوں کی اور اس کے اختتام پر فلش سسٹم کی صورت میں طہارت خانے اور اس کے سامنے کیچڑ سے بچاؤ کے لیے چبوترہ۔ پختہ اینٹوں سے مفرش طلبہ کے کپڑے صاف کرنے کے گھاٹ اور نہایت صفائی و ستھرائی بانی جامعہ کی نفاست طبع کی نشان وہی کر رہی تھی۔ اسی طرح سڑکوں کے اردگرد آم کے درخت اور پھول دار سلیں اور روشیں مرحوم کے حسن ذوق پر دال تھیں۔

مسجد میں داخل ہونے سے پہلے دائیں ہاتھ ایک قطار جو شمار نہیں کر سکا' پختہ اور دیدہ زیب کمروں کی ہے۔ یہ طلباء عربی' انگریزی کی قیام گاہ ہیں۔ پھر اس کے متصل ایک پختہ کمروں کی قطار جانب جنوب گئی۔ اس میں دارالرحمت (یتیم خانہ) ہے۔ مسجد کی سیڑھیوں پر جب مسجد کے چبوترہ پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو نگاہ اس احاطہ پر پڑ گئی جو مہندی کی باڑ سے محاط ہے۔ یہاں ایک کاشانہ ہوا کرتا تھا۔ اس پر بکائن کے درختوں کا سایہ ہوا کرتا تھا اور اس کاشانہ کے نیچے ایک نور سے بھرپور وجود کھدر کے اجلے سفید کپڑوں میں لپٹا ہوا ایک سفید ریش بیٹھا کرتا تھا۔ اس کی زبان سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے اور اس کے قلم سے موتی گرتے۔ جامعہ کے حساب و کتاب کا ملاحظہ ہوتا۔ کارکنان جامعہ کو ہدایات صادر ہوتیں۔ اسلام اور سیاسیات اسلام پر غور و فکر ہوتا۔ میں کئی دفعہ یہاں حاضر ہوا۔ کبھی بلایا گیا اور کبھی بن بلائے آگیا۔ پھر یہاں جو راز و نیاز کی چلتیں' وہ ایک بہت بڑا بیان ہے۔ ایسے ہی اس چھپری کے نیچے بہت سے عجائبات دیکھے۔ صرف ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک نک [illegible] سے کہا تھا [illegible] کھدر کے [illegible] لے کر آ [illegible] اور خاصہ نقد [illegible]

Marfat.com

تھی۔ ایک بہت بڑا قیمتی اوورکوٹ' ایک اعلیٰ قسم کا کمبل اور ایک گھڑی رسٹ واچ۔ اس بی بی نے اپنی تقسیم سے بتایا کہ یہ کپڑا یتیموں کے لیے اور غریب طلباء کے لیے۔ نقدی آپ کا نذرانہ' گھڑی' اوورکوٹ اور کمبل یہ آپ کے صاحبزادے کے لیے ہے۔ مولانا نے منشی کو بلایا اور رسید کاٹ کر حوالے کی اور تقسیم یوں کیا کپڑے یتیموں مسکینوں کے لیے' روپیہ جامعہ کا' گھڑی' اوورکوٹ اور کمبل مولوی محمد شریف کو دیے جائیں۔ میں نے کہا کہ حضرت جی! مالکہ تو ہر ایک شے نامزد کر رہی ہے آپ اس کے مطابق کریں۔ مگر آپ نے ہنس دیا۔ میں نے اور ان کے خادم میاں شیر محمد نے سازش کی کہ گھڑی بدل لی جائے۔ چنانچہ میں نے بدل لی۔ مگر رات کو مجھ پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ وہ اللہ کا بندہ نہ اپنے لیے لیتا ہے نہ اکلوتے بیٹے کے لیے اور میں نفس کا ٹٹو تھوڑے سے لالچ پر مر رہا ہوں۔ صبح اٹھا' گھڑی پیش کر دی اور اپنی واپس لے لی۔ وہ پھر ذرا شانے ہلا ہلا کر ہنسے۔

## جامعہ کی مسجد عیدگاہ

مسجد کی سیڑھیوں سے چڑھ کر مسجد کے چبوترے پر پہنچا۔ ۱۶۱ x ۱۷۷ فٹ کے طول و عرض میں مسجد کا رقبہ ہے۔ تینوں طرف لنٹر سے مسقف برآمدے ہیں۔ شمال کو دہ در دہ تالاب میں فوارہ اور مشرقی دیوار کے ساتھ جاتے وضو اور ٹونٹیاں بھی۔ اب جو مسجد کو دیکھا تو دہلی کی جامع مسجد کی یاد تازہ ہوگئی۔ کنکریٹ سیمنٹ اور لوہے سے بنی ہوئی یہ عمارت اپنے حسن و رعنائی کی تصویر میں نہایت دل کش ہے۔ کاریگر کی صناعی اور عمارت کی زیبائی اور باریکیوں کی صحیح داد تو کوئی ماہر تعمیرات ہی دے سکتا ہے۔ مسجد کا ایک مینار ۱۷۵ فٹ بلند ہے اور دوسرا مسجد نبوی کے نمونہ پر اور دونوں میں سیڑھیاں چلتی ہیں۔ سامنے بڑا دروازہ ہے اور اس کے دونوں طرف صومعے بنے ہوئے ہیں۔ یہاں عاکفان خلوت اعتکاف بیٹھتے ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہیں۔

## اخبارات۔ سینٹ کا خراج عقیدت

اسلام آباد ۲۶ نومبر (پ پ ا) سینٹ کا اجلاس آج مولانا محمد ذاکر ایم۔ این اے کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کرنے کے بعد غیر معینہ مدت ملتوی ہوگیا۔ مولانا کا گزشتہ روز انتقال ہوگیا تھا۔ ایوان میں مرحوم کے لیے فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔ قائد ایوان راؤ عبدالستار نے قرارداد تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایوان مولانا کی وفات پر گہرے دکھ

Marfat.com

اور رنج کا اظہار کرتا ہے۔ اور مرحوم کے سوگوار خاندان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ قائد حزب اختلاف خواجہ محمد صفدر نے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ عظیم مذہبی رہنما تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی' قاضی فضل الحق' مس آصفہ فاروقی اور ملک محمد اختر نے اسلام اور قوم کے لیے مرحوم کی خدمات کو شاندار خراج تحسین پیش کیا۔ سینٹ کے چیئرمین خان حبیب اللہ خاں نے ان جذبات کی بھرپور تائید کی' جن کا اظہار ایوان میں کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا جسمانی طور پر معذور ہونے کے باوجود اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں کی طرف سے عائد ذمہ داریوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کئی بار مرحوم کے حلقہ انتخاب میں گئے اور اس میں یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ لوگ مرحوم کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ مولانا قومی اسمبلی کے دیانت دار اور بے لوث رکن تھے۔

(امروز' ۲ نومبر ۷۶)

## رپورٹ بر انتقال

چنیوٹ ۲۵ نومبر (نامہ نگار) جمعیت العلمائے پاکستان کے ممتاز رہنما اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا محمد ذاکر شدید علالت کے بعد آج صبح نو بجے انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ انہیں جامعہ محمدی شریف کے قریب آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ جنازہ میں ہزاروں سوگواروں نے شرکت کی۔ مولانا کی عمر ۸۰ برس تھی۔ انہوں نے تحریک خلافت' تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں پرجوش کردار ادا کیا تھا۔ ان کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح شہر اور مضافات میں پھیل گئی۔ عقیدت مند ٹرکوں' بسوں اور ٹریکٹر ٹرالیوں میں سوار ہو کر جامعہ محمدی شریف پہنچنا شروع ہو گئے۔ سہ پہر تک سوگواروں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی جن میں ممتاز علماء' وکلاء' اعلیٰ حکام اور اساتذہ بھی شامل تھے۔ وفات کی خبر سے شہر بھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ بار ایسوسی ایشن نے ایک ہنگامی اجلاس میں مولانا ذاکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ رسم قل ۲۷ نومبر کو جامعہ محمدی شریف میں ادا کی جائے گی۔

## اداریہ کالم

### مولانا محمد ذاکر کی رحلت

مولانا محمد ذاکر صاحب بانی جامعہ محمدی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ و انا الیہ

Marfat.com

راجعون! مولانا موصوف نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کی آزادی اور طلب حقوق کی بہت سی تحریکیں دیکھیں اور ان میں جوش و سرگرمی سے حصہ لیا۔ وہ اپنے اوضاع و اطوار میں بزرگان سلف کا نمونہ تھے اور مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لیے دل میں بڑی تڑپ رکھتے تھے۔ جھنگ جیسے پسماندہ ضلع میں انھوں نے جامعہ محمدی کی بنیاد رکھی۔ کالج تعمیر کرایا اور اس سلسلے میں اتنی محنت اور تگ و دو سے کام لیا کہ اپنی صحت بھی قربان کر دی ۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح جامعہ کو یونیورسٹی کا درجہ مل جائے لیکن وہ یہ حسرت دل میں لیے دنیا سے اٹھ گئے۔ تعلیم کے علاوہ بھی وہ مسلمانوں کی ہر جہتی صلاح و فلاح کا خیال رکھتے تھے۔ ان کا مزاج اگرچہ سیاسی نہ تھا تاہم وہ اپنے حلقہ انتخاب سے صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے اور آج کل وہ قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ صحت جواب دے چکی تھی۔ چلنے پھرنے سے معذور تھے لیکن شوق خدمت کا یہ حال کہ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر ایوان میں آتے اور حق نمائندگی ادا کرتے۔ اسی برس تک اس دنیائے آب و گل کی سرد و گرم چکھ کر ۲۵ نومبر کو وہ اس جہان فانی سے عالم بقا کو سدھارے۔ ان کی جدائی کو پورے ملک میں محسوس کیا گیا اور اکابر پاکستان نے اپنے غم و رنج کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات آخرت میں بلند کرے اور قوم اور حکومت کو توفیق دے کہ وہ ان کے قائم کیے ہوئے تعلیمی اداروں کی نگرانی اور ان کی بہتری کا اہتمام کر سکیں۔ ہم ان کے پسماندگان کے حق میں صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

(نوائے وقت' ۲۷ نومبر ۱۹۷۶ء)

## (آہ! مولانا محمد ذاکر)

جمعیت العلمائے پاکستان کے جلیل القدر رہنما' قومی اسمبلی کے معزز رکن اور جامعہ محمدی کے بانی مولانا محمد ذاکر اسی برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کی وفات سے ملک ایک دانشور' مصلح' سیاست دان اور ممتاز مذہبی رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! مولانا محمد ذاکر ایک فرد نہیں' ادارہ تھے۔ وہ تمام عمر آزادی کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے تحریک پاکستان کے وہ ایک سرگرم [illegible] اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف کر رکھی تھی [illegible] محمدی کے وہ بانی تھے اور اس کی تعمیر و ترقی [illegible] بڑھاپے میں بھی جوانوں کی طرح کام کرتے۔ اپنے فرائض [illegible] احساس

Marfat.com

رہتا۔ علالت اور بڑھاپے نے انہیں چلنے پھرنے سے معذور کر دیا تھا مگر اس کے باوجود وہ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر قومی اسمبلی کے ایوان میں باقاعدگی سے آتے اور کارروائی میں پوری تندہی سے حصہ لیتے۔ مولانا نے اپنی وفات سے صرف ایک ماہ قبل ملک کے تمام علماء کو ایک درد بھرا خط لکھا تھا' جس میں حالات کے تجزیہ کے بعد ان سے اپیل کی تھی کہ خدا کے لیے حالات کو سنبھالنے اور سنوارنے کی کوشش کیجئے۔ علمائے کرام کے درمیان اگر چند مابہ الاختلافات ہیں تو بے شمار مابہ الاشتراک و اتفاقات بھی ہیں۔ اس لئے انہیں اختلافات کو نظر انداز کر کے اتفاقات کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ مرحوم نہ صرف اپنے علاقہ بلکہ ملک بھر میں اپنی دینی اور تعلیمی خدمات کی بناپر عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی خدمات کے اعتراف کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ان کے مشن کو زندہ رکھا جائے اور جامعہ محمدی کو اسلامی یونیورسٹی میں تبدیل کر کے ان کے مشن کو پورا کرنے کی جدوجہد جاری رکھی جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر اور ان کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(امروز' ۲۶ نومبر ۱۹۷۶ء)

Marfat.com

# ہدیہ منظومات

## نذرانہ عقیدت و اشکہائے ارادت

## بیاد قبلہ مولانا مولوی محمد ذاکر صاحب رحمتہ اللہ علیہ

(میاں محمد امین "سمندر")

بے ثباتی جہاں امروز شد باز آشکار
باہمہ چوما ناکساں، کم مایگان شرمسار

درمیان عالم اسلام واقع شد خلاء
نے غلط گفتم، باقلیم ولایت انتشار

اندریں ملک تجدید و سیاست انخلا
رفت، وگشت ہر اہل دل ماتم کنان و سوگوار

حادثات ایں گشت واقع ز انتقال خواجہ
مولانا حضرت محمد ذاکر صاحب وقار

زیں غم جانکاہ صف ماتم جہاں گسترده است
چہ عرب ہم چہ عجم چہ دولت ہائے اعتبار

چوں تہ در عالم الہا عام گردد اے رفیق
چونہاں شد از جہاں سرچشمہ فیض بہار

صاحب رشد و ہدایت بود مولانا مدام
امت مرحومہ ختم رسل را غمگسار

چشمہ علم و ہدایت کرد جاری در جہاں
گشت زیں ظلمت کدہ، ویرانہ یک لالہ زار

آوخ آوخ چو مفکر اعظم ازما شد نہاں
آنکہ افغانی و احمد خان رابود افتخار

آہ چوں اقبال و حالی بود یک دانائے راز
شد پس پردہ زعالم نیک مانند آشکار

بازوئے دیگر بے آزاد و جوہر بر آں جواں
عز و جاہ و ننگ و ناموس ہمہ آں راز داں

شد میسراں ہمہ را روشن اطراف و نواح
مولانا رابود ماحول ظلوم و خاردار

در بیابانے ہمے مرگ خیزے دشمنے
مولانا افروخت شمع زندگی و سلکار

درنیستان گلستان علم و عرفاں چیده است
آنکہ ماند خنداں و شاداب تاروز شمار

غمگسار با غریباں مونس غم خوردگاں
شد جدا امروز ایوائے چساں ابر بہار

زاہدے روشن ضمیرے ہم توکل پیشہ
بود در پیری جواں ہمت، بلند و ذی اقتدار

مسلکش نحن الذین بایعوا بود ہرزماں
او دعا گوئے سحپے خورد لیل و نہار

از زبان و بازوش ہرگز نخوردہ کس گزند
برہمیں مشرب حیات نیکوش را انحصار

تیغ کلکش کارگر بود از پے اعداد دیں
او رحیمے بر ہجوم غم دیدگاں را بکار

فکر کش در فکر حل مشکل ہائے ملت
زیں دعا گوئے بحق ملتے شب زندہ دار

تو کہ دانی جامہ الفقر فخری "راچہ زیب"
نیک اولوالعزمی بہ راسئے نیک کردہ پائیدار

Marfat.com

درس استقلال و پرواز بلند و عزم جزم  عام کردی باخوش اسلوبی دریں ناپائیدار
تو کہ کردی با خوشی کارہا تنہا کو  از بکاد ماہمہ نایدبسر انجام کار
اے امیر کارواں شد کارواں بے تو غریب  یک نظر بر واپسی قافلہ اے شہسوار
تاختی شب دیز استقلال و عزم جزم و صبر  چو بمیدان رضاء صد مرحبا اے نامدار
کشتی درگرد اب بحر بیکراں بگذاشتی  کشتیبانی کو کندا اے کشتیبان ہوشیار
کشتیبا بنا ندانیم ہست ساحل دور ہنوز  باز آیکبار تاکشتی رسائی بر کنار
جدوجہد و سعی کردی باہر تالیف قلوب  آشتی آموختی و منع کر دی زانتبار
از در و دیوار و از اشجار و از ہر شاخسار  ایں صدا آید بصد حسرت بگوش الانتظار
مخلصاں جامعہ و ہردل در درد آشنا  ے سر ایدا پنجنس با چشمائے اشکبار
رفتی و شہرے زشوقت ماند لبریز فغاں  بے تو چون بنگر گشت ہر خانہ چہ نالاں و زار
قرنہا یاد تو در دلہا بماند تازہ تر  زانکہ از دلہا زدودی زنگ و کردی تابدار
بارد ابر نیساں بعد از مدت طول و دراز  پیدا گرد در صدف تاہچو در شاہ وار
کوچہ و دیوار و در' را ہرخشت وبام جامعہ  تا ابد گوید دعائت برگ برگ ہر شاخسار
آفریں صد آفریں بر روح پاکت اے کریم  کردی دین ازمہد مادر تالحد چوں استوار
گلستان علم و عرفاں راتو لودی رنگ و بو  عالم تدبیر و دنیائے سیاست را بہار
آمدی با مقصد اعظم بدنیائے دنی  یافتی مقصود آخر تو دریں ناپائیدار
نغمات بلبل شیریں مقال "الاتحاد"  تفرقہ' تفریق رادیدی' بنظر احتقار
انطباع غم بدلہا شد چوکردی انقطاع  ازغم ہجرانت سینہا بے شد داغدار
وصف تو باید بہر بحرے بہریک قافیہ  گربود کس زا دماغ نیک و فکر اعتبار
من کیم وصف تو گویم شرمسارم' تاقسم  ہادی دیں بودی و ہمدرد ملت اختصار
گنجد اندر دفترہا اوصاف تو اے مہرباں  ہم دماغ شستہ شاید فکر عالی خوشگوار
چوں نماندہ از پئے ختم رسل باقی بقاء  باخطاب انک میت سرآمد روزگار
حق نباشد بعد ازیں کس راحیات جاوداں  منحصر شد ایں ہمہ اسرار بر آمرز گار
کن عطا پسماندگا نرا اے خدا صبر جمیل  ما گنہگاریم و تو غفار وہم پروردگار
ایں دعائے ماغریباں اے صفی اللہ تراک  نیز تجعل الجنۃ مثاک اے عالی تبار
صدر علیین بادا مسندت اے جان دل  نیز اندر کشتگان خنجرت بادا شمار
جمع صدقاں بگوید ہر استقبال تو  مرحبا اہلا و سہلا اے حبیب ذی وقار

Marfat.com

آیہ لاتقنطوا ابدا و سہلا گویدت — بررہ ہجوتوی دار دچوں چشم انتظار
تا ابد شاداب ماند گلستان جامعہ — . ایں دعا ازدل برآید از کلاں ہر شیر خوار
تا فدا تاتار کردی چوں خدا ایں جامعہ — دائما ابدا ز رحم خود نمائی مشکبار
فکر چو کردم بسن رحلت آں پاک زاد — تا بقرطاس جہاں ماند ہمیشہ یادگار
ایں صدائے مژدہ از غیب در گوشم رسید — تو حبیبا' ہستی' مغفور الٰہی' در شمار
در بخواہی مطلع باشی زمن عیسوی — گومت شدایں ز' نور مغفرت عالی وقار

۱۹۷۶ء

Marfat.com

# بیاد قبلہ مولانا مولوی محمد ذاکر صاحب رحمتہ اللہ علیہ

## میاں محمد امین ہنجرا

حسیں صبح کا سورج چھپ گیا ہے ۔۔۔ اجالوں پہ اندھیرا چھا رہا ہے
حسیں راتوں کا تھا جو ماہ کامل ۔۔۔ خسوف آج اس کو کیسے جا لگا ہے
دلوں پہ کیا اداسی چھا گئی ہے ۔۔۔ دلوں کا روح جب کہ جا رہا ہے
وہ تھا اک مرد درویش خود آگاہ ۔۔۔ جو علیین میں جا کر بسا ہے
محمد ذاکر اس کا نام نامی ۔۔۔ مبارک نام ہی کیا جانفزا ہے
وہ کامل یادگار کاملاں تھا ۔۔۔ جو صدیقوں کی محفل میں بسا ہے
وہ تھا سرچشمہ علم و ہدایت ۔۔۔ یہ دعویٰ خود دلیل مدعا ہے
اسی کی کوششوں کا ہے نتیجہ ۔۔۔ گلستاں جامعہ کا جو بسا ہے
مہکتی ہے جو خوشبو چار سو میں ۔۔۔ اسی بستان کا گویا یہ صلا ہے
یہ تھا اندھیرا اور مجہول ماحول ۔۔۔ جو نور علم سے روشن ہوا ہے
یہ ہے علم و ہدیٰ کا ایک مرکز ۔۔۔ جو اس درویش نے قائم کیا ہے
دلوں کے واسطے روح رواں ہے ۔۔۔ تو روحوں کے لیے آب بقا ہے
وہ آزاد اور سرسید کا ثانی ۔۔۔ حسین احمد کے مسلک پہ چلا ہے
وہ تھا غمخوار ملک و قوم و ملت ۔۔۔ یتیموں کا سراپا آسرا ہے
مفکر، مستقل، تصویر فولاد ۔۔۔ یہ کیسے آج، ہم سب سے جدا ہے
سرور روح و جان دل میں درویش ۔۔۔ دلوں کو داغ ہجراں دے گیا ہے
وہ کامل سالک راہ یقین تھا ۔۔۔ یوں ہر دل ہجر میں نغمہ سرا ہے
خوشا و قتیکہ از راہے بر آئی ۔۔۔ یہ برج دیدہ چوما ہے در آئی
مذاب وہ ولولے نہ زمزمے ہیں ۔۔۔ زمانہ حسرتوں کا آ گیا ہے
پڑے ہیں باغ بوٹے آج سونے ۔۔۔ کہ ان کا باغباں رخصت ہوا ہے
در و دیوار میں حسرت بسی ہے ۔۔۔ کہ معمار ان کا ان سے اب جدا ہے
یہاں کا ہر پرندہ دیکھے دیکھے ۔۔۔ بہ حسرت اشکبار اب گا رہا ہے

Marfat.com

دلم بردی و دلداری نہ کردی    غم دادی و غمخواری نہ کردی
یقیناً یہ جہاں ہے دار فانی    اسی رستہ پہ ہر اک جا رہا ہے
خدا راضی رہے اس مہرباں پہ    جہاں جس کی بدولت پر ضیاء ہے
غریق رحمت یزداں رہے وہ    یہ بہ درد آشنا دل کی دعا ہے
رہے شاداب بستاں جامعہ کا    انہی کی یہ دعا صبح و مسا ہے

اسے نغمہ نہ سمجھیں سننے والے
یہ اک حسرت بھرے دل کی صدا ہے

Marfat.com

# مولانا محمد ذاکر کی زندہ جاوید یادگار

# جامعہ محمدی

والاثر حفیظ جالندھری

رسالت کے مسلسل معجزوں میں جامعہ بھی ہے
مدینہ سے وابستہ یہ طور لامعہ بھی ہے
کھڑی ہیں جامعہ ان نعمتوں میں ان فضاؤں میں
چراغ راہ بن کر تند زہریلی ہواؤں میں
مقابل ساحران اشتراک ایسا یدبیضا
خدائی اتنے فرعون کی تنہا بازوئے موسیٰ
یہ ملت جب کبھی اپنی زیاں کاری کو مانے گی
وجود اس جامعہ کا معجزے سے کم نہ جانے گی
رواں ہے حضرت ذاکر کا فیض کار فرمائی
فروغ جامعہ سے ہے عیاں ان کی مسیحائی
مانوں یہ کہ ذاکر آج زیر خام سوتے ہیں
کبھی سوتے نہیں جو بیج بیداری کا بوتے ہیں
کبھی ان کی نظر پڑتی نہیں اسباب وقتیت پر
خدا رحمت کرے ان عاشقان پاک طینت پر

Marfat.com

# آہ! وصالِ مولانا محمد ذاکرؒ

شمیم یزدانی

پتا پتا گل و گلزار کا مرجھایا ہے    جامعہ کے در و دیوار پہ غم چھایا ہے
اس چمن میں وہ گھڑی تیر قضا لایا ہے    جس نے دل بھیدے ہیں اور سینوں کو برمایا ہے
آج اس پاک نفس سے یہ فضا خالی ہے
جس نے اس گلشن رنگین کی بناد ڈالی

چہرے مغموم ہیں رنج سے بھر آئے ہیں    لوگ اشکوں کے گہر بھر نذر لائے ہیں
لاکھ سینے ہیں کہ اک موت نے تڑپائے ہیں    مہ و انجم ہیں کہ اس موت پہ گہنائے ہیں
اس کے لینے کے لیے آج اجل آئی ہے
جس نے دنیا میں حیات ابدی پائی ہے

مشعل علم کا شہروں میں جلانا آساں    راہ ہموار پہ رہوار چلانا آساں
اجلے ماحول میں جوہر کا دکھانا آساں    جاگنے والوں کو کچھ اور جگانا آساں
گھرے اندھیروں میں انوار بسانا مشکل
بیچ ویرانوں کے گلزار لگانا مشکل

کام جس مرد مجاہد نے یہ آساں کیا    اس نے ان جنگل کے ویرانوں پہ احساں کیا
قائم اک جھونپڑے میں مکتب قرآں کیا    سعی پیہم سے اسے منبع عرفاں کیا
دین و دنیا کے علوم اس میں سموئے اس نے
علم و حکمت کے گہر اس میں پروئے اس نے

اس کو ورثہ میں یہ فیضان بہم آیا تھا    اس کے آبا نے ریاضت میں شرف پایا تھا
نور قرآں یہاں انہوں نے پھیلایا تھا    ان بزرگوں کا یہاں چار طرف سایہ تھا
انہیں انوار کو حضرت نے جلا بخشی ہے
وسعتیں دی ہیں' چمک دی ہے ضیاء بخشی ہے

کالج اسکول ہیں اور جامعہ اسلامی ہے    ہر کوئی ملک میں اس جامعہ کا حامی ہے
طلب علم کا جذبہ یہاں الہامی ہے    کوئی ان بچوں میں رازی ہے' کوئی جامی ہے
رحمتیں حق کی یہ ذاکر کی دعا لائی ہے
ان کا عشق' ان کی لگن' ان کی وفا لائی ہے

Marfat.com

آج شاداب جو اس خطہ کے ویرانے ہیں　　سڑکیں ہیں' شہر ہیں' کاشانے ہیں
مدرسے چھوٹے بڑے اور شفا خانے ہیں　　قمقمے بجلی کے اور علم کے پروانے
ایک درویش کا پرتو یہ ضیا لایا تھا
ان اندھیروں میں اسی نور نے چمکایا تھا

اس کی اخلاص نے انسانوں کے دل جوڑ دیے　　سطوت و نخوت و پندار کے بت توڑ دیے
بغض کے دھارے محبت کی طرف موڑ دیے　　جو غریبوں سے اکڑتے تھے وہ سر پھوڑ دیے
قوم کے غم سے جو دل اس کا بھرا پاتی تھی
ممبری اس کے قدم چومنے آ جاتی تھی

ہر مسلمان کے لیے درد جگر رکھتے تھے　　خدمت دین پہ ہر وقت نظر رکھتے تھے
پھوٹ کی راہ پہ چلنے سے حذر رکھتے تھے　　متحد رکھنے کا ملت کا ہنر رکھتے تھے
متحد ہونا عرب کا انہیں محبوب رہا
اور تفوق عربی کا انہیں مرغوب رہا

عربی ہے مرے آقا کی زباں کہتے تھے　　کیوں نہ ہو اس پہ نچھاور میری جاں کہتے تھے
اہل جنت کی یہی ہوگی لسان کہتے تھے　　بول سکتا ہے اسے پورا جہاں کہتے تھے
پڑھنے اور سیکھنے کا اس کو اگر شوق نہیں
ادب والسنہ کا ہم میں کوئی ذوق نہیں

یاد باری میں اسے رتبہ بڑا حاصل تھا　　اس کے ہر کام میں اللہ کا ذکر شامل تھا
لوگ عالم ہیں وہ عالم بھی تھا اور عامل تھا　　سچ تو یہ ہے کہ وہ اک رہبر کامل تھا
آپ کے ہاتھ میں جب ہاتھ کوئی دیتا تھا
جس کی امید نہ ہو' چیز وہ پا لیتا تھا!

آپ کے بیٹھنے کی جگہ پہ لوگ آئیں گے　　آرزوؤں کا جہاں دل سے بسا لائیں گے
اپنے دکھ درد کا درماں جو نہیں پائیں گے　　وہ دعاؤں کے طلب گار کہاں جائیں گے
ہاتھ اٹھتے ہیں تو کیا معجزے دکھلاتے تھے
درگہ حق سے اجابت کے گہر لاتے تھے

میں نے تنہائی میں اک روز ادب سے کہا　　منبع فیض ہے ہر شخص کو حضرت کی دعا
مانگئے اپنے لیے بھی تو درحق سے شفا　　قدرے خاموش رہے پھر یہ متانت سے کہا
میرا اللہ مرے احوال سے بیگانہ نہیں
مجھ کو راضی برضا رہنا ہے گھبرانا نہیں

Marfat.com

عاشق راز ترے صبر و رضا کے صدقے  تیری ہمت کے ترے عزم و وفا کے صدقے
تیری راتوں کے تری صبح و مسا کے صدقے  لبِ زحمت میں ترے ذکر خدا کے صدقے

تو نے اللہ کے ہاں رتبہ بڑا پایا ہے
اولیا کی صف اول میں ترا نام آیا ہے

ہاتھ پھیلائے ہوئے رحمت حق آئی ہے  قبر کی خاک نے جنت کی مہک پائی ہے
آسمانوں میں تحیر کی فضا چھائی ہے  نیکی اک خاک کے پتلے کو کہاں لائی ہے

حوریں گاتی ہیں کہ اللہ کا مہماں آیا
مژدہ طیبتم کا در خلد پہ رضواں لایا

اے خدا اس پہ تیری ذات کا احسان رہے  قبر پر اس کی ترے نور کا فیضان رہے
حامی اس کی تیری رحمت تیری برہان رہے  اس کے مسلک پہ یہاں لوگوں کا اذعان رہے

آہ! اس عہد کا شبلی و غزالی نہ رہا
باغ موجود ہے' پر باغ کا مالی نہ رہا

**رحمہ اللہ تعالی عزوجل بحرمت حبیبہ الکریم**

Marfat.com

# قطعہ تاریخ مسجع باسم محمد ذاکر

مخدوم عبدالحق صادق جامعی

فریاد کنند علامیان باطن و ظاہر
صد حیف نماند است محمد ذاکر
در بزم احیاءٔ اوست رحیم و اکرم
بر روئے عدوہا جابر و قاہر
بحیاتش و وفاتش از شمس

آخری شعر میں تاریخ وفات شمسی حساب سے "جلی محمد ذاکر" سے نکلتی ہے۔ نیز معنی کے لحاظ سے شعر کا مفہوم واضح ہے کہ محمد ذاکر کا ذکر زندگی بھر سورج سے جلی یعنی اظہر من الشمس رہا ہے۔

## قطعہ تاریخ

(صادق جامعی)

مرد خدا بود بحق صابر و شاکر
بانی جامعہ محمدی محمد ذاکر
رفتہ سوئے جناں بہر لقائے محبوب
شدہ محروم جہانے ازیں در نادر
کرد تنویر جہاں راز ضیائے شمس

دادہ درس وفا از وطن و ظاہر
بودست جہاں تاب و لے اکنوں نماندہ
درجہانے مخدومی محمد ذاکر

Marfat.com

# در فراق مولانا محمد ذاکرؒ مرحوم گفتہ

(میاں محمد امین صاحب' حزین و ہنزا سکنہ سمندر)

ز درد و قوم ملت دل فگارے غمگسارے دل نوازے دلستانے
چناں باغ جہاں را زد خزانے بہارش را نہ بینم نشانے
چساں ایں کارواں تنہا غریب است جدا شد زیں امیر کاروانے
کہ بود آں دردمند قوم و ملت؟ محمد ذاکر عرش آشیانے
حکیمے صاحب خلق عظیمے! جہاں را بود جانے وامانے
امانتہائے عثمانی و مدنی نگہدارد کدا میں پاسبانے
دریغا آگہے' روشن ضمیرے چساں دامن کشیدہ زیں جہانے
دریغ و حسرت و افسوس و افسوس زما درد آشنائے شد نہانے
یکے بے مثل غم خوار حزیناں یتامے را یکے روح روانے
تو اے یوسف رخا بنما رخ پاک براہت منتظر جان جہانے
حزیںؔ تا چند ایں نالہ و زاری!
یقیں شد کایں جہاں داریست فانے

Marfat.com

# علم تھا تیرا طلبگار محمد ذاکرؒ

از جناب عبدالستار صاحب نجم

طالب رحمت غفار محمد ذاکر
عاشق احمد مختار محمد ذاکر
علم کو جس نے ثریا کی بلندی بخشی
علم کے فقر کا معمار محمد ذاکر
علم کے لوگ طلبگار ہوا کرتے ہیں
علم تھا تیرا طلبار محمد ذاکر
وہ تری طبع متیں جس پہ ہیں شیدا قدسی
وہ تیری ذات خوش اطوار محمد ذاکر
دھیمی آواز پہ قرباں' پر جبریل کی لے
خامشی نطق کا شہ کار محمد ذاکر
مسکراہٹ میں چٹکنے لگیں کلیاں حق کی
ہونٹوں پہ ہر گھڑی اذکار محمد ذاکر
سارے اوصاف پہ بھاری تھی تری خدمت خلق
یہ تھا فیض شہ ابرار محمد ذاکر
کس محبت سے صحابہ کے الاپے نغمے
سن کے خوش ہیں بڑی سرکار محمد ذاکر
جھیلے کیا رنج و الم ختم نبوت کے لیے
آہ! ملت کا وفادار محمد ذاکر
یہ تری ذرہ نوازی ہے کہ یہ نجم حزیں
تیری الفت میں ہے سرشار محمد ذاکر

Marfat.com

# خطاب بہ جامعہ محمدی شریف

ابو سعید حیرت جلالپوری

سال ۱۹۶۱ء کے وسط میں راقم الحروف کو ایک ایسے وفد کی معیت میں جامعہ محمدی ضلع جھنگ جانے کا اتفاق ہوا۔ جس کا مقصد جامعہ کی اقتصادی مشکلات کا جائزہ لینا تھا اور جس کی قیادت جناب میاں محمد یعقوب صاحب دوہاون آف نشاط ٹیکسٹائل ملز لائلپور فرما رہے تھے۔ اس وقعہ پر ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں یہ نظم پڑھی گئی۔

اے جامعہ! اے محفل ملت کے سوز و ساز
گرما رہا ہے قلب مسلماں کا تو لہو
اے جامعہ! اے مایہ صد افتخار قوم!
ہے نخل علم دین کی تیرے دم سے ہی نمو
پیدا ترے نفس سے ہے گرمی حیات
وابستہ تجھ سے مرد قلندر کی آرزو
ہر ذرہ سرزمیں کا تری رشک آفتاب
قائم ہے تجھ سے گوہر ملت کی آرزو
تیرا وجود سعی مسلسل کی داستان
آئینہ دار عزم و تب و تاب و جستجو
تو گلستان علم کا سرمایہ بہار
گلہائے زندگی میں تیرے دم سے رنگ و بو
نور نگاہ اہل نظر ہے ترا وجود
روشن ترے جمال سے ہے چشم آرزو
دشت جنوں نواز وہ آیا نظر جہاں
مدت سے جس کی اہل جنوں کو تھی جستجو
آئے ہیں تیری بزم میں وارفتگان شوق!
بر کر رہے گی آج تو تکمیل آرزو
حیرت بھی تیرے در پہ ہے آیا محمدی!
گویا کہ حسن و عشق ہوئے آج روبرو
یعقوب کے جلو میں چلے آئے ہم بھی آج
ورنہ کہاں وہ بحر کہاں ایک آب جو

Marfat.com

# جامعہ محمدی

شمیم یزدانی، ایم اے

اے جامعہ محمدی! تو شاد کام ہے
تیرا پیام رحمت حق کا پیام ہے
تو علم و فن میں راہنما بن کے آگئی
ابر بہار کی طرح ہر سمت چھا گئی
پس ماندہ بستیاں ہوئیں پرنور علم سے
بدبخت ہستیاں ہوئیں کافور علم سے
بادل جہالت اور فلاکت کے چھٹ گئے
نقشے محمدی کی زمین کے پلٹ گئے
تیرے فیوض جھنگ سے باہر بھی ہیں عیاں
عالم کی دوریوں میں ہیں یکساں رواں دواں
گہوارہ ہے تو دین متیں کے اصول کا
اسوہ جھلک دکھاتا ہے تجھ میں رسول کا
ملت کے اتحاد پہ تیری نگاہ ہے
آپس کی پھوٹ تیری نظر میں گناہ ہے
اک وقت میں علوم جہاں اور علوم دیں
تیرے سوا کوئی بھی سکھاتا نہیں کہیں
تیرا انصاف مہر ہے اور ماہتاب ہے
آمیزہ دین و دنیا کا اک لاجواب ہے
تو اک فقیر کے رگ و پے کا سرور ہے
آلائش جہاں ترے دامن سے دور ہے
اس کی دعا سے پائی ہے تو نے یہ برتری
جاتی ہے جس کی عرش پہ آہ سحر گہی
اللہ! اس کی آہ سحر کو قبول کر
اس جامعہ پہ اپنے کرم کا نزول کر

Marfat.com

مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ
نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ

# اے سرزمین جامعہ

احمد علی ارشد کھوکر

ہو تجھے حاصل بقا اے سرزمین جامعہ
میرے دل کی ہے دعا اے سرزمین جامعہ
تو نہیں گر قلب میں حاصل مجھے راحت نہیں
تو ہے میرا مدعا اے سرزمین جامعہ
تو وہی فردوس ہے جس میں میرا آشیاں
دل سے آتی ہے صدا اے سرزمین جامعہ
تو بھی ازہر کی طرح ہے آفتاب علم و فن
نام ہے رافع تیرا اے سرزمین جامعہ
چشمہ فیضان سے سیراب عالم ہو گیا
مدح خواں ارشد تیرا اے سرزمین جامعہ

Marfat.com

# اے جامعہ محمدی

پروفیسر مہر محمد انور جبہ صاحب

زندہ باد اے جامعہ! اے دین مسلم کے امیں
ہے منور تر رخ ماہتاب سے تیری جبیں
تیری جلوت سے ہویدا عظمت رب جلیل
تیری خلوت سے ہے پیدا شان ختم الرسلین
جامعہ! تیری فضائیں حسن سے مخمور ہیں
سوز قرآن کی صدائیں عشق سے معمور ہیں
تیری تربیت سے مجھ پہ کھل گیا سر حیات
گوہر نایاب ہے اکسیر ہے انسان کی ذات
میری مشت خاک بھی انجم کی ہم قسمت ہوئی
مرد حق کے دست قدرت میں ہے نظم کائنات
جامعہ تیرے مصور پہ ہی مجھ کو ناز ہے
جو میرا غمخوار ہے' دلدار ہے' دمساز ہے
تیرے ناظم کی جلالت کا کیا مذکور ہے
"ذکر ذاکر" کی نزاکت سے زباں معذور ہے
سرمہ چشم بصیرت جس کے قدموں کے نشان
جس کی پیشانی میں رقصاں عکس نور طور ہے
جو میری تاریک راتوں میں اجالا ریز ہے
جس کے دم سے وادی چناب مردم خیز ہے
مرد کامل تیرے نالوں میں عجب تاثیر ہے
تیری آہ نیم شب یزداں کی دامن گیر ہے
نرم دم گفتگو ہے گرم ہے وقت عمل

Marfat.com

شاعر مشرق کے مومن کی تو ہی تفسیر ہے
عمر بھر تیرا وظیفہ ذات احمد پہ سلام
اس عمل سے تو ہے زندہ موت ہے تجھ پہ حرام
تیری درویشی سے راز فقر فخری آشکار
تاجداروں کی امارت تیرے قدموں پہ نثار
تو ہے انی جاعل فی الارض کی بین دلیل
تو ہے فخر قوم' فخر دین' فخر روزگار
پیر مے خانہ مرا یک جرعہ مے ناب دہ
گوہر یک دانہ و بے آب من را تاب دہ

Marfat.com

# انتخاب 1951ء

صاحبزادہ میاں محمد عبداللہ صاحب علیہ الرحمہ' سیال شریف

کچھ عجب سرکل بھوانہ میں ہوا تھا انتخاب
اک طرف درویش تھا اور دوسری جانب نواب
یعنی سردار رجوعہ کے مقابل تھا فقیر
قدرت حق سے ہوا درویش مسکیں کامیاب
پھر تو اس درویش کے اعیال کا مال و متاع
شاہ صاحب نے چھپایا ڈال کر اب رعب و داب
جا کے اس درویش نے فریاد کی حکام کو
اس قدر ظلم و جفا پر غور فرمائیں جناب
بارہا درخواستیں' عرضیاں' تاریں بھی دیں
لیکن اس کو ہر طرف سے مل گیا کورا جواب
اب یہ ہے درویش حیراں کس طرف جائے غریب
در بہ در پھرتا ہے یہ درویش باحال خراب
زرعی اصلاحیں جو نافذ ہو رہی ہیں ملک میں
ہے حکومت کو غریبوں کا خیال اب بے حساب
کیوں حکومت کو نہیں ہے ان غریبوں کا خیال
یہ بھی تو آخر زمینداروں کے ہیں زیر عتاب
لوٹ ڈالا ان غریبوں کو زمینداروں نے جب
پھر تو پاکستان میں ہر لوٹنا کار ثواب
اے عبد ان افسران مملکت کو چاہیے
اب کرائیں مال واپس ان غریبوں کا شتاب

Marfat.com

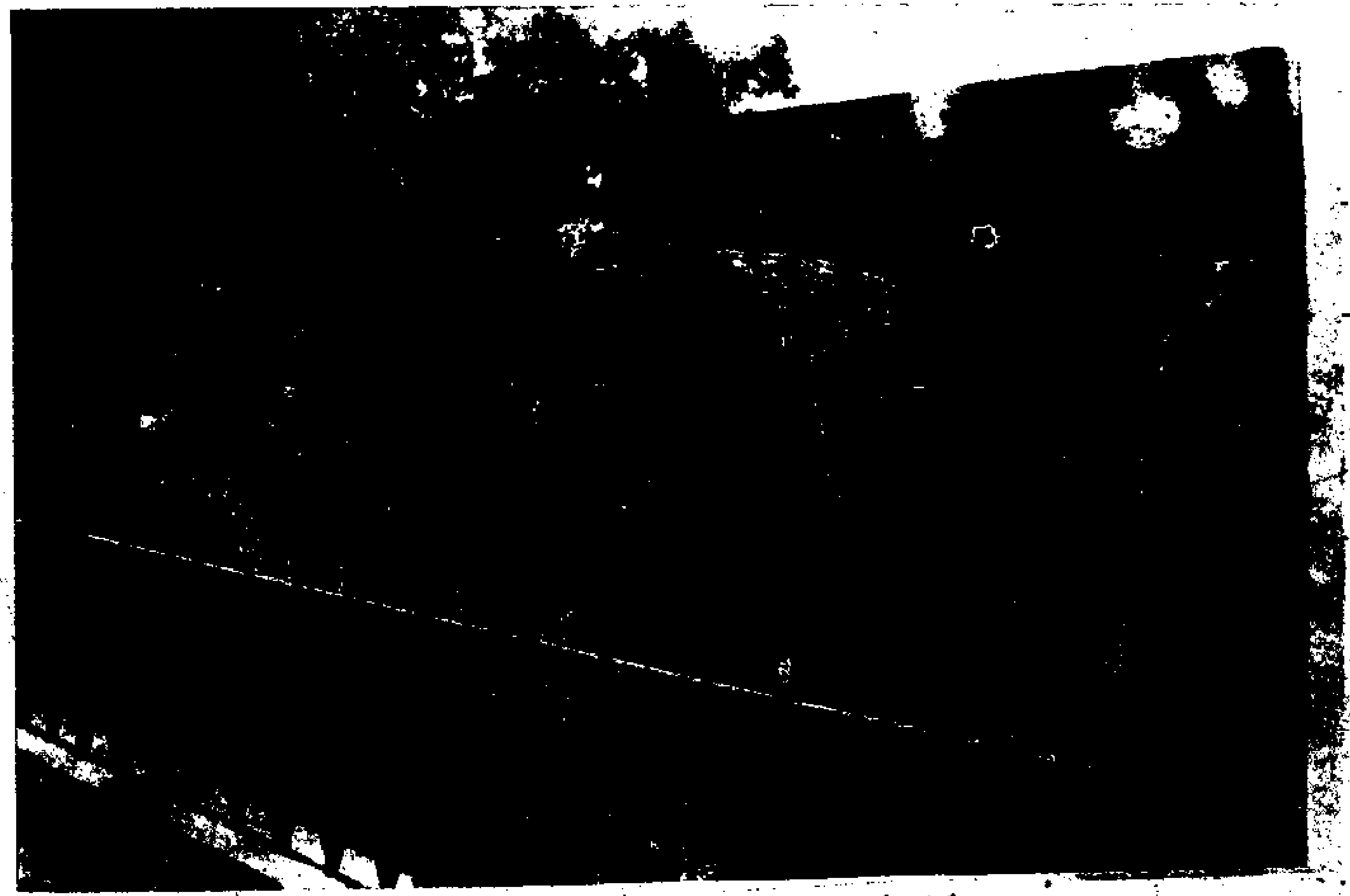

سرکنڈوں کی جھونپڑی جہاں سے مرد درویش نے علاقے کی قیادت کی

Marfat.com

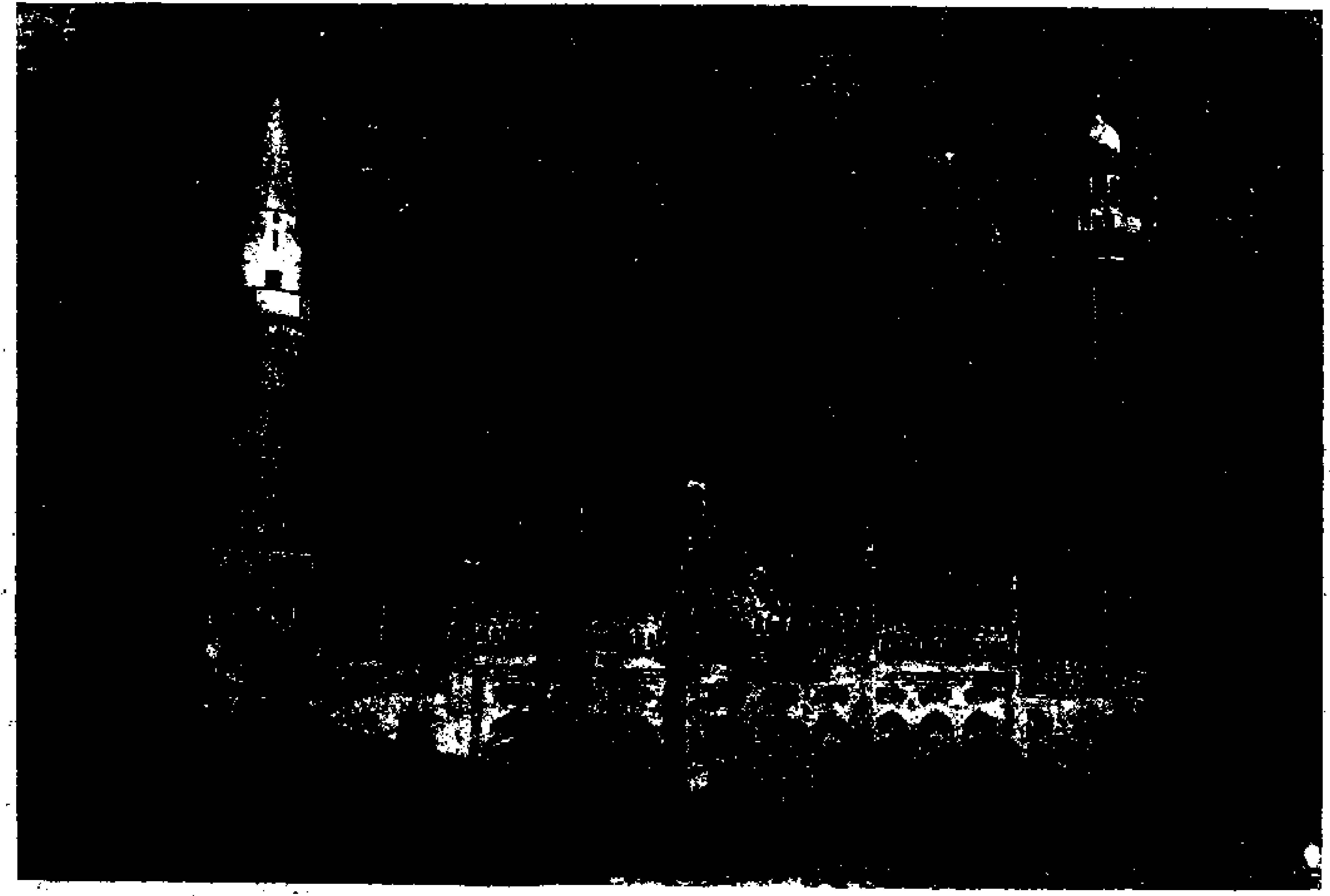

جامع مسجد جامعہ محمدی (عید گاہ)

Marfat.com

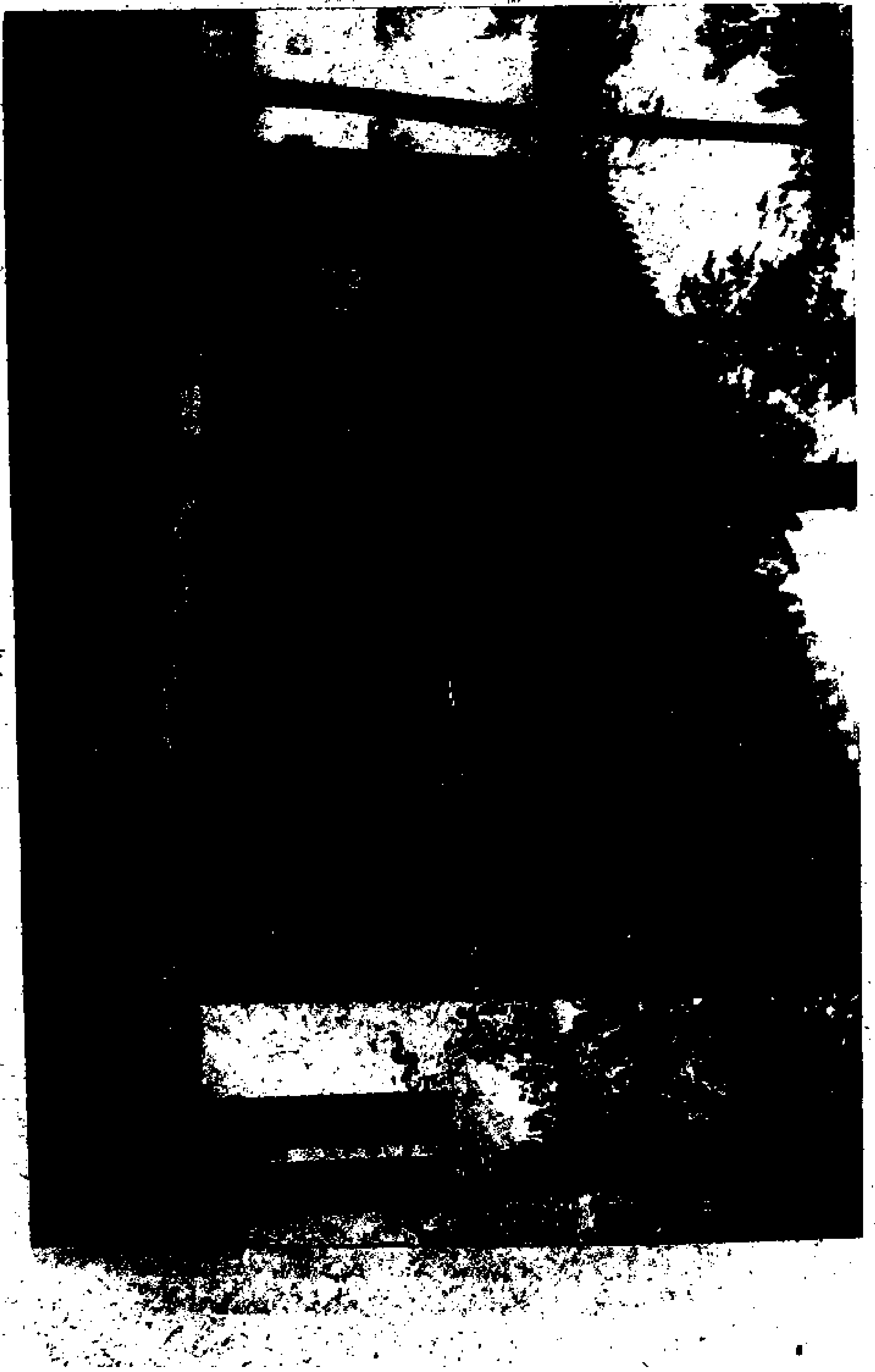

Marfat.com

دارارقم

Marfat.com

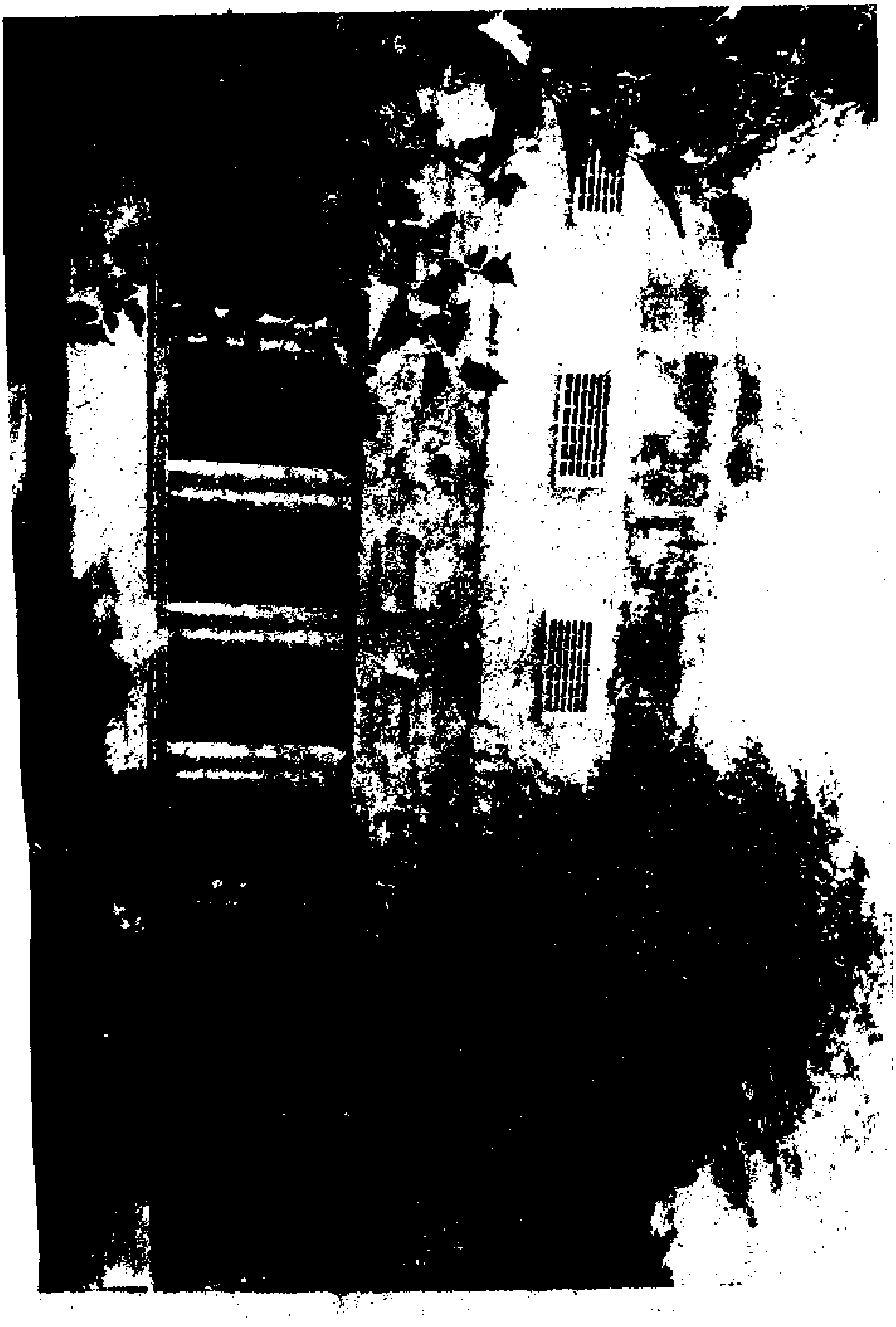

Marfat.com

## مولانا محمد ذاکر اپنے معاصرین کی نظر میں

اس دور کے غوث ہیں۔

(مولانا احمد علی لاہوریؒ)

چلتے پھرتے زندہ فرشتے تھے

(خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ)

کامل ولی اللہ تھے

(قدرت اللہ شہاب)

للہیت کے پیکر اور مخلص انسان ہیں

(سید سلیمان ندوی)

باخدا بزرگ تھے

(ڈاکٹر سید عبداللہ)

زندہ ولی اللہ تھے

(حکیم آفتاب قرشی)

جھنگ کے سرسید تھے

(غلام فرید کپلانہ)

مولانا محمد ذاکر اکیڈمی

جامعہ محمدی شریف (جھنگ)